مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

تالیف: امام ابو اسحاق ابراہیم بن حرب سمسار



ترجمہ تخریج وفوائد: امان اللہ عاصم

نظر ثانی: حافظ حامد محمود الخضری تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ، أَمَّا بَعد!

حق و باطل اور صدق و کذب کی کشمکش ازل سے چلی آرہی ہے۔ انبیاء ورسل حق کے مبلغ اور داعی تھے۔ ان کے مخالفین راہ حق سے برگشتہ کرنے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے۔ گمراہی و ضلالت سے بچنے اور راہ ہدایت پر مستقیم رہنے کا ہر دور میں ایک ہی اصول اور ضابطہ رہا کہ اس وقت کے نبی اور رسول کی اتباع وفرمانبرداری کی جائے۔ آخر میں خاتم النّبیین محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ نے بھی وحی کی اتباع کو راہ حق پر قائم رہنے اور گمراہی سے تحفظ کا ضامن قرار دیا۔

((تَرَكْتُ مِنْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ .))

(مؤطا مالك : 321/2)

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہوگے: ایک اللہ کی کتاب، اور دوسرے اس کے رسول کی سنت۔''

دین اسلام کتاب و سنت کے مجموعے کا نام ہے۔ اہل اسلام کو اس پر عمل کی دعوت دی گئی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو قولاً وفعلاً قرآن وحدیث کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت و شرف سے نوازا اور ان کے ایمان کو نمونہ قرار دیا۔ دین و دنیا کے تمام امور کو کتاب و سنت کے تناظر میں دیکھنا ضروری ہے۔ ہماری زندگی کے تمام معاملات کا حل اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی احادیث مبارکہ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقع پر اختلاف ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ فوت نہیں ہوئے اور اپنے اس مؤقف میں جذباتی نظر آئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کی ایک آیت تلاوت کی۔ مسئلہ کی وضاحت فرمائی تو عمر رضی اللہ عنہ قائل ہوگئے۔ خلافت و امارت کے سلسلہ میں اختلاف سامنے آیا، انصار نے خلافت کی آرزو کی، فرمان نبوی ''الائمة من قريش'' نے صحابہ کرام کے درمیان اختلاف کو ختم کر دیا اور خلعت خلافت قریش کے حصہ میں آئی۔

امت مسلمہ کے افتراق و انتشار کا سبب کتاب و سنت سے دوری ہے۔ نتیجتاً یہ خلیج بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ حالانکہ فی زمانہ ہر زبان میں قرآن کے تراجم وتفاسیر اور کتب احادیث کے مختلف زبانوں میں ترجموں نے ایک عام انسان کے لیے کتاب و سنت تک رسائی کو آسان بنا دیا ہے۔ اہل علم نے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق عوام الناس کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ محدث الامام الحافظ ابراہیم العسکری رحمہ اللہ کی کتاب ''مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ کتاب چونکہ عربی زبان میں تھی تو اس کا اردو ترجمہ اور احادیث کی علمی توضیح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے ''ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز'' نے خوبصورت انداز میں شائع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے فاضل دوست امان اللہ عاصم (آف شیخوپورہ) کو جنھوں نے اس عظیم کتاب کا سلیس اردو ترجمہ کر دیا تاکہ اُردو خواں طبقہ اس سے کامل طور پر مستفید ہو سکے، مزید برآں علمی تخریج اور مفید حواشی نے اس کتاب کو چار چاند لگا دیے ہیں، اور حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ نے اس پر نظر ثانی، تصحیح و تنقیح کا فریضہ انجام دیا۔ مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ و تفہیم کے سلسلہ میں درج ذیل امور کا خیال رکھا گیا ہے:

❁ ...اردو ترجمہ کے لیے ہم نے دار البشائر الاسلامیة بیروت کے مطبوعہ نسخہ کو سامنے رکھا ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ، مخطوطہ (یعنی قلمی نسخہ) کی بنیاد پر الدکتور عامر حسن صبری کی تحقیق و تخریج کے ساتھ؛ عیسوی سن 2006 میں شائع ہوا ہے۔

❁ ...تمام احادیث و آثار پر صحت و ضعف کے حوالے سے حکم بھی نقل کر دیا ہے۔ ہر حدیث پر علامہ ناصر الدین الالبانی اور الشیخ شعیب الارناؤط رحمہما اللہ کی تحقیق سے منقول حکم ذکر کیا ہے۔

❁ ...جن احادیث کی تخریج میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا حوالہ آیا ہے، ان احادیث پر صحیح ہونے کا حکم ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تمام روایات بالاتفاق صحیح ہیں۔

❁ ... ہر حدیث مبارکہ پر عنوان نقل کیا ہے۔ جو کہ مخطوطہ اور مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے۔

❁ ...ترجمہ کرتے وقت نہایت سلیس اور سادہ الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

❁ ... ہر صحیح حدیث کے متن کی مختصر توضیح بیان کر دی گئی ہے۔ جو روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں ...... جو کہ صرف تین یا چار ہیں...... ان روایات میں مذکور مسئلہ سے متعلق صحیح حدیث کو توضیح میں بیان کر کے مسئلہ کی حقیقت واضح کر دی ہے۔

❁ ...احادیث کی توضیح میں قرآن مجید کی آیات، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور معتبر کتب شرح و کتب فقہ سے

استفادہ کیا گیا ہے۔

❁ ... مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کتاب کے متعلق ضروری مباحث بھی شامل اشاعت کیے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

❁ ...امام ابواسحاق ابراہیم بن حرب العسکری السمسار رحمہ اللہ کا مختصر تعارف۔

❁ ... محدث امت، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف، ماخوذ وملخص از: سیرت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ [طالب ہاشمی رحمہ اللہ]

❁ ...مسانید ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (ہم نام اجزاء) کا تعارف.

❁ ...مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ [تالیف امام ابراہیم العسکری رحمہ اللہ] کا تعارف.

❁ ...مؤلف کی سند سے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات.

❁ ...مصنف کی طرف نسبت کی توثیق.

❁ ...مخطوطہ (قلمی نسخہ) کا تعارف.

❁ ...مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مخطوطہ (قلمی نسخہ) کی سند.

❁ ...کتاب کے آخر میں مراجع ومصادر کی مکمل فہرست بیان کر دی ہے۔

آخر میں ہم اپنے محسن اور مربی فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کے انتہائی شکر گزار ہیں جو اپنی مصروفیات کے باوجود ادارہ کی سرپرستی کر رہے ہیں، ان کی ترغیب، تشجیع اور اشراف کا ہی نتیجہ ہے کہ کتب حدیث زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ رہی ہیں اور ساتھ میں علمی و اصلاحی تقریظ تحریر کر کے ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ کثر اللّٰہ أمثاله فی العالم.

ممبران ادارہ جناب ابو یحییٰ محمد طارق جاوید، منصور سلیم، میاں سجاد، محمد ناظر سدھو، ظفر اقبال، محمد نادر، فیصل جاوید، فیصل خان، اسجد محمود منج، محمد عرفان، اختر علی، شوکت حیات، انتصار، عبدالوحید، زاہد حسین چھیپہ، محمد مشتاق، ماسٹر الطاف، عندلیب اور ادارہ کی مجلس شوریٰ جناب محمد شاہد انصاری، حاجی نوید آصف، شمشیر اشرف، محمد اکرم سلفی، مرزا ذاکر احمد اور ابوطلحہ صدیقی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ جن کے تعاون سے کتب حدیث کا کام جاری وساری ہے۔

جناب انکل ابو مؤمن منصور احمد، محمد رمضان محمدی اور محمد سلیم جلالی حفظہم اللہ (اسلامی اکادمی) کی تمام

کوششیں اللہ عزوجل اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، کیونکہ ان کے تعاون سے ان کتابوں کی اشاعت ہو رہی ہے۔

جناب ابوحفص محمد حسن خان صاحب نے دیدہ زیب و جاذب نظر کمپیوٹر ڈیزائننگ کی، اللہ تعالیٰ اُن کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللہ کے حضور سربسجود ہوکر دعا گو ہیں کہ وہ اس کتاب کو ہم گنہگاروں کی نجات کا ذریعہ بنائے کہ اس کی رحمت بے کنار ہے۔ اللہ عزوجل اس عظیم کام خدمتِ حدیث کو ہمارے، ہمارے والدین، دوست احباب اور ہمارے اساتذہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ.

وکتبہ

ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

رئیس: ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ يَهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ (آل عمران : 102)

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾

(النساء : 1)

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ (الأحزاب : 70، 71)

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ .

حدیث کی حیثیت قرآن والی ہے:

یہ موقف بالکل درست ہے، اٹل اور دوٹوک ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی وہی حیثیت ہے جو قرآن مجید کی ہے اور جس طرح قرآن مجید کے کسی ایک لفظ یا کسی ایک آیت کا منکر کافر ہوتا ہے اسی طرح رسول اکرم ﷺ سے ثابت کسی صحیح حدیث یا اس کے کسی ایک لفظ کا منکر کافر ہے۔ جس طرح قرآن مجید سے امر و نہی ثابت ہوتا ہے اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی احادیث سے بھی امر و نہی ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح قرآن مجید عقیدہ میں دلیل قطعی ہے اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث بھی عقیدہ میں دلیل قطعی ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: ((أَلَا اِنِّي أُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ .)) (سنن ابوداؤد، رقم : 4604)

مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں: ((اَلَا اِنِّي أُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ)) (مسند احمد: 16722) ''خبردار!

مجھے قرآن مجید اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔''

''خبردار'' حرف تنبیہ ہے۔ خبردار! یہ بات توجہ سے سنو اور اسے اپنے دل و دماغ میں بٹھالو اور اسے آگے پہنچادو، لوگوں کو بتادو کہ مجھے میرے رب تعالیٰ نے کیا دیا ہے۔ مجھے اپنے رب کی طرف سے کیا ملا ہے......؟ فرمایا کہ: ((أُوْتِيْتُ الْقُرَاٰنَ)) ''مجھے قرآن دیا گیا ہے۔'' ((وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ)) ''اور قرآن کے ساتھ ایک چیز اور بھی دی گئی ہے۔''

وہ بھی قرآن جیسی ہے۔ اس چیز میں اور قرآن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی جس طرح قرآن اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، اسی طرح وہ چیز بھی اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں دیں ہیں اور یہ بات تو قرآن مجید میں بھی ہے:

﴿ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ﴾ (النسآء : 113)

''اللہ تعالیٰ نے آپ (علیہ السلام) پر کتاب اور حکمت کو اتارا۔''

قرآن اور حدیث کا چرچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے:

قرآن و حدیث کا چرچا ابراہیم علیہ السلام کے دور سے ہوتا آ رہا ہے۔ انھوں نے بیت اللہ بنایا اور پھر گڑگڑا کر کچھ دعائیں کیں۔ ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی:

﴿ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾ (البقرۃ : 129)

''اے اللہ! اس سرزمین میں (میں نے یہ تیرا گھر بنایا ہے) اس قوم میں، ان لوگوں میں، ایک رسول بھیج۔''

جس کے بہت سے وظائف کے ساتھ ساتھ ایک وظیفہ یہ بھی ہو کہ:

﴿ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ﴾ (البقرۃ : 129)

''کہ وہ رسول انھیں قرآن اور حدیث کی تعلیم دے۔''

قرآن اور حدیث کا یہ ذکر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مختلف ادوار میں جاری رہا۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے چار چیزوں کی تعلیم دے دی ہے:

﴿ وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۝۴۸ ﴾ (آل عمران: 48)

ایک تورات کی، دوسری انجیل کی، تیسری قرآن کی اور چوتھی حدیث کی۔

انجیل کی تعلیم اس لیے کہ وہ ان کی اپنی کتاب ہے، جس کی دعوت پر وہ مکلّف تھے۔ تورات کی اس لیے کہ

ان کی قوم کے لیے احکام تورات کے تھے کہ جو ان سے قبل موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور قرآن و حدیث کی تعلیم اس لیے دی کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اُٹھالیا اور قیامت قائم ہونے سے قبل انھیں زمین پر بھیجے گا۔ اس وقت جو دور دورہ ہوگا وہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا اور کیفیت یہ ہوگی کہ دین تقریباً مٹ چکا ہوگا، مختلف مذاہب، مختلف فرقے، مختلف گروہ، مختلف پارٹیاں، اس دین کا حلیہ بگاڑ چکی ہوں گی۔ اس وقت اس دین کی تجدید کی ضرورت ہوگی تو اللہ رب العزت نے عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی قرآن و حدیث کی تعلیم دے دی تاکہ جب وہ قرب قیامت نازل ہوں تو قرآن و حدیث کے علم سے ان کا سینہ منور ہو اور وہ اس زمین پر قرآن و حدیث کو نافذ کریں۔ اس دین کے بگڑے حلیے کی اصلاح کریں اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قائم کردیں۔ تو گویا یہ قرآن وحدیث کا چرچا ہو رہا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کے مطابق دعائے ابراہیمی کے مطابق فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (النسآء : 113)

''اللہ تعالیٰ نے آپ (علیہ السلام) پر کتاب اور حکمت کو اتارا۔''

قرآن اور حدیث کا ایک جیسا اعتبار ہے:

اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ ''یہ حدیث جو قرآن کے ساتھ مجھے دی گئی ہے یہ قرآن جیسی ہے'' کا معنی یہ ہے کہ جو آئینی حیثیت قرآن کی ہے، وہی حدیث کی ہے۔ کیوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو برابر قرار دے رہے ہیں۔ ایک اور حدیث میں مزید صراحت ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کی کہ:

''عنقریب ایک وقت آئے گا کہ ایک شخص اپنی مسند سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا، اپنی کرسی پر متمکن ہوگا:

((يَاْتِيهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ)) (سنن ابوداؤد، رقم : 4605، سنن ابن ماجه، رقم : 13، سنن ترمذی، رقم : 2663)

''اس کے پاس میرا کوئی امر آتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ یہ قرآن میں تو نہیں ہے، ہمارے لیے قرآن کافی ہے۔''

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا جو امر و نہی ہے وہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا قرآن کا امر و نہی ہے۔ بلکہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ اس کو بتا دینا کہ:

((وَاِنَّ مَاحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِثْلُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ)) (سنن ابن ماجه، رقم : 12)

''جس چیز کو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) حرام کہہ دے وہ ایسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔''

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحلیل اور تحریم وزن کے اعتبار سے، ایمان کے وجوب کے اعتبار سے، اطاعت کے اعتبار سے، قبول کرنے کے اعتبار سے، وہی طاقت وزور رکھتی ہے جو قرآن کی تحلیل وتحریم کے اندر ہے۔

پرویزیت یہودیت کی پیداوار ہے:

میرے دوستو! یہ فتنۂ انکار حدیث اور فتنۂ پرویزیت، اس کے بارے میں میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ گروہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ ولیدۂ یہود ہے۔ میری تحقیق کے مطابق یہ یہودیوں کی فیکٹری سے نکلا ہے۔ یہودیوں کا پیدا کردہ ہے، یہ یہودیوں کی ذریت ہے۔

یہودی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں:

یہودی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ یہود اسلام کے خلاف بڑی سازشیں کرنے والی قوم ہے۔ جب رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جہادی یلغار سے یہودیوں کو سرزمین عرب سے نکال دیا گیا اور بیشتر علاقوں میں ان کی عورتیں مسلمانوں کی لونڈیاں بن گئیں، ان کا مال واسباب مسلمانوں کے لیے مال غنیمت بن گیا اور وہ سرزمین عرب سے نکال دیے گئے تو پھر یہ لوگ آرام سے نہیں بیٹھے۔ پھر ان کے شب وروز کا کام اسلام کے خلاف سازشیں، اسلام کے خلاف پلاننگ اور تدبیریں کرنا تھا۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ میدان جنگ میں ہم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے چنانچہ اپنے ان شیطانی عقول سے، شیطانی افکار سے، اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش کریں۔ یہ فتنہ ارتداد، فتنہ منع الزکوۃ، یہ سب یہود کی ہی سازش ہے۔ ان فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ بھی تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ یہودی جاہل قوم نہیں ہے، یہ پڑھی لکھی قوم ہے۔ اس لیے قرآن نے ان کو مغضوب کہا ہے جو غضب کے قابل ہے۔ غضب کا مستحق وہ ہوتا ہے جو پڑھا لکھا ہونے کے باوجود نہ ماننے اور عمل نہ کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا تھا:

﴿ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ﴾ (الصف : ٥)

''اے قوم والو! تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔''

وحی کی اقسام:

ان کے پاس علم تھا، انھیں یہ بات معلوم تھی کہ دین اسلام کی اصل بنیاد وحی ہے اور وحی کی دو صورتیں ہیں: قرآن مجید اور حدیث، وحی جلی اور وحی خفی، وحی متلو اور غیر متلو۔ قرآن مجید اصولی کتاب ہے جو اصول وضع کرتی

ہے ۔اس نے احکام و مسائل کی طرف اشارے کر دیے ۔اور اللہ تعالیٰ نے ان کا بیان اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دیا۔ چھوڑا اس طرح کہ وہ بھی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتائیں گے، آگاہ کریں گے ۔لیکن وہ بیان آپ اپنی زبان سے ان تک پہنچائیں اور اس بیان پر پورے دین کا مدار ہے ۔قرآن مجید اکیلی کتاب معاشرے کو نہیں چلاسکتی ہے ۔اللہ تعالیٰ نے ہمارا ایک امتحان رکھا ہے کہ قرآن کے ساتھ وحی خفی کے طور پر حدیث دی اور قرآن کی تفسیر اور وضاحت حدیث سے کروائی ۔سارا یہ معاملہ اتباع کا ہے اور اتباع کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہے ۔ چنانچہ یہودیوں کی یہ کوشش تھی کہ:

''ان کا ارتکاز صرف قرآن پر ہو جائے ۔ایسا تو ممکن نہیں ہے کہ حدیث کو بھی چھوڑ دیں اور قرآن کو بھی چھوڑ دیں۔لیکن ان کو یہ دعوت دی جائے ، یہ جراثیم ان کے اندر سرایت ہو جائیں کہ یہ قرآن کو تو نہ چھوڑیں لیکن حدیث کو چھوڑ دیں ۔''

دین کا اصل مدار حدیث پر ہے اور فرقہ پرستی اور بدعات کی اساس انکار حدیث پر ہے۔

فتنہ انکار حدیث اور روافض:

لہٰذا وہ باطل گروہ جو عالم اسلام کی صفوں میں داخل ہوئے ، ان تمام گروہوں کے مناہج کی بنیاد انکار حدیث تھی ۔روافض نے حدیث کا انکار کیا۔ان کا طریقہ واردات یہ تھا کہ جناب علی رضی اللہ عنہ اور بعض وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی ان کے ساتھ موالات اور دوستی ثابت ہے وہ پندرہ کے قریب ہیں، بس وہ صحیح ہیں باقی سب مرتد ہو گئے (نعوذ باللہ) ابوبکر صدیق ،عمر بن الخطاب ،عثمان غنی ، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم وہ ان سب کے ارتداد کے قائل ہیں ۔ جب وہ ان کا اسلام ہی قبول نہیں کرتے تو ان کے طریق سے آنے والی حدیثیں کیسے مانیں گے؟ چنانچہ انکار حدیث میں ان کا طریقہ واردات صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستے سے تھا کہ وہ رحیل اوّل ، وہ پہلا گروہ جس نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنیں ، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور اعمال کا مشاہدہ کیا ، حدیثوں کو روایت کیا ، اس گروہ ہی کو نہ مانو تاکہ نہ اس کو مانیں اور نہ اس کے طریق سے آنے والی حدیثوں کو مانیں ، اس طرح حدیثوں کا صفایا ہو جائے ، سنتوں کا انکار ہو جائے اور یہ پاکیزہ لوگ جنھوں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو دیکھا ، اپنے کانوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو سنا اور یہ دین کے محافظ ، دین کے راوی ، دین کے ناقل ، سارا دین ان ہی کے طریق سے آتا ہے ، جب ان کو ہی نہیں مانیں گے تو ان کے طریق سے آنے والی عام احادیث کا انکار خود ہی ہو جائے گا ، یہ ایک سازش تھی ۔

فتنہ انکار حدیث اور خوارج:

اس سے قبل ایک اور گروہ خوارج کا تھا۔ خوارج نے تحکیم کا بہانا بنایا اور شیخین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے علاوہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کے قائل ہو گئے کہ تحکیم قبول کر کے یہ سب کے سب کافر ہو گئے (نعوذ باللہ) جب تحکیم کے بعد ان کی تکفیر کے قائل ہوئے تو ان کے نزدیک ان کی روایتوں کی اور ان کی حدیثوں کی حیثیت ختم ہو گئی ۔ چنانچہ یہ دونوں فتنے یعنی روافض اور خوارج کی بدعات کی اساس انکار حدیث پر ہے۔ خوارج نے شیخین کے علاوہ سب کی احادیث کا انکار کر دیا اور روافض نے ان پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ جن کی موالات جناب علی رضی اللہ عنہ سے ثابت تھی ، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرویات کا انکار کر دیا اور وہ جو پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، ان کی بھی وہ احادیث لیں جو بقول ان کے اپنے ائمہ کی سند سے تھیں ، جن کے راوی ان کے اپنے ائمہ تھے۔ بقیہ محدثین نہیں ، بخاری اور مسلم ان کے ہاں محدث نہیں تو ان کی حدیثیں بھی نہیں لیں ، بلکہ جن کے راوی ان کے اپنے ائمہ تھے ان کی حدیثیں لیں اور ان تمام احادیث کی بنیاد وضع تھی۔ ان میں ایسے لوگ شامل تھے جو وضاع اور کذاب تھے۔ نتیجہ یہ کہ انھوں نے اپنی اس فکر کے ذریعے سے احادیث کو بالکل مطعون اور ملتبس کرنے کی کوشش کی ۔

تمام فتنوں کی جڑ یہودیت ہے:

یہ دین اسلام کے اولین فتنے تھے اور اگر آپ ان پر غور کریں گے ، ان کے جز و اور اصول دیکھیں گے تو یہ سب کے سب ولیدۂ یہود ہیں ، ان کی بنیاد میں آپ کو یہودی سازش ملے گی اور یہودیوں کو یہ معلوم تھا کہ مسلمانوں سے قرآن اور حدیث ہم نہیں چھین سکتے ، اگر ہم حدیث کو چھیننے میں کامیاب ہو گئے تو پورا دین ختم ہو سکتا ہے کیوں کہ اکیلا قرآن سارے مسائل حل نہیں کر سکتا۔ قرآن نماز نہیں پڑھا سکتا۔ یہ جو کہتے ہیں کہ نماز پڑھو؟ یہ قرآن نے بیان نہیں کیا۔ کتنی نمازیں ہیں ؟ قرآن نے نہیں بتایا ۔ طریقہ نماز کیا ہے ؟ قرآن نے نہیں بتایا۔ نماز شروع کہاں سے ہوگی ، ختم کیسے ہوگی ؟ قرآن نے نہیں بتایا۔

قرآن کہتا ہے زکوٰۃ دو، لیکن زکوٰۃ کی تفصیلات نہیں بتائیں ۔ اگر کسی کے پاس اونٹ ہیں تو کیا نصاب ہے؟ بکریاں ہیں تو کیا نصاب ہے؟ سونا اور چاندی ہے تو کیا نصاب ہے؟ درہم اور دینار ہیں تو کیا نصاب ہے؟ روپیہ پیسہ ہے تو کیا نصاب ہے؟ باغات ہیں ، کھیتیاں ہیں تو کیا نصاب ہے؟ اور اگر کھیتیوں کو پانی بارش سے دیا جائے تو اس کا کیا نصاب ہے؟ اور اگر ڈولوں کی مدد سے کھینچ کھینچ کر کھیتوں کو سیراب کیا گیا تو اس کا کیا نصاب ہے؟

قرآن نے یہ نہیں بتلایا۔ اکیلا قرآن نہ عبادت کو چلا سکتا ہے نہ معاملات کو چلا سکتا ہے۔ یہ سارے کا سارا کام حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی سنور سکتا ہے۔ اس لیے حدیث کو چھینو، انھیں گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

فتنہ انکار حدیث اور معتزلہ:

تیسرا فرقہ اس دور میں معتزلہ کا تھا۔ معتزلہ نے ایک عجیب طرح چھوڑی اور تفریق کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ بعض اوقات ہمارے سامنے ایسی حدیثیں آتی ہیں، جن کی بنیاد ایک راوی پر ہوتی ہے، یہ خبر واحد ہے اور بعض اوقات ایسی حدیثیں آتی ہیں، جن کے راوی پچاس، ساٹھ، ستر، اسی ہوتے ہیں۔ ان کی اصطلاح کے مطابق یہ خبر متواتر ہے۔ انھوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ خبر متواتر علم یقینی رکھتی ہے اور خبر واحد علم ظنی پر مشتمل ہے۔ لہٰذا ہم ظنون کو، شبہات کو، علم قرار نہیں دیں گے، وہ حدیث جو متواتر ہے، اسے ہم مانتے ہیں اور جو احاد ہیں، انھیں ہم نہیں مانتے۔ چنانچہ اس فرقے کی بنیاد بھی انکار حدیث ہے۔

خبر واحد پر عمل کی ایک مثال:

یہ سارے اصول لوگ دین پر ڈھاتے ہیں، لیکن کوئی شخص آ کر بتا دے کہ تمھارے گھر میں آگ لگ گئی تو بھاگے جائیں گے۔ اس کو نہیں کہیں گے کہ تم اکیلے ہو، خبر واحد ہے، ہم نہیں مانتے، اپنے گھر بھاگے جائیں گے کہ گھر جل نہ جائے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ ہمارے گھر جلنے کی خبر پچاس، ساٹھ، ستر، اسی راوی لے کر آئیں گے تو پھر ہم مانیں گے کہ گھر کو آگ لگ گئی ہے ورنہ ہم نہیں مانیں گے، نہیں! وہ نقصان اپنی ذات کو ہو رہا ہے، بھاگے جائیں گے، لیکن یہ سارا معاملہ دین کو کمزور کرنے کی سازش ہے۔

باطل فرقوں کا بدعات کے لیے استدلال:

آپ دیکھیں! ابتداء میں جس قدر گروہوں اور فرقوں نے جنم لیا، ان تمام کی بدعات کا استدلال قرآن سے تھا۔ چنانچہ جہمیہ، معطلہ، قدریہ، جبریہ، روافض، معتزلہ، متکلمین ان تمام نے جو بدعات اختراع کیں (تفصیلات آپ کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں) لیکن انھوں نے اپنی تمام بدعات کا سہارا قرآن کے ذریعے لیا، اس طرح کہ اپنی من مانی تاویلیں کیں۔ سلامتی والا راستہ یہ ہے کہ قرآن کو لو اور اس کو اس طرح سمجھو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا دیا ہے۔

حدیث ہی دین کی تکمیل ہے:

حدیث پورا دین ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی پیش کیا۔ آخری وقت آ گیا تو یہ فرما گئے کہ:

((تَـرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَينِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِما: كَتَابُ اللّٰهِ وَسنَّةُ رَسُوْلِهِ .))

(مؤطا مالك : 321/2، مشكوة ، رقم : 361، المستدرك للحاكم : 63/1)

''میں تمھارے بیچ دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ، جب تک ان دو چیزوں کو تھامے رہو گے، تمھیں دنیا کی کوئی طاقت گمراہ نہیں کر سکے گی ، ایک قرآن اور دوسری حدیث۔''

کتاب اللہ میں بھی اس چیز کی تکرار وارد ہے:

﴿ أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ (النسآء : 59)

''اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔''

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ ﴾ (آل عمران : 31)

''بتادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔''

﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ (النسآء : 59)

''لوگو! اگر تمھارے درمیان نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔''

''اللہ کی طرف لوٹادو'' یہ قرآن مجید ہے۔ اور ''رسول اللہ (ﷺ) کی طرف لوٹا دو'' یہ آپ ﷺ کی حدیث ہے۔ عمر بھر اسی چیز کی تکرار رہی کہ قرآن اور حدیث ہی دین ہے۔ لیکن ان گمراہ فرقوں نے حدیث کو چھوڑ کر جب اپنی عقل سے قرآن پر غور کیا تو گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

فتنہ انکارِ حدیث، قرآن کے خلاف سازش ہے:

لہٰذا فتنہ انکار حدیث ایک سازش ہے، نہ صرف یہ کہ حدیث کے خلاف بلکہ قرآن کے خلاف بھی، کیوں کہ قرآن کا فہم حدیث کا محتاج ہے۔ جب تم حدیث کو نہیں مانو گے تو گویا تم نے قرآن کو بھی نہیں مانا۔ اب خوارج نے حدیث کا انکار کر دیا ہے کہ شیخین کے علاوہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ہمارے نزدیک کافر ہو گئے۔ (نعوذ باللہ)

لہٰذا ہم کسی کی حدیث کو نہیں مانیں گے، انھوں نے قرآن کو بھی نہیں مانا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب خوارج کی خبر دی کہ ایک قوم پیدا ہونے والی ہے۔ فرمایا:

((يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ))

''وہ دین سے نکل جائیں گے۔''

((كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ))

''جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، واپس نہیں لوٹتا۔''

اور ساتھ ساتھ یہ فرمایا:

((وَيَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ وَلَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ))

(صحيح البخاری ، رقم : 6930، صحيح مسلم ، رقم : 2462)

''وہ قرآن کو پڑھیں گے، لیکن حقیقت یہ ہوگی کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔''

فہم قرآن، حدیث کا محتاج ہے:

حدیث کے بغیر قرآن کو ماننا، کیا ماننا ہے، یہ ماننا نہیں ہے۔ اگر حدیث کو نہیں مانا تو تم نے قرآن کو بھی نہیں مانا۔ کیوں کہ فہم قرآن، حدیث کا محتاج ہے۔ اس وقت تک قرآن صحیح معنوں میں سمجھ میں نہیں آ سکتا، جب تک ساتھ ساتھ حدیث نہ ہو، چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ کا وظیفہ نبوت کیا تھا:

﴿ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾ (النحل : 44)

''اے نبی (ﷺ)! ہم نے آپ کو بھیجا ہے تا کہ جو وحی آپ کی طرف آرہی ہے، اسے کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کریں۔''

یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کا وظیفہ ہے۔ قرآن بیان کرتا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ﴾ (الانعام : 114)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے آپ (ﷺ) کی طرف کتاب اُتاری۔''

''مُفَصَّلًا'' سے منکرین حدیث کا دھوکہ اور اس کا صفایا:

بیشتر منکرین حدیث اپنی جہالت کی بنیاد پر اس آیت سے دھوکا کھاتے ہیں، اور دیتے ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مفصل اتار دی، اس لیے کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت کا یہ ترجمہ نہیں ہے، یہ ترجمہ جہالت کی بنیاد پر کیا گیا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ﴾

بھئی یہ کیا ترکیب ہے؟ جس ترکیب کے مطابق عام پرویزی اس کا ترجمہ کرتے ہیں، وہ موصوف صفت والا ترجمہ کرتے ہیں، یہ کتاب مفصل ہے، جب کتاب مفصل ہے تو پھر کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ صاف کہہ دیتے ہیں۔ لیکن بتاؤ یہ موصوف صفت ہے؟ یہ ترکیب توصیفی ہے، آپ جانتے ہیں کہ ترکیب توصیفی میں

دونوں جز موصوف اور صرف آپس میں مطابق ہوتے ہیں اور مطابقت چار چیزوں میں ہوتی ہے، جن میں سے ایک تعریف اور تنکیر کی بھی ہے۔ اب ''الْكِتَابَ'' معرفہ ہے۔ ''مُفَصَّلًا ''نکرہ ہے۔ معرفہ کی صفت نکرہ نہیں ہو سکتی، لہٰذا یہ ترکیب توصیفی نہیں ہے، جب ترکیب توصیفی نہیں ہے تو پھر اس کا ترجمہ ترکیب توصیفی والا نہیں ہوگا۔ ترکیب میں مفصلًا ، الکتاب سے حال ہے۔ اب ترجمہ کرو:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا﴾

''اللہ وہ ذات ہے جس نے آپ (ﷺ) کی طرف کتاب اتاری، اس حال میں کہ اس کتاب کی تفصیل بھی بیان کر دی گئی ہے۔''

معنی یہ کہ کتاب اور چیز ہے اور اس کی تفصیل اور چیز ہے۔ یہ تمھارا ترجمہ تمھارے جہل کی بنیاد ہے، جو غلط ہے۔ یہ ترکیب توصیفی نہیں ہے، بلکہ یہ حال ذوالحال ہے، اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اتاری اس حال میں کہ اس کتاب کی تفصیل بھی اللہ تعالیٰ نے کی۔ بیان کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی دلیل صریح ایک اور مقام پر ہے:

﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ ۝﴾ (ھود: 1)

''یہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم ہیں، پھر ان آیتوں کی تفصیل کی گئی۔''

وہ تفصیل کس کی طرف سے ہے؟ ﴿مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ﴾

''وہ بھی اللہ حکیم وخبیر کی طرف سے ہے۔'' یعنی ایک کتاب ہے اور ایک اس کی تفصیل ہے، کتاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کی تفصیل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ لہٰذا یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اس کی تفصیل بیان کرنا لوگوں کے سامنے پیش کرنا، یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا وظیفہ ہے۔ چنانچہ یہ بات اچھی طرح ثابت ہوتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی تفصیل کی۔ اس کی تفسیر خود بیان کر دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ دس آیتیں اترتیں:

((وَاَصحابُ رسول اللّٰه ﷺ لَمْ يُجَاوِزُوهَا حَتّٰى يَتَعَلَّمُوا مَا فِيْهَا مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمِلِ)) (فتاوٰی ابن تیمیه: 1308/3)

''اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت تک آگے نہ بڑھتے جب تک ان دس آیتوں کا علم وعمل اللہ تعالیٰ کے پیغمبر (ﷺ) سے حاصل نہ کر لیتے۔''

یہ علم دینے والا اللہ کا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم)۔عمل بتانے والا اللہ تعالیٰ کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آخری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ:

((فَتَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ وَالْعِلْمَ وَالْعَمَلَ جَمِيْعًا))

(الاتقان : 468/2 عن ابن مسعود ایضًا، فتاوٰی ابن تیمیة : 331/13)

''ہم نے قرآن اور قرآن کا علم اور اس پر عمل تینوں چیزیں اکٹھی حاصل کیں۔''

اس کا معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے قرآن مجید کی تفصیل اور تفسیر کی۔ اس کا ایک شاہد یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے:

((اَقَامَ عَلٰى حِفْظِ "الْبَقَرَةِ" ثَمَانَ سَنَوَاتٍ)) (التفسیر والمفسرون : 7/2)

''صرف سورۃ البقرۃ کے حفظ کرنے پر انھیں آٹھ سال لگ گئے۔''

ان کا حافظہ کمزور نہیں تھا کہ آٹھ سال میں سورۃ البقرۃ یاد کی۔ بلا کے ذہین تھے، بلا کا حافظہ تھا، آج ہمارا بچہ بھی چند ماہ میں سورۃ البقرہ کا حافظ بن جاتا ہے، ان کا جو حفظ تھا اور تعلم تھا وہ تفسیر اور امر کے ساتھ ساتھ تھا یعنی سورۃ البقرۃ کو یاد رکھنے، اسے سیکھنے، اس کا علم حاصل کرنے پر آٹھ سال لگے۔ کیوں کہ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت جو سب سے زیادہ احکام پر مشتمل ہے، وہ سورۃ البقرۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سورۃ کو سیکھنے اور یاد کرنے میں آٹھ سال کا عرصہ لگا، یہ بھی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تفسیر لیا کرتے تھے۔ طبرانی میں ایک روایت موجود ہے، اس سے بھی صراحت ہوتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ:

((أنّ عُمَرَ قَالَ ثُمَّ إنّ مِنْ آخِرِ مَا نَزَلَ آيَةُ الرِّبٰو وَتَوَفّٰى رسولُ اللّٰه قَبْلَ انْ يُفَسِّرُها)) (مسند احمد: 49/1، رقم : 350، تفسیر طبری : 75/3)

''قرآن مجید کی جو آخری آیت اتری، احکام کے لحاظ سے وہ سود کی آیت تھی اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اس آیت کی تفسیر بیان کرنے سے قبل ہی فوت ہو گئے۔''

اس میں دلیل ہے کہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آیت کی تفسیر کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے لی، لیکن احکام میں جو آخری آیت نازل ہوئی، وہ آیت ربا تھی اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفصیل بیان کرنے سے قبل ہی فوت ہو گئے۔ اس میں کوئی نقص باقی نہیں رہا وہ آیت واضح تھی، اس میں کوئی ابہام ہوتا یا تفصیل طلب کوئی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسے بیان کیے بغیر نہ چھوڑتے، لیکن وہ بات واضح تھی، البتہ اس میں دلیل ہے کہ اللہ کے

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آیت کی تفسیر کی۔

قرآن کی تفسیر کا معاملہ انتہائی نازک اور حساس ہے:

قرآن کی تفسیر کا معاملہ سب سے زیادہ نازک اور حساس ہے۔ امام مسروق رحمہ اللہ ایک تابعی گزرے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ:

''قرآن کی تفسیر کرنے والے چوکنے اور محتاط ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، کیوں کہ قرآن کی تفسیر روایت ہے خالق کائنات کی طرف سے یہ کوئی کھیل یا مذاق نہیں ہے۔''

جس طرح اس کو منکرین حدیث اور پرویزیوں نے کھیل بنا دیا ہے۔ من مانی کی تفسیریں کر کے اور من مانے مطالب بیان کر کے اسے ایک معمہ بنا دیا ہے۔ یہ قرآن کا مقام نہیں۔ قرآن کی تفسیر کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

((اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الکِتَابَ والَّلبَنَ)) (مسند احمد، رقم: 16867)

''مجھے اپنی اُمت پر دو خطرے ہیں۔ ایک خطرہ قرآن کے بارے میں ہے دوسرا خطرہ دودھ کے بارے میں ہے۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''قرآن کا خطرہ کیا ہے، اور دودھ کا خطرہ کیا ہے؟'' فرمایا: کہ قرآن کا خطرہ یہ ہے کہ:

((يَتعَلَّمَهٗ الْمُنافِقُوْنَ ثُمَّ يُجَادِلُوْنَ بِهٖ الَّذِيْنَ آمنُوا)) (مسند احمد، رقم: 16867)

''اس اُمت کے منافق، اس اُمت کے بعض بے ایمان لوگ، قرآن کو اپنی خواہشات کے مطابق سیکھیں گے اور سیکھنے کے بعد اس قرآن کو لے کر، اس کی آیتیں پڑھ پڑھ کر مومنین سے جھگڑیں گے۔''

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ان پرویزیوں پر مکمل فٹ ہو رہی ہے، جو قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر جھگڑتے ہیں اور بحثیں اور مناظرے کرتے ہیں، اس کے صحیح فہم کے ساتھ نہیں بلکہ من مانی تاویلوں کے ساتھ۔ فرمایا کہ یہ خطرہ تو قرآن کے بارے میں ہے۔ اور دوسرا خطرہ دودھ کے بارے میں یہ ہے کہ لوگ دودھ کے جانور بکریاں، اونٹنیاں، گائے وغیرہ میں مشغول ہو جائیں گے۔ ریوڑ ہوں گے، ان کو لے کر نکل جائیں گے۔

((فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ الْجَمَاعَاتِ وَيَتْرُكُونَ الجُمُعَاتِ)) (مسند احمد، رقم: 16867)

''نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعتوں سے غیر حاضر ہوں گے اور جمعہ چھوڑتے جائیں گے۔''

یہ دودھ کا خطرہ ہے کہ کاروباروں میں اس قدر منہمک ہوں گے کہ کاروبار پھیل جائیں گے، ان کے پھیلاؤ

کو سنبھالنے کے لیے وہ باہر نکلیں گے، جب وہ باہر نکلیں گے تو جماعتیں بھی چھوٹیں گی، جمعہ بھی رہ جائیں گے۔ فرمایا یہ خطرہ ہے دودھ کا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((هَل تَعْرِفُ مَايَهْدِمُ الإِسْلَام؟ زِلَّةُ الْعَالِمِ، وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بالكِتَابِ، وَحُكْمُ الْائمةِ الْمُضِلّيْنَ)) (سنن دارمی، رقم: 214)

''کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کو گرانے والی کون سی چیزیں ہیں؟ عالم کی ٹھوکر، منافقین کا قرآن لے کر جھگڑنا اور گمراہ حکام۔''

اسلام کیسے منہدم ہوتا ہے یا اسلام کی عمارت کیسے گرتی ہے؟ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں:

ایک ہے:

((زِلّة الْعَالِم)) ''عالم کی ٹھوکر۔''

دوسری چیز:

((وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بالكِتَابِ))

''اس اُمت کے بعض منافقین قرآن کی آیتیں لے لے کر جھگڑا کریں گے۔''

تیسری بات:

((اَئِمَّةُ مُضِلّيْنَ))

''گمراہ حکام کا حکم، ان کے فیصلے، ان کی قرار دادیں۔''

فرمایا کہ یہ بھی دین اسلام کو ڈھانے والی ہیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تفسیر قرآن کا کیا مقام ہے؟ یہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔ یہ بڑی احتیاط کا کام ہے، یہ ایک بڑا حساس عمل ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص گیا اور کہا کہ ﴿فَاكِهَةً وَّ اَبًّا﴾ قرآن کی ایک آیت ہے، اس کی تفسیر کیجیے!

تو آپ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت میں سب سے افضل ہیں، انھوں نے فرمایا کہ:

((اَيُّ سَمَآء تُظِلنى وَاَىُّ اَرْضٍ تُقِلُّنِىْ اِنْ قُلْتُ فِى الْقرآنِ بالرَّأي))

(الاتقان فی علوم القرآن 304/1، الإحكام فی اصول القرآن لابن الجصاص)

''اگر میں قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کر دوں، تو مجھے بتاؤ کہ کون سا آسمان ہے جو مجھ پر سایہ کرے

گا اور وہ کون سی زمین ہے جو مجھ کو پناہ دے گی۔''

یعنی یہ مسئلہ بڑا احساس ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے ثقہ صحابی ہیں، ان کا قول ہے:

((قال سَتَجِدُوْنَ اَقْوامًا يَدْعُونَكُمْ اِلٰى كتابِ اللّٰه وَقَدْ نَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ))

(سنن الدارمی ، رقم: 143، جامع بیان العلم وفضلہ: 193/2)

''ایک دور آئے گا، کچھ گروہ پیدا ہوں گے، جن کی دعوت صرف قرآن کی طرف ہوگی اور ان کا اپنا حال یہ ہوگا کہ وہ خود قرآن کو اپنی پشتوں کے پیچھے پھینک چکے ہوں گے۔''

عمل کی قبولیت کی بنیاد فہم قرآن ہے:

ایسے لوگوں کو قرآن کا فہم ہی نہیں ہوگا، جن کی باتیں اپنے مفاد میں ہوں گی، ان کو لے لیں گے، باقی کو چھوڑ دیں گے۔ جب قرآن کا صحیح فہم ہی نہیں ہوگا تو عمل کیا ہوگا؟ عمل ہوتا ہے صحیح فہم کی بنیاد پر۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بڑا تاریخی قول ہے:

((اِنَّهُ سَيَأتِى نَاسٌ يُجَادِلُونَكُم بِشُبُهاتِ الْقرآنِ فَخُذُوْهُمْ بِالسُّنَنِ فإنَّ اَصْحَابَ السُّنَنِ أعْلَمُ بِكِتَابِ اللّٰه)) (سنن الدارمی ، رقم: 119)

میرے دوستو! کچھ لوگ تمھارے پاس آئیں گے، تم سے قرآن کے ذریعے جھگڑیں گے۔ قرآن پڑھ کر اپنی مرضی کے مفہوم بیان کر کے تم سے اختلاف کریں گے، جھگڑیں گے، مناظرے کریں گے۔ تم ان کو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے پکڑنا۔

ایک اہم نکتہ: اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ:

میں اصل میں ایک اہم نکتے کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ انکار حدیث کا فتنہ دین کے خلاف، حدیث کے خلاف اور قرآن کے خلاف سازش ہے۔ قرآن مجید اتنی مقدس اور عظیم کتاب ہے کہ اس کی تفسیر بڑی احتیاط کا تقاضا کرتی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ یقیناً آپ کہیں گے کہ شرک سے بڑا گناہ ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایک گناہ اور بھی ہے جو شرک سے بھی بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر چار گناہوں کا ذکر کیا ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝﴾ (الاعراف: 33)

''کہ اللہ تعالیٰ نے فواحش، معصیت اور گناہوں کو حرام کیا ہے۔ دوسرے نمبر پر وَ الْبَغْیَ سرکشی کو حرام کیا ہے۔ یعنی فواحش سے بڑا گناہ سرکشی ہے۔ اور تیسرے نمبر پر فرمایا کہ شرک کو حرام کیا ہے یعنی سرکشی سے بڑا گناہ شرک ہے اور چوتھے نمبر پر فرمایا کہ ''تم اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی چیز منسوب کرو جس کو تم جانتے ہی نہیں۔''

بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنا، یہ شرک سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر کوئی بات کہنا یہ بڑی صریح اور ٹھوس دلیل کے ساتھ ہو۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو یہ شرک سے بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

﴿وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝﴾ (الحاقة : 44-47)

''اگر ہمارا پیغمبر (علیہ السلام) اپنی کوئی بات ہماری طرف منسوب کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بات ہے، تو ہم دائیں ہاتھ سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اُٹھا کر کھینچ لیں گے اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شہ رگ کاٹ کے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیں گے۔''

اللہ تعالیٰ پر کوئی بات بغیر علم کے کہنا بہت بڑا گناہ ہے۔ مجھے ضمناً ایک بات یاد آئی۔ میں نے بعض مساجد میں دیکھا ہے کہ ایک ہیڈنگ اوپر قائم کی ہوئی ہے، نیچے دس بارہ مقفّٰی و مسجع جملے لکھے ہوئے ہیں کہ:

''میرے بندے! تو میری طرف آ کر تو دیکھ، کرم کی انتہا نہ کر دوں تو پھر کہنا۔''

کرم کی انتہا کیا ہے؟ اس انتہا کو تم کیسے جانتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے یہ کہاں فرمایا ہے؟ قرآن میں کہاں ہے؟ حدیث میں کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ پر بغیر علم کے کوئی بات کہنا شرک سے بڑا گناہ ہے۔ یعنی یہ بڑا سنگین معاملہ ہے۔

حدیث کا انکار ہی قرآن کا انکار ہے:

اب میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ جو لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں، وہ قرآن کو بھی نہیں مانتے۔ قرآن کا بھی حق ادا نہیں کرتے۔ چنانچہ اپنی بات منانے کے لیے وہ قرآن میں اپنی مرضی کی من مانی تاویلیں کرتے ہیں، نتیجہ یہ کہ حدیث کا انکار تو کر ہی دیا۔ نہ قرآن کو مانا نہ دین کو مانا۔ یوں آہستہ آہستہ دین کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ اب قرآن کی طرف آیئے! اس کی تفسیر کا مقام آپ نے سن لیا۔ امت کے بعض مشاہیر کے قول آپ نے سن لیے کہ قرآن کی تفسیر کا معاملہ کتنا گھمبیر ہے اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ یہ سب باتیں آپ نے سن لیں جو میں نے شروع میں دعویٰ کیا کہ حدیث کے بغیر قرآن پر عمل نہیں ہوسکتا۔

صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور ایک سوال کیا۔ انھوں نے جواب دیا تو وہ کہتا ہے کہ جو آپ نے حدیث بتائی ہے مجھے اس کا جواب قرآن سے بتاؤ؟ تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "اِنَّكَ رَجُلٌ اَحْمَقُ" "تم احمق آدمی ہو" جو قرآن کی شرط لگا رہے ہو۔ پھر اس سے پوچھا کہ تم بتاؤ تم نے ابھی ظہر کی چار رکعت پڑھیں۔ یہ قرآن میں کہاں ہے؟ قراءت سری تھی، امام نے قراءت بالجہر نہیں کی۔ یہ سری قراءت قرآن میں کہاں ہے؟ تم نے نماز تکبیر تحریمہ سے شروع کی۔ تکبیر تحریمہ قرآن میں کہاں ہے؟ تم نے سورۃ فاتحہ پڑھی یہ قرآن میں کہاں ہے؟ تم نے ایک رکعت میں ایک رکوع کیا، دو سجدے کیے۔ قرآن میں یہ کہاں ہے؟ تم نے نماز سلام پھیرنے سے ختم کی یہ قرآن میں کہاں ہے؟ اس کو زچ کر دیا کہ تم نے یہ کیا تماشا بنا رکھا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دین کی فکر تو یہی تھی کہ جو کچھ حدیث ہے، وہی قرآن ہے۔ جو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہی اللہ تعالیٰ کا فرمودہ ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النسآء: 80)

"جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے گا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔"

ایک عورت ام یعقوب، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا کہ رات تم نے ایک مسئلہ بیان کیا۔ میں نے پورا قرآن دیکھا مجھے کہیں نہیں ملا۔ مجھے قرآن سے بتاؤ وہ کہاں ہے؟ تم نے کہا کہ:

((لَعَنَ اللّٰهُ لْوَاشِمَاتِ وَالْمُوْتَشِمَات والمتَنَمِّصاتِ والمُتفلّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰه))

"ان سب عورتوں پر اللہ کی لعنت جو اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال جوڑتی ہیں تاکہ بال لمبے ہو جائیں، حسن میں اضافہ ہو جائے اور وہ عورتیں جو اپنے گال چھدوا کر اس میں سرمہ بھرواتی ہیں، نقش و نگار کرتی ہیں تاکہ خوبصورتی پیدا ہو جائے۔ اور متنمصات وہ عورتیں جو اپنے بھنویں کے بال ترشوا کر باریک کرتی ہیں تاکہ خوبصورتی میں اضافہ ہو۔ اس عورت نے کہا کہ میں اپنے گھر گئی رات بھر نہیں سوئی۔ میں نے قرآن اوّل تا آخر پورا کا پورا کھنگال مارا مجھے یہ کہیں نہیں ملا۔ تم بتاؤ تم نے یہ کہاں سے لے لیا۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ جب تم قرآن دیکھ رہی تھی تو تمھارے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں گزرا:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: 7)

"جو چیز تمھیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) دے وہ لے لو اور جس چیز سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) روکے اس سے رُک جاؤ۔"

کہاں ہاں! یہ آیت میں نے پڑھی ہے۔فرمایا کہ پھر تم گواہ رہو میں نے اپنے ان دو کانوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے۔(صحیح البخاری ، رقم : 8486)

قرآن اور حدیث دونوں اللہ تعالیٰ کی وحی ہیں:

معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کا یہ فرمان گو حدیث ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ ہی کا امر ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے علی الاطلاق بغیر کسی قید کے، بغیر کسی استثناء کے واضح اعلان کر دیا کہ جو چیز تم کو رسول (ﷺ) دے وہ لے لو اور جس سے روکے رُک جاؤ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے دی ہے یہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کا امر ہے میں نے ان دو کانوں سے سنا ہے۔یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذہن یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کا جو فرمان ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہی کا امر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی وحی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا آرڈر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کا منصب یہ بیان کیا ہے:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ ﴾ (الاحزاب : 45-46)

اور آگے ایک چھوٹا سا حرف ہے ﴿ بِاِذْنِهٖ ﴾ وہ داعی جن کو اپنی دعوت پر اللہ تعالیٰ کا پورا اذن حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اللہ تعالیٰ کا امر حاصل ہے۔ چنانچہ وہ جو بات فرمائیں گے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی بات ہے، ان کا فرمودہ اللہ تعالیٰ ہی کا فرمودہ ہے، ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، قرون اولیٰ میں بھی یہی فکر تھی۔

ایک اعرابی حج کر رہا تھا احرام کی حالت میں ہے لیکن احرام اس کا قمیص کی شکل میں ہے، قمیص سلی ہوئی تھی، عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ، تابعین میں سے ایک محدث ہیں۔انھوں نے دیکھا تو اس کو کہا کہ تم عجیب آدمی ہو تم نے سلا ہوا کپڑا پہنا ہوا ہے! احرام میں تو ان سلی چادر ہوتی ہے، وہ کہتا ہے کہ:

((إِيتِنى بِشَىءٍ مِنْ كتابِ اللّٰه تَنْزِعُ هٰذا))

”اے عبدالرحمٰن! اگر یہ قمیص اتروانی ہے تو قرآن کی آیت پیش کرو، صرف تمھارے کہنے سے نہیں اتاروں گا۔“

عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں کہ احرام کی حالت میں قمیص نہیں پہننی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ:

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ (الحشر : 7)

”جو چیز تمھیں پیغمبر (ﷺ) دے وہ لے لو اور جس چیز سے پیغمبر (ﷺ) روکے اس سے رُک جاؤ۔“

اس نے کہا کہ اس میں قمیص کا ذکر کہاں ہے، حج اور احرام کا ذکر کہاں ہے؟ کہا کہ اس بات سے متفق ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے کہ جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) دیں وہ لے لو۔ کہا کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ پھر کہا کہ "حدثنی فلان .... عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَايَلْبَسِ المحرِمُ القميصَ "محرم احرام کی حالت میں قمیص نہ پہنے۔"

(صحيح البخاری ، رقم :5794)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) دے وہ لے لو۔ معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث اللہ تعالیٰ ہی کا امر ہے، حدیث اور قرآن اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ تم قرآن کو مانو، حدیث کو نہ مانو۔ کس جواز پر؟ قرآن بھی اللہ تعالیٰ کا امر، حدیث بھی اللہ تعالیٰ کا امر، قرآن بھی اللہ تعالیٰ کی وحی، حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی وحی، ایک وحی کو مانو ایک کو نہ مانو۔ کس جواز کے تحت؟ جب کہ حال یہ ہے کہ قرآن کو ثابت کرنے والی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ جب وحی اُترتی تو کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ کیا اُتر رہا ہے اور جب فرشتہ وحی دے کر چلا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ آج جو وحی اُتری ہے، یہاں لکھو۔ بعض اوقات وحی آتی وہ حدیث ہوتی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سنا دیتے۔ یہ تفریق اور تمیز اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان نے کیا ہے۔ میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ فتنہ انکار حدیث پورے دین کے ساتھ ایک سازش ہے۔ میں نے بات تھوڑی سی طویل کی۔ قرآن کی تفسیر کے حوالے سے یہ ثابت کیا کہ قرآن کی تفسیر کا معاملہ بڑا گھمبیر اور بڑا احتیاط طلب معاملہ ہے۔

انکار حدیث کی بنیاد بے علمی پر مبنی ہے:

اللہ تعالیٰ پر بلا علم کوئی بات کہنا اور بلا علم اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنا سب سے بڑا گناہ ہے اور انکار حدیث کی بنیاد اسی معصیت اور اسی گناہ پر ہے، منکرین حدیث پوری زندگی اسی گناہ میں ملوث ہیں۔ حدیث کو نہیں مانتے، قرآن کی من مانی تاویلیں کرتے ہیں، مرضی کی تفسیریں کرتے ہیں، شب و روز اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں باندھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہی نہیں۔ ان کے پورے مذہب کی بنیاد اسی نحوست پر ہے۔ قرآن کی تفسیر کا یہ معاملہ نہیں ہے۔ چنانچہ آؤ! کچھ آیتیں سامنے رکھو، نظام عبادت کو لے لو، خرید و فروخت کو لے لو، شادی بیاہ کو لے لو، تجارت کے احکام کو لے لو، کھانے پینے کے معاملات کو لے لو، قرآن نے ان تمام چیزوں کو ذکر کیا ہے، اشارے دیے ہیں، قانون قائم کیے ہیں، لیکن وہ تفصیلات جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نے بیان کی ہیں جب تک وہ ساتھ نہیں ہوں گی، قرآن چل ہی نہیں سکتا۔ یا تو حدیثوں کو مانو یا پھر ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وہ باتیں منسوب کرو جو تم جانتے ہی نہیں اور یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ شرک سے بڑا گناہ بھی یہی ہے۔

اذان قرآن سے ثابت کرو:

علم جب تک قرآن اور حدیث سے نہیں ہوگا تب تک بات بنے گی نہیں ، اب دیکھیں مثلاً عبادات کو لے لیں ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ (الجمعة : 9)

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے لیے ندا اور اذان ہو تو بھاگو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف۔''

ہمارا سوال باقی ہے کہ جمعہ کیا ہے؟ جمعہ کی رکعات کیا ہیں؟ کتنی ہیں؟ یہ سارے معاملات ، یہ سوال ان پر قائم ہیں کہ ثابت کرو جمعہ کیا ہے؟ لیکن سب سے بڑی بات یہاں پر یہ ہے کہ یہاں جس اذان اور ندا کا ذکر ہے اس سے کیا مراد ہے ۔ حدیث نے تو ہمیں بتا دیا کہ اذان یہ ہے جو اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور لا الٰہ الا اللہ پر ختم ہوتی ہے ۔ پانچوں نمازوں کے وقت ہوتی ہے ۔ جمعہ کے دن بھی ہوتی ہے ، قرآن نے اس ندا کی تفسیر بیان نہیں کی ۔ یہ اذان کیا ہے؟ یہ ندا کیا ہے؟ اس کا مطلب کیسے بیان کرو گے؟ جب تک حدیث کا سہارا نہیں لو گے جمعہ کی اذان بن ہی نہیں سکتی یا پھر اپنی مرضی کی کہو یا حدیث کو مانو یا مرضی کی تاویل کرو ۔ مرضی کی تاویل کیا کرو گے وہ گمراہی کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتی ۔

سنت چھوڑی ڈھول مسلط ہو گیا:

جب اذان نہیں تھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم سوچتے تھے کہ ہم کیا کریں ۔ نماز کے اوقات کی اطلاع کیسے دیں؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوچ دیکھو ، کسی نے کہا آگ جلاؤ ، اور کسی نے کہا کہ نصاریٰ کا ناقوس لے لو ۔ عقل پر جاؤ گے تو ایسی چیزیں سامنے آئیں گی ۔ اس کی مثال ہمارے ملک میں بھی موجود ہے ۔ سحری کی اذان لوگ نہیں مانتے ، کہیں ہوتی ہے تو لوگ جھگڑے کرتے ہیں ، اختلاف کرتے ہیں ، یہ اذان کیا ہے؟ یہ کہاں سے آ گئی؟ ہم نہیں مانتے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا یہ دی کہ رمضان کے مہینے میں سحری کے وقت افضل ترین گھڑیوں میں جب اللہ تعالیٰ آسمان اوّل پر ہوتا ہے اور پکارتا ہے اور ندائیں کرتا ہے ان گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ نے مراثیوں اور بھانڈوں کو اس قوم پر مسلط کر دیا کہ وہ طبلے اور ڈھول لے کر گلی گلی پیٹتے پھر رہے ہیں اور قوم خوش ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے دین سے اعراض کرو گے تو ایسی نحوستیں اور پھٹکاریں اور لعنتیں تم پر قائم رہیں گی اور کیا خوب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اذان سحری کو قبول کر لیا جائے ۔ اس میں کیا رکاوٹ ہے؟ اس میں کیا برائی تھی ۔ تو ہمارا یہ سوال قائم ہے کہ قرآن میں جمعہ کی جس ندا کا ذکر ہے ، اس سے کیا مراد ہے؟ قرآن نے تو واضح نہیں کیا کہ ندا کیا ہے؟

یہ اذان کیا ہے؟ یا حدیث کا سہارا لو یا من مانی تاویل کرو۔

”كَمَا عَلَّمَكُمْ“ یہ تعلیم قرآن سے دکھاؤ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (البقرۃ: 238، 239)

نمازوں کی حفاظت کرو، صلوٰۃ وسطیٰ کی حفاظت کرو۔ چنانچہ حفاظت سے کیا مراد ہے؟ نمازیں کیا ہیں؟ صلوٰۃ وسطیٰ کیا ہے؟ یہ سب ہمارے سوال تم پر قائم ہیں۔ طریقہ نماز کیا ہے؟ تعداد نماز کیا ہے؟ سری نماز کون سی ہے؟ جہری نماز کون سی ہے؟ کیوں ہے؟ رکوع کتنے ہیں؟ سجدے کتنے ہیں؟ یہ تمام چیزیں حدیث سے آپ کو ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ﴾ ”اگر تم پر خوف اور ڈر ہو......“ ڈر کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً سیلاب پیچھے لگا ہوا ہے، کسی علاقے میں سیلاب آ گیا ہے، پانی چل رہا ہے اور آپ اس سے بچنے کے لیے بھاگ رہے ہیں، گھنے جنگل میں آپ موجود ہیں اور کوئی درندہ آپ کے پیچھے لگ گیا، اس کے خوف سے آپ بھاگ رہے ہیں، اسی دوران اگر آپ کو محسوس ہو کہ نماز کا ٹائم جا رہا ہے تو آپ بھاگتے بھاگتے نماز شروع کر دیں۔

﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ ﴾ ”اگر عالم خوف ہو۔“ کیفیت خوف ہو تو نماز پڑھو رِجَالًا دوڑتے ہوئے اور اَوْ رُكْبَانًا اور سوار ہو تو پڑھو دوڑ رہے ہو تو پڑھو، پیدل ہو تو پڑھو، قبلہ سامنے ہو تو پڑھو، نہ ہو تو پڑھو، لیکن نماز کا وقت فوت نہ ہو، آگے کیا فرمایا: ﴿ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ﴾ ”جب تم امن میں آ جاؤ۔“ خوف ختم ہو جائے تو پھر اپنی مرضی کی پڑھنی ہے۔ نہیں فرمایا کہ: ﴿ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ ﴾ ”پھر تم پر یہ فرض ہے کہ بالکل وہ نماز پڑھو کہ جو تم کو سکھا دی گئی ہے۔“

اب یہ نص قرآن ہے یعنی قرآن نے یہ اعلان کیا ہے کہ نماز تمھیں سکھائی گئی ہے۔ کہاں ہے بتاؤ! قرآن کا امر تو آ گیا کہ پھر تم نے وہ نماز پڑھنی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو تعلیم دی ہے وہ تعلیم کہاں ہے؟ پورے قرآن میں کہیں نہیں ہے۔ نماز کیسے پڑھنی ہے؟ نمازیں کتنی ہیں؟ شروع کیسے کرنی ہیں؟ ختم کیسے کرنی ہے؟ طریقہ رکوع کیا ہے؟ طریقہ سجدہ کیا ہے؟ سجدہ کن اعضاء پر ہوگا؟ قرآن نے کہیں نہیں بتلایا۔ یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز کی تعلیم دی ہے۔ نص قرآنی ہے کہ امن میں جب آ جاؤ تم پر فرض ہے کہ وہی نماز پڑھنی ہے جو قرآن نے سکھائی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے، وہ کہاں تعلیم دی؟ اب یا تو من مانی کی تاویل کرو ﴿ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''بغیر علم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرو جو کر رہے ہو'' یہ تمھاری جرأت اور جسارت ہے اور یا پھر سیدھا سادھا عافیت کا راستہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بڑی توجہ کے ساتھ اور بڑی تاکید کے ساتھ نماز کی تعلیم دی اس کو حاصل کرو۔ قرآن قدم قدم پر محتاج ہے میرے پیغمبر ﷺ کی حدیث کا اس لیے کہ وہ بھی وحی اور یہ بھی وحی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پوری وحی میں دین کا فہم رکھا ہے۔ اگر وحی کو آدھا کرو گے تو دین کا فہم بھی آدھا رہ جائے گا۔ بالکل ایسا ناقص ہوگا کہ آپ کہیں چل ہی نہیں سکتے۔ آپ کے معاملات، آپ کے شادی بیاہ آپ کے ترکہ اور میراث کے مسائل چل ہی نہیں سکیں گے۔

ترکہ کی وجہ سے غارت گری کا سدباب از حدیث:

دیکھیں میراث کا مسئلہ آگیا۔ میراث تو فرض ہے نا؟ ہم اس میں غافل ہیں۔ ہم لوگ ترکہ نہیں بانٹتے۔ اللہ کے بندو! یہ بڑا گناہ ہے۔ میراث کی تقسیم فرض ہے۔ کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کا مال موجود ہو تو اس کے ورثاء میں اس کا مال فوراً بانٹ دو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ﴾ (النسآء : 7)

''والدین یا رشتہ دار مال چھوڑ کر جائیں تو مردوں کو بھی حصہ ملتا ہے عورتوں کو بھی حصہ ملتا ہے، مال تھوڑا ہو یا زیادہ۔''

ان کا ترکہ سو روپے ہو یا کروڑ روپے ہوں ان میں تقسیم ہوگا۔ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اور آگے فرمایا:

﴿نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۝﴾ (النسآء : 7) ''یہ فرض حصہ ہے۔''

اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مرنے والا مر جائے، اس کی موت ثابت ہو جائے اور یہ بھی ثابت ہو کہ اس کا مال بھی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ اس کے رشتہ دار بھی ہیں، جو اس کے وارث ہیں اس کا بیٹا یا اس کی بیٹی یا اس کی بیوی یا اس کی ماں یا اس کا باپ موجود ہیں، جب یہ تین چیزیں ثابت ہو جائیں تو نص قرآنی کا تقاضا یہ ہے کہ ورثہ تقسیم ہو جائے گا۔ مرنے والے کی موت ثابت ہو جائے اور وارثوں کی حیات ثابت ہو اور اس کا ترکہ موجود ہو۔ قرآن نے یہ تین چیزیں بتائی ہیں، ورثہ تقسیم کر دو۔ اس میں اگر حکم عام کو لے لو تو بڑی پریشانیاں ہوں گی، بڑے پھڈے ہوں گے، ایسی کئی مثالیں آپ کو ملیں گی اور اب بھی ملتی ہیں، بڑے بڑے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں کہ بیٹا اپنے باپ کو قتل کر دیتا ہے کہ باپ مرنے کا نام ہی نہیں لے رہا، یہ مرے تو مجھے اس کا مال

ملے ۔ مال کی خاطر بھائی بھائی کو مارے گا، باپ بیٹے کو مارے گا، بیٹا باپ کو مارے گا ۔ قرآن کا تقاضا یہی ہے کہ مال لے لو، بیٹا باپ کو مار دے وہ مال چھوڑ گیا ۔ اس کو ترکہ دے دو ۔ کم از کم قرآن کے فہم سے یہ بات واضح ہوتی ہے ۔ لیکن یہ سارے بند باندھنے والی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کی حدیث ہے ۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے قواعد بیان کیے اپنی طرف سے نہیں بلکہ:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ ﴾ (النجم : 3-4)

''اللہ تعالیٰ کے پیغمبر (ﷺ) اپنی خواہش سے کبھی نہیں بولتے، اللہ تعالیٰ کی وحی سے بولتے ہیں ۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَرِثُ الْقَاتِلُ الْمَقْتُوْلَ))

''قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوسکتا ۔''

اور سنن ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں:

((لَيْسَ لِلْقَاتِلِ شَيْءٌ)) ''قاتل کے لیے ترکہ میں سب کچھ بھی نہیں ۔'' (سنن ابوداؤد : 4564)

فتنہ کا سد باب ہوا کہ نہیں؟ اگر یہ قاعدہ نہ ہوتا تو قتل و غارت گری کی وہ مثالیں ملتیں جن کا آپ تصور بھی نہ کر سکتے ۔ یہ تحفظ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کی حدیث نے فراہم کیا ہے اور قرآن مجید کے وہ احکام جن میں عموم مترشح ہو رہا تھا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے ان میں خصوص پیدا کیا کہ ٹھیک ہے ورثہ وارثوں کو دو، لیکن اگر وارث مقتول کا قاتل ہے، اگر وہ میت کا قاتل ہے تو وہ اس کے مال کا وارث نہیں ہوسکتا، کتنا بڑا سلامتی کا قاعدہ ہے ۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اگر مرنے والا مسلمان ہے اس کا بیٹا کافر ہے، کافر اپنے مسلمان باپ کا وارث نہیں ہوسکتا ۔''

(صحیح مسلم ، رقم : 1614)

یہ مال کفار کے پاس نہیں جائے گا یہ بڑی سلامتی اور عافیت کا راستہ ہے ۔ یہ کیسے کیسے قواعد ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کی احادیث سے دین کی بہاریں سامنے آتی ہیں ۔

اگر بیٹیاں دو ہوں تو پھر؟

میں کہتا ہوں کہ حدیث کے بغیر گاڑی چل ہی نہیں سکتی ۔ قرآن نے بیان کیا کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے ورثاء میں سے بیٹا کوئی نہیں، صرف بیٹیاں ہیں وہ ترکہ کس طرح بٹے گا؟ قرآن میں یہ بات موجود ہے

اورقرآن نے وہ ترکہ یہ کہہ کر بانٹ دیا کہ ''اگر بیٹی ایک ہی ہے تو اس کو آدھا مال دے دو، اگر دو سے زیادہ ہیں تو ان کو دوتہائی مال دے دو۔'' (النساء:۱۱) سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیٹیاں اگر دو ہوں تو کیا کریں؟ حالانکہ قرآن اس بارے میں خاموش ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی مرنے والے کی دو ہی بیٹیاں ہوں۔ اب قرآن سے دلیل لاؤ۔ اس کو کیا حصہ دو گے؟ اگر حدیث کے بغیر دو گے تو ﴿ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ یہ شرک سے بڑا جرم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک صحابی سعد بن ابی ربیع رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ! میرا شوہر فوت ہو گیا ہے اور دو بیٹیاں چھوڑ گیا ہے۔ ایک نہیں دو سے زائد نہیں بلکہ دو بیٹیاں چھوڑ گیا ہے اور سارا مال ان بیٹیوں کے چچا کے پاس ہے۔ انھوں نے مال دبا لیا تھا، اب ان بیٹیوں کا کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''ان دو بیٹیوں کو بھی دو تہائی مال ملے گا۔''

اب یہ نص قطعی آ گئی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کا فرمان آ گیا۔ اب یہ دین بن گیا۔ لیکن اب اگر یہی بات ہم اپنی رائے سے کہہ دیں تو ﴿ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ کا جرم ہے، جو بڑی لعنت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کی حدیث نے اس مسئلے کو حل کیا۔ جہاں قرآن خاموش تھا وہاں حدیث میں صراحت کر کے، وضاحت کر کے بات کو مکمل کر دیا۔ تو اللہ کے بندو! عبادات ہوں، معاملات ہوں، ترکہ اور میراث کے معاملات ہوں، حدیث کے بغیر گاڑی نہیں چل سکتی۔

سزا کے لیے چوری کی مقدار:

اگر اسلامی حکومت ہو اور آپ اللہ تعالیٰ کی حدیں قائم کرنا چاہیں، حدود اللہ کا نفاذ ہو تو کوئی چور چوری کر کے آ جائے۔ قرآن کہے گا:

﴿ وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا ﴾ (المائدۃ: 38)

''چور مرد ہو یا عورت ہو ان کا ہاتھ کاٹ دو۔''

قرآن نے قاعدہ بیان کر دیا کہ ان کا ہاتھ کاٹ دو۔ کون سا کاٹیں؟ دایاں کاٹیں یا بایاں ہاتھ کاٹیں؟ کہاں سے کاٹیں؟ قرآن خاموش ہے۔ اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟ جب تک اللہ کے دین سے فیصلہ نہیں کرو گے تب تک بات نہیں بنے گی یا اپنی عقل سے بولو گے تو قرآن کی زد میں آؤ گے ﴿ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ پر قول باندھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اب بتاؤ! کیا فیصلہ کرنا ہے؟ چوری کے مال کی تحدید کرنی ہے یا

نہیں؟ ایک شخص اونٹنی چوری کرتا ہے۔ اس کا ہاتھ کاٹو گے؟ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ ہاتھ کٹے گا۔ قرآن نے مال کی تقیید نہیں کی کہ مال کم ہو زیادہ ہو۔ ایک درہم ہو، یا دو درہم ہوں یا سو درہم ہوں، تقیید نہیں کی۔ جتنا مال چاہے چوری کر لے ایک دو آنے ہوں یا ایک کروڑ روپیہ ہو، اس کا ہاتھ کٹے گا۔ قرآن کا عموم یہی کہتا ہے کہ ہاتھ کٹے گا۔ کہاں سے؟ دایاں ہاتھ کٹے گا یا بایاں؟ قرآن خاموش ہے۔ یہ ساری تقییدات آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ملیں گی، کہ کم از کم اتنا مال ہوگا تو ہاتھ کٹے گا ورنہ نہیں۔ یعنی ربع دینار۔ حدیث میں آتا ہے کہ دایاں ہاتھ کٹے گا اور حدیثیں موجود ہیں کہ کلائی سے کٹے گا۔ کیوں کہ ہاتھ اگر آپ لغتاً دیکھیں گے تو اس کا اطلاق کندھے سے بازو تک ہوسکتا ہے۔ حدیث کے بغیر کہو گے تو ﴿وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کی زد میں آؤ گے۔ اگر آپ کہیں کہ اتنے مال میں کٹے گا اتنے میں نہیں کٹے گا تو وہ بھی ﴿وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کی زد میں آؤ گے اور اگر حدیثوں کو لاؤ گے جو اللہ کے پیغمبر ﷺ کے مبارک فرامین ہیں اور آپ ﷺ کا جو نظام تعزیرات ہے اس کو ساتھ رکھو گے قرآن بھی ہے، حدیث بھی ہے تو مسئلہ بالکل سورج کی طرح واضح ہوگا۔ کوئی اشکال نہیں ہوگا۔ یعنی نظامِ حدود حدیث کے بغیر نہیں چل سکتا۔

کیا رضا مندی کی تجارت حلال ہے؟

اسی طرح تجارت لے لو، معاملات لے لو، خرید و فروخت لے لو۔ قرآن نے تجارت کا ذکر کیا فرمایا:

﴿لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ (النسآء : 29)

''لوگوں کا مال ناحق مت کھاؤ۔ ہاں مال کھاؤ لوگوں کا مگر طریق تجارت سے، جو تمھاری رضا مندی سے ہو۔''

اب قرآن نے قاعدہ بیان کر دیا کہ تجارت سے مال کھا سکتے ہو اور ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ وہ تجارت فریقین کی باہمی رضا مندی سے ہونی چاہیے۔ سودا خریدنے والے اور بیچنے والے کی رضا سے ہونا چاہیے۔ بس بات ختم ہو گئی۔ ایک اور مقام پر فرمایا کہ:

﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرة : 275)

''اللہ نے ہر بیع کو حلال کیا ہے اور ہر سود کو حرام کیا ہے۔''

اس کا معنی یہ ہوا کہ ہر بیع جو باہمی رضا مندی سے ہے وہ حلال ہے، اس سے مال کھا سکتے ہیں۔ اب میں آپ کو کتنی مثالیں دوں بیسیوں مثالیں دے سکتا ہوں کہ عرب میں باہمی رضا مندی سے کئی تجارتیں موجود تھیں،

جن سے اللہ کے پیغمبر ﷺ نے روک دیا۔ قرآن نے نہیں روکا۔ قرآن نے ایک قاعدہ بیان کر دیا کہ تجارت سے مال کھا سکتے ہو، بس تجارت میں ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ تجارت دونوں فریقوں کی رضامندی سے ہونی چاہیے۔ ایسی کئی تجارتیں ہیں جو عرب میں موجود تھیں اور فریقین کی رضامندی سے ہوتی تھیں۔

بیع ملامسہ باہمی رضامندی سے ہوتی تھی:

بیع ملامسہ کی حدیثوں میں کئی اقسام مذکور ہیں۔ بیع ملامسہ کی شکل یہ ہوتی تھی کہ میں آپ کے پاس آیا، آپ کی کپڑے کی دکان ہے، کپڑے کے تھان پڑے ہیں۔ ہم میں یہ طے پا گیا کہ دس ہزار روپیہ دوکاندار کو دے دو۔ اور گاہک کی آنکھوں پر پٹی باندھ لو۔ میری آنکھوں پر پٹی باندھ لو اور میں بند آنکھوں سے کپڑے کے تھانوں کو ہاتھ لگاؤں گا، جس جس تھان کو ہاتھ لگا لیا سب کے سب میرے اور یہ دس ہزار روپیہ تمھارا، یہ سودا وہاں موجود تھا۔ باہمی رضامندی سے موجود تھا۔ بہ اطلاق قرآن یہ سودا جائز ہے، مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سودا باطل ہے۔ اس میں کتنے نقصانات ہیں؟ فریقین میں سے کوئی نہ کوئی شخص خسارے کا متحمل ہوسکتا ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ میرا ہاتھ صرف چار تھانوں پر لگے تو چار تھانوں کی قیمت دس ہزار روپیہ نہ ہو۔ میں نقصان میں جاؤں گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ میرا ہاتھ سو تھانوں پر لگ جائے تو سو تھان کہاں اور دس ہزار کہاں! یہ اس کا نقصان ہے۔ شریعت کہتی ہے کہ یہ سودا باطل ہے۔ بہ نص قرآن اس میں کوئی قباحت نہیں۔ لیکن بیان مصطفیٰ ﷺ جو اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، اس نے بتایا کہ سودے کی یہ صورت باطل ہے۔

بیع حبل الحبلہ:

رسول اللہ ﷺ نے بیع حبل الحبلۃ سے منع کر دیا: ((نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبْلِ الْحَبلةِ)) (صحيح البخاری، رقم: 2134) جاہلیت میں ایک سودے کی قسم باہمی رضامندی سے ہوتی تھی۔ حبل الحبلہ کی بیع کہ اپنا یہ اونٹ مجھے دے دو یا اونٹنی مجھے دے دو اور میں اس کے بدلے میں جو میری فلاں اونٹنی ہے جب وہ بچہ جنے گی اور وہ بچی جو اس اونٹنی کی پیدا ہوگی وہ حاملہ ہوگی اور جنے گی تو میں تمھیں اس کی قیمت کے عوض وہ بچہ دے دوں گا۔ یہ کتنا مجہول سودا تجارت ہے اور فریقین کی رضامندی بھی ہے۔ اب یہ سودا قرآن کی رُو سے جائز ہوتا ہے اور فریقین کی رضامندی بھی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کر دیا۔

بیع منابضہ:

شریعت نے بیع منابضہ سے روکا ہے۔ بیع منابضہ کی شکل یہ ہے کہ یہاں پیسے رکھ دو اور وہ سامنے جو تھان

پڑے ہیں یا جو مال پڑا ہے، پتھر اُٹھا اُٹھا کر مارو جس مال کو تمھارا پتھر لگے گا، وہ سارے کا سارا تمھارا۔ اس سودے میں ان کی رضامندی موجود تھی ۔ شریعت نے کہا کہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کی حدیثیں موجود ہیں ۔

بیع عینہ:

بیع عینہ سے شریعت نے روکا ہے ۔ حالانکہ یہ سودا بھی ان کی باہمی رضامندی سے ہوتا تھا۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے روکا ۔ بیع عینہ کیا ہوتی ہے؟ مثلاً مجھے پیسے کی ضرورت ہے میں آپ کے پاس آ گیا، پیسہ آپ کے پاس نہیں ہے، گاڑی ہے ۔ میں کہوں کہ جی گاڑی مجھے دے دو ۔ مثلاً گاڑی کی قیمت ہے دس ہزار روپیہ اور میں کہوں کہ یہ بیس ہزار کی مجھے دے دو ۔ آپ نے دے دی، یہ بیس ہزار کب دو گے؟ سال کے بعد! اب میں بیٹھے بیٹھے آپ سے کہوں کہ بھائی یہ گاڑی مجھ سے آٹھ ہزار کی خرید لو۔ چنانچہ آپ وہ آٹھ ہزار دیں اور وہ گاڑی مجھ سے لے لیں، مجھے پیسہ مل گیا ضرورت پوری ہوگئی اور میں آپ کا بیس ہزار کا مزید مقروض ہوگیا۔ وہ میں نے آپ کو دینا ہے یہ بیع عینہ ہے ۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے آج تک کتنی نمازیں پڑھیں؟ اللہ کے پیغمبر ﷺ کے ساتھ کتنے حج کیے؟ کتنے عمرے کیے؟ کتنے روزے رکھے؟ کتنے صدقے دیے؟ میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ سب کے سب برباد ہو چکے ہیں ۔ زید کانپ اُٹھے کہ یہ کیسے؟ تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے فلاں سودا کیا؟ زید نے کہا جی ہاں ۔ فرمایا وہ تو بیع عینہ ہے ۔ اس سے اللہ کے پیغمبر ﷺ نے روکا ہے اور حرام مال کھانے سے یہ حج یہ روزے یہ نمازیں یہ صدقے یہ زکاتیں سب کی سب برباد ہو جاتی ہیں ۔ بیع عینہ کا سودا عرب میں باہمی رضامندی کی بنیاد پر موجود تھا ۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اس سے روکا، اس کو باطل قرار دیا ہے ۔ اس طرح بیسیوں مثالیں یہاں دی جا سکتی ہیں ۔ قرآن نے تو کہہ دیا کہ تجارت باہمی رضامندی کی بنیاد پر ٹھیک ہے لیکن اس کی ساری صورتیں جو عرب معاشرے میں موجود تھیں اور باہمی رضامندی پر قائم تھیں اور بیوع ان کا نام تھا ۔ ان وجوہات کو آپ جانتے ہیں تو بتایئے! یہ نظام تجارت حدیث کے بغیر چلے گا؟

جزیہ تک قتال:

قرآن اپنی تفسیر کے لیے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی حدیث کا محتاج ہے اور اس طرح کی بے شمار مثالیں کتب حدیث میں موجود ہیں ۔ مثلاً: جہاد کو لے لیجیے:

﴿ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ (التوبة : 29)

”تم لڑو ان سے جو کافر ہیں اور اس وقت تک قتال کرتے رہو جب تک وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا قبول نہ کرلیں۔“

اس وقت تک لڑتے رہو۔ اب یہاں کیا بتایا گیا ہے یعنی قواعد بیان ہو رہے ہیں کہ لڑتے رہو جب تک وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا قبول نہ کرلیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن حکیم کے اس مقام کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قتال اس وقت تک کرو جب تک کہ وہ جزیہ نہ دیں، لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں ایک شخص سے آپ قتال کر رہے ہیں، لڑ رہے ہیں اور وہ کہہ دے کہ بھئی میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ جزیہ دو گے تو چھوڑ دوں گا۔ میں تمھارا قبول اسلام نہیں مانتا۔ کیا یہ بات درست ہے؟ یہ صراحت کہاں سے آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((اُمِرتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشھَدُوا انْ لَّا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ))

(صحیح البخاری ، رقم : 25)

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتل کروں جب تک وہ میرے دین کو قبول نہ کرلیں۔“

یہ پہلی صورت ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ جزیہ دینے سے قبل اگر وہ اسلام قبول کرلیں، کلمہ پڑھ لیں تو ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔ قرآن نے قاعدے بیان کیے ہیں، لیکن اجمال ہے۔ تفصیلات اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہیں کہ ایک صورت جزیہ کی ہے اور ایک صورت قبول اسلام کی ہے۔ اگر لڑتے لڑتے وہ کلمہ پڑھ لیں، اسلام قبول کرلیں تو بھی ان کو چھوڑ دو، معاف کردو۔ آپ غور کریں عبادات کا معاملہ ہو، تجارات کا معاملہ ہو، شادی بیاہ کا معاملہ ہو، حدیث کے بغیر کام نہیں چلے گا۔

محرمات:

اسی طرح قرآن نے محرمات بیان کیے۔ ماں سے نکاح نہ کرو، بیٹی سے نکاح نہ کرو، اور بیوی کے تعلق سے کہا کہ بیوی کی بہن سے نکاح نہ کرو، ایک نکاح میں دو بہنیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اگر بیوی کے اور رشتہ دار منع ہوتے تو قرآن ان کا اشارہ کرتا۔ لیکن قرآن نے چند محرمات کو ذکر کر کے آگے صاف کہہ دیا کہ:

﴿ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ ﴾ (النسآء : 24)

”اس کے بعد جو بھی ہے وہ حلال ہے۔“

لیکن اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اور خواتین کا ذکر کیا کہ بیوی کی خالہ۔ کیا آپ بیوی کی خالہ سے نکاح کر

سکتے ہیں؟ اگر صرف قرآن کو سامنے رکھتے ہو تو کر سکتے ہو۔ بیوی اور اس کی پھوپھی۔ ایک عورت نکاح میں ہے تو کیا اس کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے؟ اگر صرف فہم قرآنی ہو تو جائز ہے، لیکن قرآن اور حدیث دونوں مل کر مکمل دین بنتے ہیں۔ بعض محرمات کا ذکر قرآن نے کر دیا اور بعض کا ذکر اللہ کے پیغمبر کی حدیث نے کر دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ:

((نَهَى النَّبِي ﷺ اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَالْمَرْأَةُ وَخَالَتُهَا))

(صحيح البخاری ، رقم : 5111)

''اللہ کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے روک دیا کہ ایک شخص ایک عورت اور اس کی خالہ سے یا ایک عورت اور اس کی پھوپھی سے نکاح کرے۔''

حلال اور حرام اشیاء:

کھانے پینے کے معاملے میں قرآن کہتا ہے کہ کہہ دو کہ سارے مردار حرام ہیں:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ (المائدة : 3)

''تم پر سارے مردار حرام ہیں۔''

آپ مچھلی کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟ قرآن نے تو سارے مرداروں کو حرام کہہ دیا ہے۔ مچھلی کھاؤ گے یا نہیں کھاؤ گے؟ دنیا کھا رہی ہے۔ حرام کھا رہی ہے یا حلال کھا رہی ہے؟ قرآن نے کہا ہے کہ سارے مردار حرام ہیں۔ ہاں! میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((اُحِلَّتَ لَنَا مَيْتَتَانِ: اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ)) (سنن ابن ماجه ، رقم : 3218)

''ہمارے لیے دو مردار حلال ہیں: ایک مچھلی، دوسرا ٹڈی۔''

یہ دونوں ہمارے لیے حلال ہیں اور پوری دنیا کھا رہی ہے۔ مچھلی کھا رہی ہے۔ سمندر سے ملے جس حال میں ملے سب کھا رہے ہیں۔ مچھلی باہر بکتی ہے اور وہ مردار ہوتی ہے۔ نص قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نہ کھاؤ کہ مردار حرام ہے۔ کیوں کھاتے اور کھلاتے ہو؟ کھانے پینے کا معاملہ ہو، خرید و فروخت کا معاملہ ہو، اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بغیر بات چل نہیں سکتی اور اگر اپنی مرضی سے کہو گے کہ مچھلی حلال ہے تو پھر ﴿وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کی زد میں آؤ گے۔ ''یہ کہ اللہ تعالیٰ پر وہ بات کیوں ہو جو تم نہیں جانتے۔'' علم صرف قرآن اور حدیث کا نام ہے اور کچھ نہیں۔ چنانچہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ان مسائل کو واضح کیا گیا، ان مسائل کو حل کیا

گیا۔قرآن نے ایک مقام پر بیان کیا کہ:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (الانعام: 145)

''کسی کھانے والے پر چار چیزوں کے سواء کسی اور چیز کو حرام نہیں پاتا۔ایک مردار ہے، دوسرا خون ہے رگوں میں چلنے والا، تیسرا خنزیر ہے اور چوتھا وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا، غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔''

فرمایا کہ ان چار چیزوں کے علاوہ میں کسی اور چیز کو حرام نہیں پاتا، یہ قرآن کا بیان ہے۔پھر کتا کھالو، کیوں کہ کتے کا ذکر نہیں ہے۔کتے کی حرمت کہاں سے لاؤ گے؟ اپنی عقل سے لوگے تو یہ ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

دین دونوں چیزوں سے مل کر مکمل ہوتا ہے:

اگر اللہ کے پیغمبر ﷺ کی حدیث سامنے ہوگی، سارے مسائل حل ہیں۔کچھ چیزوں کا ذکر قرآن نے کردیا، کچھ کا حدیث نے کیا۔وہ بھی اللہ کا امر ہے، یہ بھی اللہ کا امر ہے۔دین جو ہے وہ ان دو چیزوں کے ساتھ مل کر مکمل ہوتا ہے۔تو میں نے آپ کو عبادات سے، معاملات سے، شادی بیاہ سے، ترکہ اور میراث سے، طعام اور شراب سے، یہ کچھ مثالیں دیں ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ غور کرتے جائیں گے تو ایسی ہزاروں مثالیں آپ کو قرآن سے ملیں گی، جن کی تاویلیں یہ لوگ اپنی عقل اور خواہشات سے دن رات کرتے ہیں۔مرضی کی نمازیں بناتے ہیں، مرضی کی اذانیں دیتے ہیں، مرضی کے کھانے کھاتے ہیں، مرضی کے بیاہ کرتے ہیں، سارے کام اپنی عقل پر موقوف ہیں اور یہ سب کیا ہے؟ ﴿وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ شرک سے بڑا گناہ ہے۔حدیث کو چھوڑنے سے یہ سب سے بڑی نحوست اور پھٹکار ان پر مسلط ہے کہ یہ لوگ دن رات سب سے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔حدیثوں کو چھوڑ کر گمراہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خلق کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو یہ ایک سازش ہے۔

قرآن اور حدیث دونوں وحی الٰہی ہیں:

قرآن و حدیث صحیح اور مکمل دین ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن اُتارا، حدیث اُتاری اور قرآن و حدیث کے ذریعے اپنی حجت کو تمام کردیا۔قرآن بھی وحی ہے اور حدیث بھی وحی ہے۔حسان بن عطیہ کا قول ہے کہ:

((اِنَّ جِبْرَائِيْلَ كَانَ يُنْزِلُ عَلَيْهِ السُّنَّةَ كَمَا كَانَ يُنْزِلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ))

''جبرائیل امین (علیہ السلام) جس طرح اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن لے کر آتے تھے، اسی طرح اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیثیں بھی لے کر آتے تھے۔''

چنانچہ حدیث بھی وحی ہے، قرآن بھی وحی ہے اور دونوں کی قوت تشریعی اعتبار سے، آئینی اعتبار سے بالکل مساوی ہے۔ جس طرح قرآن کا منکر کافر ہے اس طرح حدیث کا منکر بھی کافر ہے، جس طرح قرآن پر ایمان لانا فرض ہے، اس طرح حدیث پر ایمان لانا بھی فرض ہے اور دونوں کی طاقت اور قوت میں فرق نہیں ہے۔ جو فرق شریعت نے رکھے ہیں وہ یہ ہے کہ قرآن کو وحی متلو کہا گیا ہے، کیوں کہ قرآن مجید کی تلاوت نماز میں ہوتی ہے۔ نماز میں آپ کھڑے ہو گئے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ قرآن کی تلاوت کریں۔ یہ قرآن کی شان ہے، ٹھیک ہے! لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حدیث اس تعلق سے بھی پیچھے نہیں ہے، آپ رکوع میں کیا پڑھتے ہیں، سجدے میں آپ کیا پڑھتے ہیں؟ سجدے میں تو نص آگئی۔ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے میں قرآن پڑھنے سے روک دیا۔ تشہد کہاں سے آیا؟ احادیث سے۔ جس طرح نماز میں قیام کی حالت میں آپ قرآن کی قراءت کرتے ہیں، لیکن بہت سی دعائیں بہت سے اوراد حدیث کے بھی ہیں۔ قرآن کی تلاوت کا اجر و ثواب ہے کہ ایک حرف کی دس نیکیاں ہیں اور حدیث مبارکہ چونکہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، الفاظ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور قرآن بھی اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہونے کے تعلق سے اس کی قراءت کا ثواب ہے۔ ایک ایک حرف کی دس نیکیاں ہیں، بڑے بڑے فضائل ہیں، لیکن حدیث تشریعی اعتبار سے ہے اور نماز میں قراءت کے لحاظ سے کسی طرح سے پیچھے نہیں ہے۔ عقیدہ، عمل، قول، فضائل، احکام میں دونوں کی طاقت اور قوت مساوی ہے۔ جس طرح قرآن دلیل قطعی ہے، اسی طرح حدیث بھی دلیل قطعی ہے۔ اللہ ہمیں صحیح دین کا فہم عطا فرمائے اور قرآن اور حدیث پر صحیح معنی میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

مختصر دراسۃ الکتاب:

زیر نظر کتاب ''مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ'' انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور کے سلسلہ خدمۃ الحدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کڑی ہے، جو کہ عظیم محدث الامام الحافظ ابراہیم العسکری رحمہ اللہ کی تالیف لطیف ہے۔

اس مسند میں مؤلف نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ بعض احادیث جمع کر دی ہیں۔ ترقیم (نمبرنگ) کے اعتبار سے آخری حدیث کا نمبر: 99 ہے۔ لیکن حدیث نمبر: 57 کے دو حصے ہیں، لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ یہ

کتاب 100، احادیث و آثار پر مشتمل ہے۔ دراصل اس کتاب کا ایک حصہ مفقود ہے۔ اس کتاب میں امام ابواسحاق ابراہیم بن حرب العسکری رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ احادیث جمع کی ہیں، جن کا انہوں نے اپنے اساتذہ سے سماع کیا ہے۔ اس لیے یہ بہت تھوڑی تعداد ہے، حالانکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پانچ ہزار تین سو سے زائد احادیث مبارکہ بیان کی ہیں۔

اس مسند میں مؤلف نے اکثر احادیث عالی اسناد کے ساتھ روایت کی ہیں۔ اور سند عالی کے ساتھ روایت بیان کرنا محدثین کو بہت زیادہ محبوب تھا۔

اس مسند کی صرف چار احادیث (34، 43، 47، 98) سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔ بلکہ ان میں سے حدیث نمبر: 43، اپنے متن ومفہوم کے اعتبار سے صحیح ہے۔ باقی تمام احادیث بالکل درجہ صحت تک پہنچی ہوئی ہیں۔

آخری کلمات:

صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ محدثین نے دین حنیف کی جو خدمت کی ہے جو شخص بھی اس پر نظر ڈالے گا اس پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ علم وحکمت کا منبع سنت نبوی ہے اور اس کی حجیت سے انکار بلاشبہ جہالت و سفاہت ہے، اس لیے کہ علم وحکمت کی حجت کا منکر سوائے نادان اور بے عقل کے کون ہوسکتا ہے، نیز دیکھنے والے پر یہ امر بھی واضح ہوجائے گا کہ جس طرح یہ علم وحکمت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، اسی طرح علماء امت بھی اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں جس کی اتباع کی برکت سے ایسے علماء پیدا ہوئے، ورنہ علماء یہود اور عیسائیوں کے رہبان اور تمام امتیں مل کر اگر بخاری اور مسلم جیسا ایک حافظ حدیث پیش کرنا چاہیں تو نہیں پیش کرسکیں گی۔ اس قسم کے ائمہ دین، دین اسلام کا معجزہ ہیں اور جو علم ان حضرات کو عطا ہوا وہ بلاشبہ کرامت الٰہیہ ہے۔ محدث دورقی کی یہ عظیم الشان مسند درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ علم وحکمت اور فقہاء اسلام کی کرامت علمیہ کی تشریح ہے۔ مجھ ناچیز کی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف، مترجم، ناشر اور تمام مساھمین ومعاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ناظرین کرام کے لیے اس کتاب کو موجب بصیرت وہدایت بنائے۔ آمین یارب العالمین!

وصلى الله تعالى عليه خير خلقه سيدنا محمد وعلى وآله وأصحابه أجمعين

كتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست: ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز

عرضِ مترجم

اِنَّ الْحَمدَ لِلّٰهِ نَحمَدُهُ، وَنَستَعِينُهُ، وَنَستَغفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِن شُرُورِ أَنفُسِنَا، وَمِن سَيِّئَاتِ أَعمَالِنَا، مَنْ يَهدِهِ اللَّهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ، وَمَن يُضلِل فَلا هَادِيَ لَهُ وَأَشهَدُ أَن لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُهُ وَرَسُولُهُ، أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيرَ الحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيرَ الهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلالَةٍ فِي النَّارِ.

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ مجھے، رسول اللہ ﷺ کے نہایت قریبی، نہایت عزیز اور جلیل القدر صحابی، محدث امت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ احادیث کے ایک مجموعہ کا اردو ترجمہ وتوضیح پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ احادیث مبارکہ کا یہ انمول مجموعہ، بنام: ''مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ'' پہلی بار اردو ترجمہ وشرح کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ حدیث کی تبلیغ وترویج بلاشبہ ایک عظیم سعادت ہے۔

میں تہہ دل سے اپنے ان معاونین ومحسنین کا شکرگزار ہوں، جن کا تعاون اس کار خیر میں مجھے میسر رہا۔ اللہ تعالیٰ جملہ معاونین اور ناشرین کے لیے خدمت حدیث کی اس کاوش کو صدقہ جاریہ بنائے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی اشاعت میں میری صرف ایک ہی دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان خوش نصیب افراد میں شامل کر دے جنھیں روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے آب کوثر پینا نصیب ہوگا۔ یا اللہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر عوام الناس کے لیے مفید اور ذریعہ ہدایت بنا دے۔ اللہ! دین کی اشاعت کے اس سلسلہ کو میرے لیے، میرے والدین، میرے اساتذہ کرام اور جملہ معاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے۔

والسلام

امان اللہ عاصم

مؤلف کا تعارف

مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مؤلف : امام ابو اسحاق ابراہیم بن حرب العسکری السمسار رحمہ اللہ ہیں۔ بصرہ کے قریب خوزستان (المعروف عربستان) کے ایک قصبہ :عسکر مکرم کی نسبت سے آپ کو عسکری کہا جاتا ہے، جو آپ رحمہ اللہ کا مسکن تھا۔ آپ رحمہ اللہ کو سمسار اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ رحمہ اللہ مارکیٹ میں؛ فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان دلالی کا کام کرتے تھے۔ اور دلال کو سمسار کہا جاتا ہے۔

آپ رحمہ اللہ جلیل القدر امام اور عظیم محدث تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے سن ولادت اور سن وفات کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ اور نہ ہی آپ رحمہ اللہ کی زندگی کے متعلق تفصیلات میسر آئی ہیں۔

البتہ کتاب کے آغاز میں آپ رحمہ اللہ کے شاگرد ابوالحسین احمد بن سہل رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ آپ رحمہ اللہ ان کے پاس 282 ہجری کو بصرہ میں تشریف لائے تھے۔

امام ابو اسحاق ابراہیم بن حرب العسکری السمسار رحمہ اللہ کے اساتذہ میں: حجاج بن منہال، ابو ربیعہ زید بن عوف، قعنبی، عارم، ابراہیم بن حمید الطّویل، ابوالولید الطیالسی، مسدد، علی بن عثمان اللاحقی، سہل بن عثمان، عبداللہ بن عمرو ابو معمر المُقْعَد، یعقوب بن کاسب، عبیداللہ بن عائشہ، علی بن بحر القطان رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کی بصرہ میں آمد کے سال سے اگر آپ رحمہ اللہ کی عمر کا اندازہ لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ایسے شیوخ سے بھی روایات بیان کی ہیں جو آپ رحمہ اللہ کی عمر کے بہت ابتدائی حصے میں وفات پا گئے تھے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے طلب حدیث کا سلسلہ اپنی عمر کے بہت ابتدائی دور میں شروع کر دیا تھا۔ جبکہ طلبہ، شیوخ الحدیث کی مجالس ومحافل میں قرآن مجید حفظ کرنے اور حدیث کے مبادیات کا علم حاصل کرنے کے بعد ہی حاضر ہوا کرتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ کے بیشتر اساتذہ کا تعلق بصرہ سے تھا۔ جس سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے طلب علم کی غرض سے ایک طویل عرصہ بصرہ میں گزارا ہوگا۔ اور وہاں کے علماء سے کسب فیض کیا۔ جبکہ آپ رحمہ اللہ بصرہ میں زیادہ دیر مقیم نہیں رہے۔ البتہ اکثر اوقات وہاں کے علماء سے حصول علم کے لیے تشریف لاتے رہتے تھے۔ آپ

رحمہ اللہ کے اساتذہ میں سے بعض محدثین کا تعلق بغداد، کوفہ اور مکہ مکرمہ سے بھی تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے طلب حدیث کے لیے ان شہروں کا سفر بھی کیا تھا۔ جیسا کہ محدثین کا طریقہ کار تھا۔ یقیناً آپ رحمہ اللہ سے روایت لینے والے شاگردوں کی کثیر تعداد تھی۔ لیکن زیادہ تر دو شاگردوں کا ہی تذکرہ ملتا ہے۔

①: ابو الحسین احمد بن سہل العسکری، جنھوں نے مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کو روایت کیا ہے۔ یہ امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ کے استاذ تھے۔

②: ابراہیم بن محمد الدستوائی، جو امام ابن حبان، امام طبری اور امام ابن عدی رحمہم اللہ کے استاذ تھے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ رحمہ اللہ کی بیان کردہ ایک روایت نقل کی ہے، جس میں آپ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے: ''میں نے امام عبیداللہ بن عبدالکریم، المعروف امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ چوتھے آسمان پر فرشتوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ عظمت کس عمل کی بنا پر ملی ہے؟ انھوں نے فرمایا: نماز میں رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع الیدین کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے فرشتوں کا امام بنا دیا ہے۔'' (سیر أعلام النبلاء، للذهبی : 78/13)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبدشمس تھا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا تھا۔بعض مؤرخین کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام،عبداللہ رکھا تھا۔البتہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ''ابو ہریرہ'' سے ہی شہرت پائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت، بلی کے ایک بچے کی نسبت سے تھی۔ جسے آپ رضی اللہ عنہ اکثر اوقات اپنے پاس؛ حتی کہ اپنی آستین یا گود میں رکھا کرتے تھے۔ایک روایت میں مذکور ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے بلی کا ایک بچہ پال رکھا تھا۔ اسے دن بھر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔لوگوں نے بلی کے بچے سے میرا غیر معمولی لگاؤ دیکھ کر مجھے ابو ہریرہ کہنا شروع کر دیا۔ایک روایت کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے والد محترم نے ان کے پاس کچھ محسوس کیا تو پوچھا:تمھارے پاس کیا ہے؟ آپ نے کہا: بلی کا بچہ۔تو آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم نے آپ کو ابو ہریرہ (یعنی: بلی والا) کہنا شروع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بچپن سے ہی اپنی کنیت، ابو ہریرہ سے مشہور تھے۔ البتہ امام ذہبی رحمہ اللہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو ابو ہریرہ کی کنیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ اس طرح ہے:ابو هريره (عبدالرحمن/ عبدالله) بن عامر بن عَبـد ذى الشرى بن طريف بن غياث بن أبى صعب بن هنية بن سعد بن ثَعلَبَة بن سليم بن فهم بن غنم بن دوس .

قبیلہ وعلاقہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نسبی تعلق، قبیلہ دوس سے تھا۔ یہ قبیلہ عرب کے مشہور قبیلہ، ازد، کی ایک شاخ تھی۔ دوس قبیلہ، یمن کے ایک طرف ایک پہاڑ کے دامن میں آباد تھا۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے تیس سال اپنے علاقے میں ہی گزارے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے والدین:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام عمیر تھا۔ جو آپ رضی اللہ عنہ کے بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام امیمہ یا میمونہ بنت صبیح تھا۔ چونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے والد محترم وفات پا چکے تھے۔ اس لیے آپ کی پرورش کی مکمل ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ پر آ گئی تھی۔ انھوں نے نہایت عسرت و افلاس میں آپ رضی اللہ عنہ کی پرورش کی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کا بے حد احترام اور خدمت کرنے والے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے پہلے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ دوس کے ایک معروف شخص نے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کا نام سیدنا طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ تھا۔ انھوں نے اپنے قبیلہ میں واپس جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو ان کے اہل خانہ کے علاوہ قبیلہ دوس کے صرف ایک آدمی نے اسلام قبول کیا، وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔

بعض روایات میں مذکور ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ (6 ہجری) اور غزوہ خیبر (محرم، 7 ہجری) کے درمیانی عرصہ میں، جبکہ بعض روایات کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خیبر کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔ لیکن راجح بات یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سیدنا طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی تبلیغ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے قبل اپنے علاقے میں قیام کے دوران ہی مشرف باسلام ہوئے۔ دراصل آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے ایام میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت مدینہ:

چونکہ قبیلہ دوس کے بہت سے افراد مسلمان ہو چکے تھے۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ بالآخر سیدنا طفیل بن عمرو دوسی نے فیصلہ کیا کہ مدینہ منورہ ہجرت کا شرف حاصل کیا جائے۔ انھوں نے اس خواہش کا اظہار کیا تو قبیلہ کے تقریبا ستر یا اسی گھرانے ان کے ساتھ مدینہ آنے کو تیار ہو گئے۔ جن کے افراد کی کل تعداد کم و بیش چار سو تھی۔ ان میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ بھی تھیں۔

قبیلہ دوس کے اہلیان اسلام نے اپنے علاقہ کو خیر باد کہا اور سیدنا طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ اس وقت اگرچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو تنہا چھوڑ کر آنا مناسب نہیں سمجھا، اس لیے انھیں بھی اپنے ساتھ مدینہ لے آئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں:

طویل سفر طے کرنے کے بعد دوسی مہاجرین کا یہ قافلہ غالباً ماہ محرم 7 ہجری کی ایک صبح (نماز فجر کے وقت) مدینہ منورہ میں پہنچ گیا۔ نماز فجر کا وقت تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ امامت پر امامت کے فرائض سیدنا سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ نے انجام دیے۔ بعد میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے نائب کی حیثیت سے امامت کی ذمہ داری سونپی ہے، اور خود اپنے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خیبر میں یہودیوں سے جنگ کے لیے گئے ہیں۔

مہاجرین نے فیصلہ کیا کہ مدینہ میں رہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے کی بجائے خیبر میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہیے۔ لہٰذا یہ قافلہ مدینہ منورہ سے خیبر کی طرف عازم سفر ہوا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، لیکن خیبر پہنچ کر وہ گم ہوگیا۔ جب واپس آیا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے اللہ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا۔

غزوہ خیبر میں شرکت:

جب دوسی مہاجرین کا یہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی غزوہ خیبر کی مہم میں شریک کرلیا۔ دو تین دن کی لڑائی کے بعد مسلمانوں کو فتح کامل حاصل ہوئی۔ اور بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ صحیح البخاری (حدیث نمبر: 4234) میں مذکور ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خیبر کے مال غنیمت کے بارے میں فرمایا:

''خیبر سے ہمیں سونا چاندی نہیں بلکہ گائیں، اونٹ، باغات اور دیگر سامان؛ بطور غنیمت حاصل ہوا۔''

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ کی طرف لوٹے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں یہ دوسی قافلہ بھی تھا، جس میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔

غزوہ ذات الرقاع میں شرکت:

اس غزوہ کی تاریخ وقوع کے بارے میں اختلاف ہے۔ البتہ صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ یہ معرکہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صحیح البخاری، کتاب المغازی کے باب: غزوہ ذات الرقاع کے تحت، مرسلاً نقل کیا ہے کہ یہ معرکہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا تھا۔

اسلامی لشکر ابھی غزوہ خیبر سے فارغ ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنوغطفان اپنے ساتھ بنومحارب، بنوثعلبہ اور بنوانمار وغیرہ کو ملا کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یا سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور خود، چارسو، بلکہ بعض روایات کے مطابق سات سو جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر بنوغطفان وغیرہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔

تقریباً دو دن کے سفر کے بعد آپ ﷺ بنوغطفان کے علاقہ میں سیاہ، سفید اور سرخ پہاڑیوں کے درمیان ایک میدان میں پہنچ گئے۔ بنوغطفان کو آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اور ان کے حمائتی قبائل سب کے سب منتشر ہوگئے۔ اور کوئی لڑائی نہ ہوئی۔

اس معرکہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ سنن ابی داؤد (حدیث نمبر: 1241) میں مذکور ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف نکلے حتی کہ ہم ذات الرقاع میں پہنچے تو بنوغطفان کے لوگوں سے سامنا ہوا۔

چونکہ اس سفر میں مسلمانوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ راستہ پتھریلہ اور دشوار گزار تھا، جگہ جگہ کانٹے دار جھاڑیاں تھیں۔ مسلمانوں کے پاس سواریاں بھی بہت کم تھیں۔ چھ چھ آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا، جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ ان صفری صعوبتوں کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاؤں شدید زخمی ہوگئے تھے۔ اور وہ سفر جاری رکھنے کے لیے اپنے پاؤں پر کپڑے کی ٹاکیاں باندھتے تھے۔ چونکہ رقاع، کپڑے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں (ٹاکیوں) کو کہا جاتا ہے، صحیح البخاری میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان منقول ہے کہ مذکورہ صعوبتوں اور پاؤں پر ٹاکیاں باندھنے کی وجہ سے اس معرکہ کو ذات الرقاع کہا جاتا ہے۔ جبکہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد (جلد: 4، صفحہ: 82) میں مذکور ہے کہ درست بات یہ ہے کہ ذات الرقاع ایک مقام (جگہ) کا نام تھا۔ اس کی تائید سنن ابی داؤد (حدیث نمبر: 1241) میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور صحیح بخاری (حدیث: 4127) میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی:

رسول اللہ ﷺ اور کفار مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ کا معاہدہ 6 ہجری میں تحریر کیا گیا۔ جب مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں جانے سے روک دیا گیا تھا اور چند شرائط کے ساتھ اگلے سال 7 ہجری کو عمرہ کی ادائیگی کے لیے آنے کی اجازت دی گئی تھی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خوش قسمتی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اگر چہ صلح حدیبیہ کے موقع پر موجود نہیں تھے، لیکن اگلے سال عمرے کی ادائیگی سے قبل (محرم 7 ہجری) تک مدینہ منورہ میں آ گئے تھے۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالقعدہ 7 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (عمرۃ القضاء کے لیے) بیت اللہ جاتے ہوئے، ان لوگوں میں شامل تھا جو قربانی کے جانور لے جارہے تھے۔

بحرین میں بحیثیت معاون پیغام رساں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد جب مختلف بادشاہوں کو اسلام کی دعوت کے لیے خط لکھے تو بحرین کے حکمران منذر بن ساویٰ کو بھی خط لکھا۔ یہ خط پہنچانے کی ذمہ داری سیدنا علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی۔ جب خط پہنچایا گیا تو وہاں کے مجوسیوں اور یہودیوں کے علاوہ باقی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور منذر بن ساویٰ بھی مسلمان ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن ساویٰ رضی اللہ عنہ کو مزید ایک خط لکھا جس میں کچھ نصیحتیں اور اسلامی تعلیمات کا ذکر ہونے کے ساتھ ساتھ یہودیوں اور مجوسیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت، بصورت دیگر جزیہ دینے کا حکم مذکور تھا۔

یہ خط بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا، البتہ ان کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا۔ اور سیدنا علاء رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی کہ ابو ہریرہ کا خیال رکھنا، اس سے نرمی کا رویہ رکھنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن ساویٰ رضی اللہ عنہ کو ہی بحرین کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا خیال رکھنا، اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اس لیے سیدنا علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ نے بحرین پہنچ کر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بحرین میں آپ کس نوعیت کی ذمہ داری سنبھالیں گے؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ مجھے اذان کہنے پر مامور کردیں۔ چنانچہ سیدنا علاء رضی اللہ عنہ نے آپ کو مؤذن مقرر کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی میں صرف ایک ہی سفر:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سیدنا علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحرین کے سفر پر روانہ ہوئے، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم تھا۔ ورنہ آپ رضی اللہ عنہ اس سفر کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا کوئی موقع ایسا نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے ہوں۔

غزوہ فتح مکہ میں شرکت:

سن 8 ہجری میں مکہ فتح ہوا۔ اس معرکہ اور عسکری لشکر میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی انھیں میں شامل تھے۔ اس معرکہ میں پیش آنے واقعات میں سے بیشتر کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ جو مختلف کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

غزوہ حنین میں شرکت:

فتح مکہ کے بعد ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہی موجود تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حنین میں تخریب کاری کی اطلاع ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہی سیدھا حنین کی طرف روانہ ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حنین کی طرف گئے، ان میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے واپسی پر جعرانہ نامی مقام پر جو خطبہ ارشاد فرمایا، اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی:

فتح مکہ کے بعد کچھ دوسی افراد سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس اپنے وطن چلے گئے۔ لیکن جو لوگ مدینہ میں ہی رہے ان میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اس طرح سے تھاما کہ کھانے پینے تک کی پرواہ نہ رہی۔ سفر ہو یا حضر، دن ہو یا رات، عسکری لشکر ہو یا تبلیغی سفر، کسی بھی موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو گوارہ نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بارگاہ رسالت مآب میں گزرنے والے کم وبیش پانچ سال سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی بھر کا اثاثہ تھے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر معیت و رفاقت پائی، کہ قدیم الاسلام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اتنی احادیث مبارکہ بیان نہیں کیں، جتنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائیں۔ اور امت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وسنن کا جو ذخیرہ اس امت کی راہنمائی کے لیے جو موجود ہے، اس میں سب سے زیادہ کاوش سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔

والدہ کا قبول اسلام:

طبقات ابن سعد: (244/4) میں مذکور ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دلی تمنا تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ مسلمان ہوجائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ انھیں اسلام کی دعوت دیتے رہتے لیکن وہ قبول نہ کرتی تھیں۔ ایک روز آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ محترمہ کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے نہایت سخت اور ناپسندیدہ الفاظ بول دیے۔ جس پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شدید پریشان ہوکر رونے لگے۔ اور اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہو گئے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں لیکن وہ انکار کر دیتی ہیں۔ آج میں نے دعوت دی تو انھوں نے نہایت نازیبا اور سخت کلمات بولے ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ آپ ﷺ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ کو ہدایت عطا فرمادے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی، تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تیز قدموں سے چلتے ہوئے اپنے گھر پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گھر کا دروازہ بند تھا؛ کھٹکھٹایا تو اندر سے پانی کی آواز آئی، محسوس ہوا کہ امی جان، غسل کر رہی ہیں۔ انھوں نے جلدی سے کپڑے پہنے، دوپٹہ لیا اور دروازہ کھول کر مجھے اندر آنے کو کہا۔ جب میں گھر میں داخل ہوا تو امی جان نے کہا: ”أَشْهَدُ أَن لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ میں نے اپنی امی جان کی زبان سے کلمہ سنا، تو خوشی کے مارے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، میں دوڑتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو خوش خبری سنائی کہ آپ کی دعا قبول ہوئی، میری والدہ نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں:

مدینہ منورہ میں اہل اسلام کی باقاعدہ تعلیم و تربیت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جو درس گاہ قائم فرمائی، اسے صفہ کہا جاتا تھا۔ صفہ سے مراد وہ چبوترہ تھا جو مسجد نبوی کی مشرقی جانب بنایا گیا تھا۔ اس میں غریب الدیار اور بے گھر افراد باقاعدہ رہتے تھے، جن کا بنیادی مقصد اسلام کی تعلیم کا حصول تھا۔ ان میں ایسے افراد بھی تھے جو دن بھر محنت مزدوری کرتے اور پھر فرصت میں، قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے۔ اور ایسے افراد بھی تھے جن کا کوئی گھر بار نہیں تھا، وہ یہاں مستقل رہتے اور قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان میں سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم، سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا براء بن مالک، سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی، سیدنا عکاشہ بن محصن اور سیدنا مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ شامل تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ان 70 اصحاب صفہ میں سے تھا۔ جن کے پاس کوئی چادر نہیں تھی۔ صرف ایک ایک دھاری دار لنگی ہوتی تھی، جسے ہم اپنی گردن سے باندھ لیتے اور کھانے کے لیے بھی کچھ نہیں ہوتا تھا۔

اصحاب صفہ سے رسول اللہ ﷺ بے حد پیار اور شفقت فرمایا کرتے تھے۔ کہیں سے صدقہ کا کھانا آتا تو آپ ﷺ اصحاب صفہ میں تقسیم کر دیتے۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ اصحاب صفہ کے کھانے کا اہتمام کرنے کی ذمہ داری بعض اصحاب ثروت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سونپ دیتے۔ بعض اوقات اصحاب صفہ کو بھوک کے برداشت کر

کے وقت گزارنا پڑتا تو اس میں بھی کبھی شکایت نہ کرتے تھے۔ ہر وقت، ہر لمحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کے حالات وضروریات سے باخبر رہتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش پیش:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر وقت اسی کوشش میں رہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ذہن نشین کرلوں۔ اس غرض سے آپ رضی اللہ عنہ زیادہ تر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے جاتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو استنجا و طہارت اور اس کے بعد وضو کرنے کے لیے پانی مہیا کرتا تھا۔

والدہ محترمہ کی خدمت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ کا بے حد احترام اور بہت زیادہ خدمت کیا کرتے تھے۔ اپنی والدہ کی ضرورت و خدمت کا بھرپور خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک روز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ابو ہریرہ! کیسے آنا ہوا؟ انھوں نے کہا: بھوک کی شدت کھینچ لائی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دو کھجوریں دیں اور فرمایا انھیں کھا کر پانی پی لو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک کھجور کھالی اور ایک کھجور سنبھال لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کھجور کس لیے رکھی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول! یہ کھجور مَیں اپنی امی جان کو دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تم کھالو، تمھاری امی کے لیے تمھیں دو کھجوریں مل جائیں گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی تاریخ وفات کسی مؤرخ نے ذکر نہیں کی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی غزوہ تبوک میں شرکت:

9 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ رومی فوجیں عرب کی شمالی سرحد پر جمع ہو رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ رومیوں کو سرزمین عرب میں قدم نہیں رکھنے دیا جائے گا۔ اس معرکہ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہادی تیاریوں کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کی مہم چلائی گئی۔ جس کے نتیجہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی استطاعت سے بڑھ کر عسکری فنڈ جمع کیا۔ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کی سخاوت کے معروف واقعات کا تعلق بھی اسی غزوہ سے ہے۔ بہرحال مسلمانوں نے جہادی تیاری میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پھر تیس ہزار جان نثاروں کا قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں تبوک کی طرف روانہ ہوا۔ اس قافلے میں بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

9 ہجری میں حج اکبر کی سعادت:

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد؛ 9 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسم حج میں تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ حج کی ادائیگی کے لیے روانہ فرمایا۔ جس کے امیر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ تبلیغی مصروفیت کے باعث خود حج کے لیے نہیں جا سکتے تھے۔ اس حج کے موقع پر سورت توبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ ان آیات میں مناسک حج کے ساتھ ساتھ مشرکین سے کیے گئے معاہدوں کے متعلق بھی اہم احکام نازل ہوئے تھے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ احکام لکھوا کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھجوائے، حج کے لیے گئے ہوئے تھے، اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کے قافلہ کا امیر بنایا تھا۔ چونکہ عربوں کا دستور تھا کہ کوئی اہم اعلان کرنا ہو تو متعلقہ شخص کرے یا وہ اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کرائے۔ اس شخص کے خاندان کے علاوہ کسی فرد کا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دسویں ذوالحجہ کو سیدنا ابوبکر (امیر حج) رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے بعد باب حمزہ کے پاس کھڑے ہو کر سورت توبہ کی آیات پڑھ کر سنائیں اور ان کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان بھی کیا۔ اعلان یہ تھا:

- جنت میں ایسا کوئی شخص داخل نہیں ہوگا جس نے اسلام قبول نہیں کیا۔
- اس سال کے بعد کوئی مشرک، حج کے لیے نہیں آئے گا۔
- برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف کرنا ممنوع ہے۔
- جن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہوا ہے، مدت معاہدہ تک ان کے ساتھ وفا کی جائے گی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذمہ داری لگائی کہ وہ ان باتوں کا اعلانِ عام کر دیں۔ تاکہ کسی کے لیے کوئی ابہام نہ رہ جائے۔ اعلان کی ذمہ داری جن صحابہ کو سونپی گئی، ان میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر (369) میں مذکور ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جس حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا تھا۔ اس حج میں سیدنا ابوبکر حفظہ اللہ نے مجھے قربانی کے دن، منیٰ میں اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے، اور کوئی بھی شخص برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔''

حجۃ الوداع (10 ہجری) میں شرکت:

9 ہجری میں تبلیغی، عسکری و انتظامی مصروفیات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود حج کے لیے نہیں آ سکے تھے، لہٰذا

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیج دیا۔ البتہ اگلے سال 10 ہجری کو رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے حج کے لیے عزم سفر ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جم غفیر آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ دیگر مختلف علاقوں سے بھی مسلمان جوق در جوق مکہ روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ حج پہلا اور آخری تھا۔ اسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اس حج میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ اس حج کے دوران پیش آنے والے بہت سے امور کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ بہت سے واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ سنن ابی داؤد (حدیث نمبر: 1872) میں مذکور ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

> ''رسول اللہ ﷺ (حجۃ الوداع کے لیے) مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا۔ پھر طواف کیا۔ پھر صفا پہاڑی پر آئے، اور اس پر اتنا اوپر چڑھ گئے کہ بیت اللہ نظر آنے لگا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا میں مصرف ہو گئے۔''

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے، مسلسل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور شفقتوں، برکتوں اور سعادتوں کا گرانقدر ذخیرہ اپنے دامن میں سمولیا۔ قانونِ قدرت اور رضائے الٰہی کا تقاضا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی منصبی ذمہ داریاں نبھانے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ یہ صدمہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کے لیے بہت گراں تھا۔ مختلف صحابہ مختلف کیفیتوں میں پریشانی وغمی کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ ہر طرف غم اور دکھ کی فضا تھی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں:

بعد ازاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کی حیثیت سے نامزد ہوئے۔ تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نہایت قریبی احباب میں تھے۔ فتنہ ارتداد کے استیصال میں آپ رضی اللہ عنہ نے بھرپور حصہ لیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا تھا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بحرین چلے گئے تھے۔ تو مرتدین کے خلاف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں جہاد کرنے والوں میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوئے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین میں ہی موجود تھے۔ وہاں کے گورنر سیدنا علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو شائد کوئی خاص ذمہ داری نہیں سونپی تھی۔ لیکن انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی اشاعت وتبلیغ کا کام اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ تو بحرین کے گورنر کے طور پر سیدنا علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ کو ہی قائم رکھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان ایام میں بھی بحرین میں موجود تھے۔ کچھ عرصہ بعد بصرہ کے گورنر سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی سیدنا علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا اور بحرین کے گورنر کے طور پر سیدنا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ سیدنا علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ بحرین سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں ہی سیدنا علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر واپس بحرین تشریف لے آئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین کے گورنر نامزد ہوئے:

سیدنا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو کسی وجہ سے امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بحرین کے منصب امارت سے معزول کر دیا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا امیر (گورنر) مقرر کر دیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسلسل فقر و افلاس کی زندگی گزار رہے تھے۔ لیکن جب انھیں بحرین کا گورنر نامزد کیا گیا تو امیر المومنین کی طرف سے ملنے والی معقول تنخواہ سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے معاشی حالات بہتر ہو گئے۔ ایک سال تک آپ رضی اللہ عنہ اسی منصب پر فائز رہے۔ اس کے بعد امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بلا لیا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں واپس تشریف لائے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب امیر المومنین نے مدینہ منورہ بلا لیا، تو انھوں نے کچھ رقم امیر المومنین کی خدمت میں پیش کی، جو علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے بقول بحرین سے بطور لگان جمع کر کے لائے تھے، اور وہ رقم چار لاکھ روپے تھے۔ جبکہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ کے بقول وہ رقم دس یا بارہ ہزار روپے تھے، جو انھوں نے ذاتی آمدن اور تنخواہ سے بچا کر رکھے تھے۔ بہر حال یہ ساری رقم انھوں نے بیت المال میں جمع کرا دی۔

بعد ازاں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بحرین کا گورنر نامزد کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ منصب قبول کرنے سے معذرت کر لی۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ نامزد ہوئے۔ ان کے دور میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کی اشاعت میں مشغول رہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ سیدنا عثمان بن

عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو شورش برپا ہوئی اس میں لوگوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت و امداد کی طرف راغب کرنے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بہت اہم کردار تھا۔ جب ظالموں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا۔ اس دور میں بہت سی لڑائیاں پیش آئیں۔ لیکن سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان سب لڑائیوں سے کنارہ کش رہے۔ فتنوں کے دور میں مسلمانوں کو آپس میں صلح و آشتی سے رہنے کا درس دینے اور بالخصوص جنگ صفین کے موقع پر سیدنا ابودرداء انصاری رضی اللہ عنہ سے مل کر سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر آپ رضی اللہ عنہ گوشہ نشین ہی رہے۔ البتہ بعض مواقع پر مدینہ میں نماز پڑھا دیا کرتے تھے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن حکم کو مدینہ کا گورنر نامزد کیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مروان سے ناراض ہوئے تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا گورنر نامزد کر دیا۔ البتہ بعض روایات کے مطابق جب مروان بن حکم حج کے لیے جاتے تو اپنا قائم مقام سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کرتے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سخت بیمار رہنے لگے۔ 80 سال سے زائد عمر ہو چکی تھی۔ شدید بیمار ہوئے تو جانبر ہونے کی امید نہ رہی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بیماری کی اطلاع پر مروان بن حکم بھی تیمارداری کے لیے آئے، اور آپ رضی اللہ عنہ کے لیے صحت و تندرستی کی دعا کی۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! میں تیری ملاقات کا آرزومند ہوں، تو بھی میری ملاقات پسند کر لے۔ اس کے بعد مروان بن حکم اٹھ کر چلے گئے، تو تھوڑی ہی دیر بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ۔

آپ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات سے متعلق مختلف روایات ہیں، کسی میں آپ رضی اللہ عنہ کا سن وفات 57 ہجری، کسی میں 58 جبکہ کسی روایت میں 59 ہجری مذکور ہے۔ البتہ آپ رضی اللہ عنہ نے کم و بیش 86 سال عمر پائی۔

جنازہ و تدفین:

جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو مدینہ کے امیر، سیدنا ولید بن عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ولید بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما اور دیگر اکابر صحابہ نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں نے چارپائی کو کندھا دیا اور جنت البقیع میں سپرد خاک کر دیا۔

پسماندگان:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پسماندگان میں ایک بیوہ، تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی شادی کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام بسرہ بنت غزوان تھا۔ جو مشہور صحابی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ نہایت امیر ترین گھرانے، بنومازن سے تعلق رکھتی تھیں۔ دلچسپ بات یہ ہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے خادم تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خادم سے خاوند بنا دیا۔ اس پر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے تھے۔ محرر، عبدالرحمٰن اور بلال۔ بڑے صاحب زادے محرر رحمہ اللہ نے اپنے والد گرامی، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کی ہیں۔ ان کی وفات، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ خلافت میں، مدینہ منورہ میں ہوئی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹے عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے ایک روایت مروی ہے جبکہ بلال رحمہ اللہ سے کوئی روایت مذکور نہیں ہے۔

اور ایک بیٹی تھی، جس کا نام کسی مؤرخ نے بیان نہیں کیا۔ البتہ مؤرخین نے یہ بیان کیا ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی شادی رئیس التابعین امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے ہوئی تھی۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں علمی لحاظ سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام بہت نمایاں ہے۔ عہد رسالت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اشاعت حدیث میں گزارا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مادری زبان عربی تھی لیکن آپ رضی اللہ عنہ فارسی زبان پر بھی خوب دسترس رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے احکام و مسائل سے بھی واقف تھے۔

علمی دنیا میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام محدث امت کے طور پر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔ حدیث کی ہر معتبر و مستند کتاب میں آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات موجود ہیں۔ جن کا تعلق، طہارت، نماز، عقیدہ، اخلاقیات، احکام، جہاد، تفسیر و فقہ، ذکر و تسبیحات اور مناقب سمیت زندگی کے ہر شعبہ سے ہے۔ محدثین کے شمار

کرنے کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے 5374 احادیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام روایت کی ہیں۔

روایت حدیث میں آپ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا اسامہ بن زید، سیدنا سلمان فارسی، سیدنا علاء الحضرمی، سیدنا کعب بن عجرہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص، سیدنا عبداللہ بن سلام، سیدنا زید بن ثابت، سیدنا فضل بن عباس، سیدنا خریم بن فاتک اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔

اسی طرح روایت حدیث میں آپ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کی بہت طویل فہرست ہے۔ جس میں بہت سے صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ ان سب کے نام ذکر کرنا یہاں طوالت کا باعث ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے محدث ہونے کا پس منظر:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس امت کے عظیم محدث کیوں نہ ہوں، کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قوت حافظہ سے نوازا تھا۔ اور یہ دراصل رحمت للعالمین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا۔ ایک مرتبہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول! مَیں آپ کے ارشادات سنتا ہوں، لیکن بعض میرے ذہن سے محو ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چادر بچھاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چادر بچھائی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر چُلو بنایا اور چادر کی طرف ڈال دیا۔ پھر فرمایا اس چادر کو لپیٹ کر اپنے سینے سے لگا لو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس چادر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان مجھے کبھی نہیں بھولا تھا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہر روایت مرفوع حدیث ہے:

امام طحاوی رحمہ اللہ؛ شرح مشکل الآثار، جلد: 7، صفحہ: 71,70 پر بیان کرتے ہیں کہ جلیل القدر محدث اور بلند پایہ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کوئی روایت بیان کرتے تو ان سے پوچھا جاتا کہ کیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے؟ تو امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے: ہر وہ روایت، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، وہ مرفوع حدیث (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان) ہی ہے۔

مختلف مسانید ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

مسند اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی ایک صحابی یا کسی مخصوص محدث کی بیان کردہ روایات کو جمع کیا گیا ہو۔ جیسا کہ مسند ابی ہریرہ، مسند عمر بن عبدالعزیز، مسند امام عبداللہ بن المبارک وغیرہ۔ یا اس کتاب میں متعدد صحابہ کی بیان کردہ روایات کو الگ الگ نقل کیا گیا ہو، جیسا کہ مسند احمد بن حنبل، مسند اسحاق بن راہویہ وغیرہ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کچھ ایسی کتب اور بعض اجزائے کتب کا ذکر کیا ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کے مجموعات ہونے کی بنا پر ''مسند ابو ہریرہ'' کے نام سے موسوم ہیں۔ ان مسندات کا مختصر تعارف اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی بیان کردہ اسناد، حسب ذیل ہیں:

(1) مسند ابو ہریرہ، (الطبرانی):

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام سلیمان بن احمد ابو القاسم الطبرانی رحمہ اللہ کی ایک تالیف ''مسند ابو ہریرہ'' کے نام سے ذکر کی ہے۔ اور اس کتاب کی نسبت سے اپنی سند بھی بیان کی ہے۔[المعجم المفهرس ، أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة و الأجزاء المنثورة، ص : 145]

(2) جزء مسند ابو ہریرہ، (ابن اسحاق القاضی):

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام اسماعیل بن اسحاق القاضی رحمہ اللہ کی ایک تالیف؛ مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے ذکر کی ہے۔ اور اس کتاب کے دو اجزاء پر اپنی سند بھی بیان کی ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسماعیل بن اسحاق القاضی رحمہ اللہ کی تالیف مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک جز کا آغاز ''حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَال حَدَّثَنَا حَمَّاد ابْنُ سَلَمَةَ . . '' کی سند سے شروع ہوتا ہے:

اور اس جز کا اختتام اس حدیث پر ہوتا ہے:

((فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ .))

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن اسحاق القاضی کی، مسند ابو ہریرہ کا یہ جز، میں نے ابو العباس احمد بن علی الہاشمی رحمہ اللہ کے سامنے قراءت کیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی کتاب کا ایک حصہ، الجزء الثامن (آٹھواں حصہ) ہے۔ میں نے وہ بھی اپنے شیخ کے روبرو پڑھا تھا۔ اس جز کا آغاز اس حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے: ((هَلْ نَرى رَبَّنَا .)) اور اس کا اختتام اس حدیث پر ہوتا ہے۔ ((حَتَّى ظَنَنتُ أَنَّهُ سَيُورِّثُهُ .)) [المعجم المفهرس ، أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة و الأجزاء المنثورة، ص : 145]

(3) مسند ابو ہریرہ، (ابو بکر المروزی)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام ابو بکر احمد بن علی المروزی رحمہ اللہ کی، مسند ابو ہریرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس پر اپنی سند بیان کی ہے۔[المعجم المفهرس ، أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة و الأجزاء المنثورة، ص: 145, 146] امام ابو بکر المروزی رحمہ اللہ کی کتاب، مسند ابو ہریرہ، دار الحدیث الکتانیہ سے محمد بن عبداللہ السریع کی تحقیق سے طبع ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ امام طرطوسی رحمہ اللہ کی کتاب، مسند ابو ہریرہ، بھی مطبوع ہے۔

(4) مسند ابو ہریرہ (ابو العباس البرتی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ احادیث کا ایک مجموعہ امام ابو العباس البرتی رحمہ اللہ کا مرتب کردہ ہے۔ اس کا ذکر، امام جلال الدین السیوطی اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ نے کیا ہے۔[طبقات الحفاظ، للسيوطي، ص: 271 ، ترجمه، 608، تذكرة الحفاظ، للذهبي : 131/2] شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے اساتذہ سے، امام ابو العباس البرتی رحمہ اللہ کے جزء (مسند ابو ہریرہ) کی سماعت نقل کرتے ہوئے اس کی باقاعدہ سند بھی بیان کی ہے۔[المعجم المفهرس ، أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة و الأجزاء المنثورة، ص : 146]

(5) مسند ابو ہریرہ، للطرطوسی:

یہ کتاب امام ابو امیہ محمد بن ابراہیم طرطوسی رحمہ اللہ (متوفی: 273ھ) کی تالیف ہے۔ جو الشیخ حسین سلیم اسد حفظہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ دار المعراج دمشق نے سن 2020 عیسوی میں شائع کی ہے۔

(6) مسند ابو ہریرہ، (ابو اسحاق ابراہیم بن حرب العسکری)

یہ مکمل کتاب نہیں، بلکہ ایک جزء ہے، اور یہ الجزء الثانی (یعنی: دوسرا جز) ہے۔ اسی کتاب کا اردو ترجمہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب کا پہلا جزء مفقود ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس جز کی نسبت سے اپنی سند بھی بیان کی ہے۔[المعجم المفهرس ، أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة و الأجزاء المنثورة، ص : 146]

مؤلف کی سند سے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات

اس کتاب (مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کو امام ابواسحاق ابراہیم بن حرب العسکری رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے آپ رحمہ اللہ کے شاگرد، امام ابوالحسین احمد بن سہل العسکری رحمہ اللہ ہیں۔ انہی کی؛ امام ابواسحاق ابراہیم بن حرب سے روایت کردہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مزید احادیث بھی بعض کتب احادیث میں مذکور ہیں۔لیکن وہ احادیث اس کتاب (مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) میں نہیں ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا یہی ایک جز نہیں، بلکہ اس کے علاوہ بھی کوئی جز (حصہ) تھا۔ جو ہمیں میسر نہیں ہے، شائد وہ گردش زمانہ کی نذر ہوگیا۔ممکن ہے اس کتاب کا جو حصہ مفقود ہے، میسر نہیں ہے؛ اس میں وہ احادیث بیان کی گئی ہوں۔ [واللہ اعلم]

البتہ اس کتاب کے مؤلف، امام ابواسحاق ابراہیم بن حرب رحمہ اللہ کی سند سے مروی جو احادیث ہمیں دیگر مصادر سے مل سکی ہیں، ہم انہیں یہاں بیان کرتے ہیں تا کہ قارئین کے لیے یہ کتاب مزید مفید اور اہل علم کے لیے مرجع بن جائے۔

پہلی حدیث:

حَدَّثَنَا أَحمَدُ بنُ سَهلِ بنِ عَمرٍو العَسكَرِيُّ بِالبَصرَةِ ، ثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ حَربٍ العَسكَرِيُّ، ثَنَا عَبدُ الأَعلَى بنُ حَمَّادٍ ، ثَنَا يَزِيدُ بنُ زُرَيعٍ ، ثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَمرٍو ، ثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخرُجَ ثَلاثُونَ رَجُلا كَذَّابُونَ ، يَكذِبُونَ عَلَى اللَّهِ وَعَلَى رَسُولِهِ ﷺ)) [المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، لأبي نعيم: 43/1 ، حديث: 20]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت نہیں آئے گی،حتی کہ تیس جھوٹے ترین لوگ پیدا ہوجائیں۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول ﷺ کے متعلق جھوٹ بولیں گے۔''

دوسری حدیث:

حَدَّثَنَا إِبرَاهِيْمُ بْنُ حَربٍ العَسْكَرِيُّ قَالَ: حَدَّثنا إِبْرَاهِيْمُ بنُ حَمْزَةَ قَال: حَدَّثَنا

عَبـدُ الـلّٰـهِ بنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَجلانَ عَن أَبِيه عَن جَدِّه عَن أبى هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَـالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَـزَالُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا الـلّٰـهُ تَـدْفَعُ عَنْ قَائِلِيْهَا ، مَا بَالُوا قَـائِـلُـوهَـا مَـا أَصَـابَهُمْ فِى دِيْنِهِم إِذَا سَلم لَهُم دُنيَاهُم فَإِذَا لَمْ يَبَال قائِلُوهَا مَا أَصابَهُم فِى دِينِهِم بِسَلامَةِ دُنْيَاهُم ، فَقَالُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، قِيْلَ لَهُمْ: كَذَبْتُمْ)) .

[مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار : 97/15 ، حديث : 8376، مجمع الزوائد و منبع الفوائد : 277/7 ، حديث : 12187، جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزَّوائد : 327/3 ، 7913- یہ روایت ضعیف ہے۔]

"لا الہ الا اللہ، ہمیشہ اپنے اقرار کرنے والوں کا دفاع کرتا رہے گا۔ جب تک اس کا اقرار کرنے والوں کو اپنے دین کی پرواہ رہے گی، تب ان کی دنیا بھی سلامت رہے گی۔ اور جب اس کے اقرار کرنے والوں کو دنیا کی وجہ سے دین کی پرواہ نہیں رہے گی، تو پھر وہ "لا الہ الا اللہ" کہیں گے تو ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو۔"

تیسری حدیث:

حَـدَّثـنَـا أَحْـمَـدُ بْنُ سَهْل بْنِ عُمَرَ ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بنِ حَربٍ العَسْكَرِيِّ، حَدَّثَنا سَهـلُ بنُ عُثْمَانَ ، حَدَّثَنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ ، حَدَّثَنا مُحَمَّد بْنُ عَمرٍو ، عَن أَبِـى سَلمَةَ ، عَن أَبِى هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَـالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَلْبُ الكَبِيْرِ شَابٌّ عَلٰى حُبِّ اثْنَتَيْنِ: حُبُّ الْحَيَاةِ وَحُبُّ الْمَالِ))

[الطب النبوى، لأبى نعيم : 222/1 ، حديث : 89]

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بوڑھے انسان کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان رہتا ہے۔ دنیا کی محبت اور مال کی محبت۔"

چوتھی حدیث:

حَـدَّثَـنَـا أَحْـمَـدُ بْـنُ سَهلٍ البَـصرِىُّ ، ثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ حَربٍ العَسكَرِىُّ ، ثَنَا الـقَـعـنَبِـىُّ وَعَبـدُ الـلَّهِ بنُ عَبدِ الوَهَّابِ ، قَالا ثَنَا عَبدُ العَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ ، عَن سُهَيـلٍ ، عَـن أَبِيهِ ، عَن أَبِى هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ: ((إِذا قَالَ

الـقَارِیءُ غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِم وَلا الضَّالِّینَ ، آمِینَ۔ وَقَالَ مَن خَلفَهُ آمِینَ ، فَوَافَقَ قَولُهُ قَولَ أَهلِ السَّمَاءِ ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِهِ .))

[المسند المستخرج علی صحیح مسلم ، لأبی نعیم : 34/2 ، حدیث : 912]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام ''غَیـرِ الْـمَـغْضُوْبِ عَـلَیْهِـمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ، آمِینَ '' کہتا ہے، تو جو شخص اس کے پیچھے (یعنی مقتدی) بھی ''آمین'' کہے۔ اس کا (آمین) کہنا آسمان والوں کے (آمین) کہنے سے موافقت کر گیا تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

پانچویں حدیث:

حَـدَّثَـنَا أَحمَدُ بنُ سَهلِ بنِ عُمَرَ ، ثَنَا إِبرَاهِیمُ بنُ حَربٍ العَسکَرِیُّ ، ثَنَا مُحَمَّدُ بـنُ عُثـمَـانَ بـنِ خَالِدٍ ، وَعَبدُ اللَّهِ بنُ مَسلَمَةَ ، قَالا ثَنَا عبد العَزِیز بن فدح ، وَحَـدَّثَـنَـا إِبـرَاهِیـمُ بنُ عَبدِ اللَّهِ ، ثَنَا مُحَمَّدُ بنُ إِسحَاقَ السَّرَّاجُ ، ثَنَا قُتَیبَةُ بنُ سَـعِیـدٍ ، ثَـنَـا سُهَیل بن عَبدِ العَزِیزِ بنِ مُحَمَّدٍ ، عَن سُهَیل ، عَن أُمِّهِ عَن أَبِی هُـرَیرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُـولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَـالَ: ((إِنَّـمَـا الإِمَـامُ لِیُـؤتَـمَّ بِهِ ، فَإِذَا کَبَّرَ فَـکَبِّـرُوا ، وَإِذَا رَکَـعَ فَـارکَعُوا ، وَلا تَختَلِفُوا عَلَیهِ ، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَن حَمِدَهُ ؛ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الحَمدُ ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسجُدُوا ، وَلا تَرفَعُوا قَبلَهُ .))

[المسند المستخرج علی صحیح مسلم ، لأبی نعیم : 39/2 ، حدیث : 925]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ لہٰذا جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ اس کی مخالفت نہ کرو۔ اور جب وہ ''سَـمِـعَ الـلَّـهُ لِمَنْ حَمِدَهُ '' کہے تو تم ''رَبَّـنَا لَكَ الْـحَـمْـدُ '' کہو، اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو، اور اس سے پہلے (اپنا سر سجدے سے) مت اٹھاؤ۔''

چھٹی حدیث:

حَـدَّثَنَا أَبُو الحُسَینِ أَحمَدُ بنُ سَهلِ بنِ عُمَرَ العَسکَرِیُّ ، ثَنَا إِبرَاهِیمُ بنُ حَربٍ

العَسكَرِيُّ ، ثَنَا عَبدُ اللَّهِ بنُ مَسلَمَةَ القَعنَبِيُّ ، ح وَحَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ عَبدِ اللَّهِ ، ثَنَا مُحَمَّدُ بنُ إِسحَاقَ ، ثَنَا قُتَيبَةُ بنُ سَعِيدٍ ، قَالا ثَنَا عَبدُ العَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ ، ثَنَا سُهَيلٌ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((خَيرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا .))

[المسند المستخرج على صحيح مسلم ، لأبی نعيم : 61/2 ، حديث : 978]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (باجماعت نماز میں) عورتوں کی صفیں آخر میں ہونا بہتر ہے، اور پہلی صفوں میں ہونا شر کا باعث ہے۔''

ساتویں حدیث:

حَدَّثَنَا أَبُو الحَسَنِ بنُ سَهلِ بنِ عُمَرَ البَصرِيُّ ، ثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ حَربٍ العَسكَرِيُّ ، ثَنَا عَبدُ اللَّهِ بنُ عَبدِ الوَهَّابِ ، وَحَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بنُ حَيَّانَ ، ثَنَا بُهلُولُ بنُ إِسحَاقَ ، ثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ حَمزَةَ ، ح وَحَدَّثَنَا عَبدُ اللَّهِ بنُ مُحَمَّدٍ ، ثَنَا عَبدَانُ ، ثَنَا عَبدُ اللَّهِ بنُ عُمَرَ الخَطَّابِيُّ ، قَالُوا ثَنَا عَبدُ العَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ ، عَن سُهَيلٍ ، ح وَحَدَّثَنَا جَعفَرُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ عَمرٍو ، ثَنَا أَبُو حُصَينٍ الوَادِعِيُّ ، ثَنَا يَحيَى بنُ عَبدِ الحَمِيدِ ، حَدَّثَنَا سُلَيمَانُ بنُ بِلالٍ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِالفَاكِهَةِ الزَّهرِ ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِك لَنَا فِي مَدِينَتِنَا وَفِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا وَفِي ثِمَارِنَا۔ ثُمَّ يَقُولُ بَرَكَةٌ مَعَ بَرَكَةٍ ۔ ثُمَّ يُعطِيَهُ مَن يَحضُرَنَّهُ مِنَ الوِلدَانِّ .)) [المسند المستخرج على صحيح مسلم ، لأبی نعيم : 43/4 ، حديث : 3181]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب موسم کا پہلا پھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے: ''اے اللہ! ہمارے شہر (مدینہ)، ہمارے صاع، ہمارے مُد اور ہمارے پھلوں میں برکت فرما۔'' پھر وہاں موجود بچوں میں وہ پھل تقسیم کر دیتے۔''

نویں حدیث:

حَدَّثَنَاهُ أَبُو الحُسَينِ أَحمَدُ بنُ سَهلِ بنِ عُمَرَ بنِ بَحرِ العَسكَرِيُّ بِالبَصرَةِ ، ثنا

إِبـرَاهِيـمُ بنُ حَربٍ العَسكَرِيُّ بِالبَصرَةِ ، ثنا مُحَمَّدُ بنُ يَحيَى يَعنِى القُطَعِىَّ ، ثـنـا زِيَـادُ بـنُ الـرَّبِيـعِ ، ثـنـا مُـحَـمَّـدُ بنُ عَمرٍو ، عَن أَبِى سَلَمَةَ ، عَن أَبِى هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ عَـمـرَو بـنَ الشَّرِيدِ جَاءَ بِخَادِمٍ سَودَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَـقَـالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّى جَعَلَتْ عَلَيهَا رَقَبَةً مُؤمِنَةً ، فَهَل يُجزِئُ أَن أَعتِقَ هَـذِهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِـلـخَادِمِ: ((أَينَ رَبُّكِ فَرَفَعَت رَأسَهَا ، فَقَالَت: فِى السَّمَاءِ۔ قَالَ: فَمَن أَنَا؟ قَالَت: رَسُولُ اللّٰهِ۔ قَالَ: أَعتِقهَا فَإِنَّهَا مُؤمِنَةٌ .))

[معرفة الصحابة ، لأبى نعيم : 194/1 ، حديث : 693]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ ایک سوڈانی کنیز کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اورعرض کیا: اللہ کے رسول! میری ماں نے ایک مومن غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی۔ اگر میں اسے آزاد کردوں تو ٹھیک ہے؟ آپ ﷺ نے اس کنیز سے پوچھا: تمھارا رب کہاں ہے؟ اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا: آسمان میں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: اللہ کے رسول۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے آزاد کردو، یہ مومن ہے۔''

مصنف کی طرف نسبت کی توثیق

اس کتاب (مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کی اپنے مؤلف کی طرف نسبت؛ ثابت شدہ، یقینی اور قطعی ہے۔ جس کی متعدد وجوہات ہیں:

①... اس کتاب کی سند، اس کے مؤلف: امام ابواسحاق ابراہیم بن حرب العسکری السمسار رحمہ اللہ تک متصل ہے۔ جس میں کسی قسم کا کوئی ابہام، انقطاع یا کوئی سقم نہیں ہے۔ اس کی سند کے راویوں کا مختصر تعارف اگلے صفحات میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

②... اس کتاب کے نسخہ (مخطوطہ) پر متعدد علماء کا سماع مذکور ہے۔ یعنی متعدد علماء کرام کے سامنے یہ کتاب پڑھی گئی۔ کسی نے بھی اس کتاب کی نسبت کا انکار نہیں کیا۔

③... اکثر محدثین نے اس کتاب (مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایات نقل کی ہیں۔ اس کتاب کی اپنے مؤلف کے ساتھ نسبت کے صحیح و ثابت ہونے کے لیے یہ بہت بڑی اور مضبوط دلیل ہے۔

جیسا کہ اس کتاب کی حدیث نمبر، 60 کو اسی سند اور بعینہ اسی متن کے ساتھ امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

"حَدَّثَنَا أَحمَدُ بنُ سَهلِ بنِ عُمَرَ العَسكَرِيُّ ، ثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ حَربٍ ، ثنَا أَبُو مَعمَرٍ عَبدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمرٍو ، وَ ثَنَا عَبدُ الوَارِثِ بنُ سَعِيدٍ ، ثَنَا هِشَامُ بنُ أَبِي عَبدِ اللَّهِ ، عَن يَحيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَقرَبُكُم صَلاةً بِرَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وَكَانَ أَبُو هُرَيرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقنُتُ فِي الرَّكعَةِ الآخِرَةِ مِن صَلاةِ الظُّهرِ وَصَلاةِ العِشَاءِ الآخِرَةِ وَصَلاةِ الصُّبحِ بَعدَمَا يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَن حَمِدَهُ، فَيَدعُو لِلمُؤمِنِينَ وَيَلعَنُ الكُفَّارَ .)) [المسند المستخرج على صحيح مسلم ، لأبي نعيم : 270/2 ، حديث :1515]

اسی طرح اس کتاب کی حدیث نمبر: 92 کو بھی امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے اسی سند و متن کے ساتھ نقل کیا ہے۔

"ثنا أحمدُ بنُ عُمرَ بنِ سَهلٍ ، ثنا إبراهيمُ بنُ حَربٍ العَسكَرِيُّ ، ثنا مُسَدَّدٌ ، قَالا ثنا خَالِد ابن عَبدِ اللّهِ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّهِ ﷺ: ((إذَا صَلَّى أَحَدُكُم الجُمُعَةِ فَليُصَلِّ بَعدَهَا أَربعًا .))

[المسند المستخرج على صحيح مسلم ، لأبي نعيم : 465/2 ، حديث : 1978]

اس کتاب کی حدیث نمبر: 96 کو بھی امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے اسی سند و متن کے ساتھ نقل کیا ہے۔

"حَدَّثَنَا أَبُو الحُسَينِ أَحمَدُ بنُ عُمَرَ بنِ سَهلِ بنِ حَربٍ قِرَاءَةً عَلَيهِ ، ثنا إبراهِيمُ بنُ حَربٍ العَسكَرِيُّ ، ثنا يَعقُوبُ بنُ حُمَيدٍ ، ثنا ابنُ أَبِي حَازِمٍ ، عَن سُهَيل ابنِ أَبِي صَالِحٍ عَن أَبِيهِ عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّهِ ﷺ: مَن حَمَلَ عَلَينَا السِّلاحَ فَلَيسَ مِنَّا . "

[المسند المستخرج على صحيح مسلم ، لأبي نعيم : 174/1 ، حديث : 283]

④...اس کتاب (مسند ابو ہریرہ) کو امام ابواسحاق ابراہیم بن حرب العسکری السمسار رحمہ اللہ کی تالیف کے طور پر متعدد علماء و محدثین نے بیان کیا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابواسحاق ابراہیم بن حرب العسکری رحمہ اللہ کے تعارف کے ضمن میں اس کتاب (مسند ابی ہریرہ) کو ان کی تالیف قرار دیا ہے۔[سير أعلام النبلاء ، للذهبي: 305/13] شارح بخاری حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی مکمل سند کے ساتھ اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اسے امام ابواسحاق ابراہیم بن حرب العسکری کی کتاب قرار دیا ہے۔

[المعجم المفهرس ، أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة و الأجزاء المنثورة ، ص: 146]

علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب المعروف حاجی خلیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مسند ابو ہریرہ، الامام المحدث ابواسحاق ابراہیم بن حرب العسکری السمسار رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔"

[كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون : 1679/2]

ان میں سے بعض نے اپنے اساتذہ کو یہ کتاب پڑھ کر سنائی ہے۔ جیسا کہ امام ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے 598 ہجری کے ماہِ ذوالقعدہ میں امام ابوجعفر الصیدلانی رحمہ اللہ کے سامنے، امام ابراہیم بن حرب العسکری رحمہ اللہ کی کتاب، مسند ابی ہریرہ پڑھی۔[ثبت مسموعات الإمام الحافظ ضياء الدين المقدسي ، ص : 234]

مخطوطہ (قلمی نسخہ) کا تعارف

محقق نے اس کتاب کی تحقیق میں قلمی نسخہ (مخطوطہ) کو بنیاد بنایا ہے۔ جو مخطوطہ مکتبہ ظاہر یہ دمشق میں مجموعہ نمبر: 13 کے صفحہ نمبر 66 تا 77 موجود ہے۔ یہ نسخہ امام ابن ہامل الحرانی رحمہ اللہ کی ملکیت تھا، اور انہی کا روایت کردہ ہے۔ جیسا کہ اس کی سند میں بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ سند کی ابتدا میں ابن ہامل الحرانی رحمہ اللہ کا نام موجود ہے:

شمس الدين محمد بن عبدالمنعم بن عمار بن هامل الحرّانی ، عن أبی طاهر إسماعيل بن ظفر بن أحمد النابلسی ، عن أبی جعفر محمد بن أحمد بن نصر الصيدلانی . . . . الخ

امام ابن ہامل الحرانی رحمہ اللہ نے یہ مخطوطہ مدرسہ الضیائیہ دمشق کے لیے وقف کر دیا۔ یہ نسخہ نہایت عمدہ، اغلاط سے پاک اور باقی نسخوں سے تقابل شدہ ہے۔ اور جلیل القدر محدثین کی مجالس میں اس کی باقاعدہ قراء ت و سماعت بھی ہوئی۔ جن کا تذکرہ سماعات کی صورت میں اس مخطوطہ پر موجود ہے۔

اس کتاب (مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کا صرف دوسرا جزء ہی میسر ہے، پہلا جز مفقود ہے۔

مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مخطوطہ (قلمی نسخہ) کی سند

یہ کتاب اپنے مؤلف تک اور مؤلف سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک صحیح اور متصل سند کے ساتھ مروی ہے۔اس کتاب کا قلمی نسخہ (مخطوطہ) صحیح اور متصل سند کے ساتھ اپنے مؤلف سے نسبت رکھتا ہے۔مخطوطہ کی سند اس طرح ہے:

شمس الدين محمد بن عبدالمنعم بن عمار بن هامل الحرّانى ، عن أبى طاهر إسماعيل بن ظفر بن أحمد النابلسى ، عن أبى جعفر محمد بن أحمد بن نصر الصيدلانى ، عن أبى على الحسن بن أحمد بن الحسن الحداد ، عن أبى نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد الأصبهانى ، عن أبى الحسين أحمد بن سهل بن عمر بن سهل بن بحر العسكرى ، عن المصنف الإمام أبى إسحاق إبراهيم بن حرب ، به۔

سند کے راویوں کا مختصر تعارف:

❁:......شمس الدین محمد بن عبدالمنعم بن عمار بن ھامل الحرّانی رحمہ اللہ ،جلیل القدر محدث اور ثقہ تھے۔ان کی پیدائش: 602 ہجری اور وفات: 661 ہجری میں ہوئی۔(شذرات الذهب فى أخبار من ذهب : 583/7)

❁:......ابو طاہر اسماعیل بن ظفر بن احمد النابلسی ، الدمشقی، حنبلی رحمہ اللہ ، ثقہ اور صالح محدث تھے۔ان کی پیدائش: 574 ہجری، جبکہ وفات: 639 ہجری کو ہوئی۔(سير أعلام النبلاء ، للذهبى : 81/23)

❁:......ابو جعفر محمد بن احمد بن نصر الصیدلانی رحمہ اللہ ،جلیل القدر امام اور محدث تھے۔ان کی وفات 568 ہجری کو ہوئی۔(سير أعلام النبلاء ، للذهبى : 530/20)

❁:......ابو علی الحسن بن احمد بن الحسن الحداد رحمہ اللہ ،عظیم الشان قاری اور ثقہ و صالح محدث تھے۔ان کی پیدائش: 419 ہجری جبکہ وفات: 515 ہجری کو ہوئی۔(سير أعلام النبلاء ، للذهبى : 305/20)

❁:......ابو نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی رحمہ اللہ ، آپ رحمہ اللہ حلیۃ الاولیاء اور دلائل النبوۃ اور دیگر مشہور ترین مایہ ناز کتب کے مصنف ہیں۔آپ رحمہ اللہ کی پیدائش: 336 ہجری، اور وفات: 430 ہجری کو ہوئی۔[سير أعلام النبلاء ، للذهبى : 453/17]

❁:......ابو الحسین احمد بن سہل بن عمر بن سہل بن بحر العسکری رحمہ اللہ، آپ رحمہ اللہ سے امام ابونعیم اصبہانی اور امام ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن الاخرم الشیبانی رحمہما اللہ نے روایات نقل کی ہیں،[محمد بن یعقوب بن الاخرم الشیبانی نیساپوری رحمہ اللہ جلیل القدر محدث اور بلند پایہ امام تھے۔آپ رحمہ اللہ ابن الکرمانی کے نام سے بھی مشہور رہے۔آپ رحمہ اللہ کی ولادت 250 ہجری میں ہوئی۔آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں : یحییٰ بن محمد حیکان،علی بن الحسن الهلالی الدرابجردی، ابراہیم بن عبداللہ السعدی، محمد بن عبدالوہاب الفراء، خشنام بن صدیق، اسحاق بن عمران الإسفراييني الفقيه ،حسین بن فضل البجلی المفسر ، امام محمد بن نصر المروزی، جعفر بن محمد الترک، حسین بن محمد بن زیاد القبانی رحمہم اللہ اور دیگر عظیم محدثین شامل ہیں۔آپ رحمہ اللہ کی وفات 344 ہجری میں ہوئی۔(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:سير أعلام النبلاء، للذهبي:469.466/15) آپ رحمہ اللہ نے ابوالحسین محمد بن سہل رحمہ اللہ سے جو روایت بیان کی ہے اسے امام ابن مندہ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔"أَنبَأَ مُحَمَّدُ بنُ يُوسُفَ ، ثَنَا أَحمَدُ بنُ سَهلٍ ، قَالَ: ثَنَا هِشَامُ بنُ عَمَّارٍ ، ثَنَا الوَلِيدُ بنُ مُسلِمٍ ، ثَنَا عَبدُ الرَّحمَنِ بنُ يَزِيدَ بنِ جَابِرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ المَدَنِيُّ ، قَالَ: سَمِعتُ أَبَا هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((المُسلِمُ أَخُو المُسلِمِ لَا يَظلِمُهُ وَلَا يَخذُلُهُ وَالتَّقوَى هَاهُنَا وَأَشَارَ إِلَى صَدرِهِ .)) (الإيمان لابن منده: 459/1 ، حديث :325)]

لیکن ابوالحسین احمد بن سہل رحمہ اللہ کے مفصل حالات نہیں مل سکے۔البتہ ان سے امام ابونعیم اصبہانی اور امام محمد بن یعقوب الشیبانی رحمہ اللہ کا احادیث روایت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رحمہ اللہ معروف محدث تھے۔آپ کے متعلق کسی امام نے جرح بھی نقل نہیں کی۔

❁:......امام ابواسحاق ابراہیم بن حرب رحمہ اللہ، آپ رحمہ اللہ اس کتاب "مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ" کے مصنف ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کا مختصر تعارف سابقہ صفحات میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمَنِ الرَّحِيمِ

أَخبَـرَنَا الشَّيخُ الصَّالِحُ أَبُو طَاهِرٍ إِسمَاعِيلُ بنُ ظَفَرِ بنِ أَحمَدَ النَّابُلُسِيُّ ، بِقِرَاءَ تِي عَلَيهِ ، وَذٰلِكَ يَـومَ الـخَـمِيسِ الثَّانِي وَالعِشرِينَ مِن ذِي القَعدَةِ سَنَةَ سَبعٍ وَثَلاثِينَ وستُّمِائَة قَالَ: أَخبَرَنَا أَبُوجَعفَرٍ مُحَمَّدُ بنُ أَحمَدَ بنِ نَصرٍ الصَّيدَلانِيُّ ، قَالَ: أَخبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الحَسَنُ بنُ أَحـمَـدَ بـنِ الـحَسَـنِ ، قَـالَ: أَخبَرَنَا أَبُو نُعَيمٍ أَحمَدُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ بنِ أَحمَدَ بنِ أَحمَدَ بنِ إِسحَاقَ الأَصبَهَانِيُّ ، قَالَ: أَخبَرَنَا أَبُو الحُسَينِ أَحمَدُ بنُ سَهلِ بنِ عُمَرَ بنِ سَهلِ بنِ بَحرٍ الـعَسـكَـرِيُّ ، قَـالَ: أَخبَرَنَا أَبُو إِسحَاقَ إِبرَاهِيمُ بنُ حَربٍ السِّمسَارُ ، قَدِمَ عَلَينَا البَصرَةَ سَنَةَ اثنَتَينِ وَثَمَانِينَ وَمِائَتَينِ . . . :

جہنم کے دو سانس

[1]...... حَـدَّثَـنَا عَبدُ الأَعلَى بنُ حَمَّادٍ ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ زُرَيعٍ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَمرٍو ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اشتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا عَـزَّ وَجَلَّ ، فَقَالَت: أَي رَبِّ! أَكَلَ بَعضِي بَعضًا ـ فَـأَذِنَ لَهَا أَن تَتَنَفَّسَ ، فَشِدَّةُ مَا تَجِدُونَ مِنَ الحَرِّ: مِن حَرِّهَا ، وَشِدَّةُ مَا تَجِدُونَ مِنَ البَردِ: مِن زَمْهَرِيرِهَا .

تخريج الحديث صـحيـح البـخاري ، كتاب بدء الخلق ، باب صفة النار و أنها مخلوقة ، حديث: 3260 ، صحيح مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب استحباب الابراد بالظهر في شدة الحر ، 185 ـ (617) ، سـنن الترمذي ، أبواب صفة جهنم ، باب ماجاء أن للنار نفسين ، حديث: 2592 ـ سنن ابن ماجة ، كتاب الزهد ، باب ذكر الشفاعة ، حديث: 4319 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ نے اپنے رب (اللہ تعالیٰ) کے ہاں شکایت کی، کہ میرا ایک حصہ دوسرے حصہ کو کھائے جا رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے سانس لینے کی اجازت دے دی۔ تم لوگ جو شدید گرمی محسوس کرتے ہو؛ وہ اس (جہنم) کی بھاپ (سانس باہر نکالنے) کی وجہ سے ہے۔ اور جو شدید سردی محسوس کرتے ہو؛ وہ اس کی ٹھنڈک (سانس کھینچنے) کی وجہ سے ہے۔

شرح الحديث زمین پر گرمی اور سردی کا موسم گزران زندگی کے لیے جہاں ایک نعمت ہے وہاں یہ

موسمی سلسلہ ہمارے لیے نصیحت وموعظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ بھی ہے۔ ہمیں شدید گرمی برداشت ہوتی ہے نہ ہی شدید سردی۔ حدیث مبارکہ میں انہی دو موسموں کی شدت کا باعث جہنم کو قرار دیا گیا ہے۔

سورج ہماری زمین سے تقریباً پندرہ کروڑ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ لیکن اس کی گرمی وحرارت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اسے برداشت کرنا ہمارے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔ بلکہ بعض لوگ سورج کی گرمی کے باعث ہیٹ اسٹروک جیسے امراض میں مبتلا ہو کر جان کی بازی ہار جاتے ہیں۔ اندازہ لگائیے کہ سورج کی گرمی برداشت نہیں ہوتی، حالانکہ اس سے آگ نہیں برستی، صرف روشنی کی تپش ہے جسے برداشت کرنا ہمارے لیے مشکل ہے۔ تو جہنم کس قدر ہولناک ہوگی، جہاں آگ ہی آگ برسے گی۔ جہنم میں آگ کی کیفیت، حدیث جبریل میں بیان ہوئی ہے کہ جبریل علیہ السلام اللہ کے حکم سے جہنم کو دیکھنے گئے، دیکھ کر اس کا حال ان الفاظ میں بیان کیا: ''اس کا ایک حصہ دوسرے حصے پر چڑھ رہا ہے۔'' [دیکھئے، اسی کتاب کی حدیث نمبر: 4]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا، تو اس کی آگ سفید رنگ کی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے مزید ایک ہزار سال تک بھڑکایا تو اس کی آگ سرخ ہوگئی۔ پھر مزید ایک ہزار سال تک بھڑکایا تو اس کی آگ گہری رات کے اندھیرے کی طرح سیاہ ہوگئی۔ ❶

جہنم کی آگ، دنیا کی آگ سے ستر درجے زیادہ شدید ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو آگ تم لوگ، دنیا میں جلاتے ہو، یہ جہنم کی آگ کے مقابل سترویں درجے کی (ہلکی) آگ ہے۔'' ❷

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی آگ؛ جہنم کی آگ کا سوواں حصہ ہے۔ ❸

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کو ''نار الأنیار'' کہا ہے۔ جس سے

---

❶ سنن الترمذی، أبواب صفة جهنم، باب ماجاء أن ناركم هذه جزء من سبعين جزءا من نار جهنم، حديث: 2591.

❷ صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث: 3265.

❸ مسند أحمد بن حنبل: 492/14، حديث: 8921.

مراد ایسی آگ ہے جو جلانے کی صلاحیت اور جوش میں اس قدر شدید ہو کہ وہ آگ کو اس طرح کھائے اور جلا دے جس طرح آگ کسی دوسری چیز کو جلا دیتی ہے۔ ❶

اسی شدت کے باعث جہنم نے اللہ تعالیٰ کے سامنے گزارش کی کہ میری آگ کا ایک حصہ دوسرے حصے کو کھائے جا رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت عطا فرما دی۔ جہنم جب سانس (بھاپ) باہر نکالتی ہے تو زمین پر شدید گرمی پڑتی ہے۔ اور جب اندر کی طرف سانس کھینچتی ہے تو زمین پر سردی کی شدید لہر آتی ہے۔ زمین پر جہنم کے سانس کا اس قدر اثر اس لیے ہے کہ جہنم، زمین کے نیچے ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے جہاں چاہیں گے رکھ دیں گے۔ اور جہنم، ساتویں زمین میں ہے۔'' ❷

اس حدیث سے یہ بھی پتا چلا کہ جہنم میں ادراک اور شعور ہے جسے منکرین حدیث نے ہدفِ تنقید بنایا ہے، حالانکہ اس قسم کے استعارات خود قرآن نے بھی بیان کیے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے مگر تم اس کی کیفیت کو نہیں سمجھتے۔'' (بنی اسرائیل : 44) منکرین حدیث اس آیت کریمہ کا کیا جواب دیں گے؟

قرآن میں جدال کرنا

[2]...... وَبِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: مِرَاءٌ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ.

تخریج الحدیث سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب النهى عن الجدال فى القرآن، حديث: 4603 ـ مصنف ابن أبى شيبة: 142/6، حديث: 30169، مسند أحمد بن حنبل: 241/13، حديث: 7848۔ محدث البانی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

شرح الحدیث قرآن مجید کی آیات دو قسم کی ہیں: محکم اور متشابہ۔ محکم آیات تو اپنے مفہوم اور محل کے

---

❶ مسند أحمد بن حنبل: 260/11، حديث: 6677.

❷ التخويف من النار، لابن رجب، ص، 82.

اعتبار سے واضح ہیں۔ جبکہ متشابہات سے مراد ایسی آیات مبارکہ ہیں جن کے معانی و مفاہیم مشتبہ اور خفی ہوں۔ اس سے وہم کرنے والے کو ایسا وہم ہو، جو اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ یا قرآن مجید کے حوالے سے مناسب نہ ہوں۔ اور ایسی آیات کے مفاہیم کو راسخ فی العلم یعنی پختہ علم والے لوگ ہی سمجھ اور سمجھا سکتے ہیں۔ مثلاً، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ [المائدہ:64]

''بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کے متعلق اگر کسی پختہ علم والے عالم کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی روشنی میں حقیقت معلوم نہیں کی جائے گی تو اپنی رائے سے وضاحت کرنے والا مختلف شبہات کا شکار ہو جائے گا۔

جو لوگ اپنی رائے سے قرآن مجید کی وضاحت اور اس کے الفاظ کی توضیح بیان کرتے اور اپنی رائے سے قرآنی آیات کو مختلف احکام و مواقع اور مختلف مفاہیم سے منسوب کرتے ہیں، اور دوسروں کی بیان کردہ وضاحت کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی یہ کوشش محض اس بنا پر ہے کہ وہ متشابہ آیات کی اپنی رائے سے تفسیر و توضیح کر رہے ہوتے ہیں۔ جس سے امت میں انتشار اور علمی حلقوں میں اختلافات کی فضا جنم لیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نہایت شدید الفاظ میں ایسی ہی صورت حال پیدا کرنے سے منع کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و ائمہ کرام رحمہم اللہ کے فرامین سے راہنمائی کے لیے قرآن مجید کے مفہوم و معانی بیان کرنے اور ان سے مسائل حل کرنے کی کوشش کرنا، انسان کو صحیح راستے سے گم راہ کرنے کا باعث ہوسکتا ہے۔ اس لیے بالخصوص متشابہات کے درپے نہیں ہونا چاہیے اور متشابہات سے اپنی سوچ اور اپنی رائے کے مطابق من چاہی تفسیر بیان کرنے سے سو فیصد اجتناب کرنا چاہیے۔ قرآن مجید کی کسی آیت یا کسی لفظ کے مطلب و مفہوم میں شک کا اظہار کر کے اس میں جھگڑے اور جدال کا ماحول نہیں بنانا چاہیے۔

دور حاضر میں ہمارے مسلم معاشرے کے اکثر تعلیم یافتہ افراد میں اپنی سوچ اور عقل سے شرعی معاملات میں بیان بازی کرنا عام ہو چکا ہے۔ ہر انسان قرآن مجید کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی توضیح بیان کرنے میں بے باک ہو چکا ہے۔ اس برائی اور گمراہی کا سہرا سوشل میڈیا کے سر ہے۔

قرآن مجید کے معاملہ میں تو یہاں تک محتاط رہنا ضروری ہے کہ جب تک یقینی علم نہ ہو تب تک کسی بھی بات کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ بات قرآن مجید میں ہے، جس شخص نے ایسا کیا وہ بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن قَالَ فِي القُرآنِ بِغَيرِ عِلمٍ فَليَتَبَوَّأ مَقعَدَهُ مِنَ النَّارِ .)) ❶

''جس شخص نے قرآن کے بارے میں علم کے بغیر کوئی بات کہی، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔''

ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کے مجموعی طور پر تین گروہ ہیں: ایک گروقرآن کو اپنی سمجھ سے بالاتر قرار دے کر کہتا ہے کہ ہمارے بس کی بات ہی نہیں کہ ہم قرآن کو سمجھ سکیں، اور دوسرا گروہ اپنی مرضی سے قرآن کی تفسیر اور توجیہ بیان کرنے میں بہت دلیر ہے۔ دراصل یہ دونوں ہی گمراہی کے راستے پر ہیں۔ حقیقی ہدایت یافتہ تیسرا گروہ ہے جو قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے علماء و ائمہ کے ذریعے احادیث و آثار سے راہنمائی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آسان بنایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝﴾ [القمر : 17]

''یقیناً ہم نے قرآن کو آسان بنایا ہے۔ کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟''

اور قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین وسنن کے ذریعے سمجھنا چاہیے، اور درحقیقت سمجھا بھی اسی طرح ہی جاسکتا ہے۔ اللہ تعالی نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے:

﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝٥٨﴾ [الدخان:58]

''حقیقت صرف یہی ہے کہ ہم نے قرآن کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان کے ذریعے آسان کردیا ہے۔ تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کرسکیں۔''

اللہ تعالیٰ کے ان فرامین سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن آسان ہے، لیکن ضروری یہ ہے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور سنن کی روشنی میں سمجھا جائے۔ اس کے معانی ومفاہیم میں ہیر پھیر اور تبدیلیاں کرکے امت میں انتشار اور جھگڑے کا ماحول نہ بنایا جائے۔

نمازِ عصر اور نمازِ فجر کا وقت

[3]...... وَبِهِ عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : مَن أَدرَكَ رَكعَةً مِن صَلاةِ الصُّبحِ قَبلَ أَن تَطلُعَ الشَّمسُ فَقَد أَدرَكَ ، وَمَن أَدرَكَ رَكعَةً أَو رَكعَتَينِ مِن صَلاةِ العَصرِ

❶ سنن الترمذى، أبواب تفسير القرآن، باب ماجاء فى الذى يفسر القرآن برأيه، حديث: 2950.

قَبلَ أَن تَغِيبَ الشَّمسُ فَقَد أَدرَكَ .

تخریج الحدیث صحيح البخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب من أدرك ركعة من العصر قبل الغروب، حديث: 556، و باب من ادرك من الفجر ركعة، حديث، 579، صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب من أدرك ركعة من الصبح ، حديث: 608، سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب فی وقت صلاة العصر، حديث: 412، سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء فيمن أدرك ركعة من العصر، حديث: 186، سنن النسائی، كتاب المواقيت، باب من أدرك ركعتين من العصر، حديث: 517 ,516 ,514، سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب وقت الصلاة فی العذر والضرورة، حديث: 699.

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورج طلوع ہونے سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پالی، اس نے نماز فجر (مکمل) پالی۔ اور جس شخص نے سورج غروب ہونے سے پہلے، نمازِ عصر کی ایک یا دو رکعات پالیں، اس نے نماز عصر پالی۔

شرح الحدیث نماز فجر کا وقت طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک ہے۔ صبح کے وقت دو قسم کی روشنیاں ہوتی ہیں۔ پہلی روشنی زمین سے آسمان کی طرف سیدھی جاتی ہے۔ اطراف میں پھیلتی نہیں۔ اسے صبح کاذب کہتے ہیں۔ جبکہ دوسری روشنی زمین سے اٹھتی ہے اور آسمان کے کناروں میں پھیل جاتی ہے۔ اسے صبح صادق کہتے ہیں۔ اسی روشنی (صبح صادق) سے نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور سورج طلوع ہونے تک رہتا ہے۔ البتہ اول وقت میں نمازِ فجر ادا کرنا افضل عمل ہے۔

اگر کوئی شخص اول وقت میں نمازِ فجر ادا نہ کر سکا، اور اس نے جب نمازِ فجر پڑھنا شروع کی تو ابھی ایک ہی رکعت پڑھی تھی کہ سورج طلوع ہو گیا؛ تو اس کی نماز ادا ہوگی نہ کہ قضا اور نمازِ فجر کے وقت میں ہی شمار ہوگی۔

یہی معاملہ نمازِ عصر کا ہے۔ ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہونے سے لے کر سورج غروب ہونے تک نمازِ عصر کا وقت ہے۔ اگر کسی شخص نے نماز عصر ادا کرنا شروع کی، اور ابھی اس نے ایک یا دو رکعات ہی پڑھی تھیں کہ سورج غروب ہو گیا تو اس کو بروقت ادائیگی کا ثواب مل جائے گا، اس کی نمازِ عصر، دورانِ وقت ہی شمار ہوگی۔

لیکن بلاوجہ کسی بھی نماز کو تاخیر سے ادا کرنا گناہ اور نافرمانی کا عمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کے ساتھ

نماز عصر ادا کرنے کو منافق کی نشانی قرار دیا ہے۔ ❶

جنت وجہنم کی تخلیق اور جبرئیل علیہ السلام کا بیان

[4]...... وَبِـهِ عَن أَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَـالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَـمَّـا خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الـجَـنَّةَ دَعَا جِبرِیلَ ، فَأَرسَلَهُ إِلَیهَا ، فَقَالَ: انظُر إِلَیهَا وَإِلَی مَا أَعدَدتُ لأَهلِهَا فِیهَا۔ فَجَاءَ هَـا جِبـرِیلُ فَنَظَرَ إِلَیهَا ، ثُمَّ رَجَعَ ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ مَا یَسمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلا دَخَلَهَا۔ فَأَمَرَ بِهَا فَحُجِبَتْ بِالمَكَارِهِ ، فَقَالَ: عُدْ إِلَیهَا ، فَانظُر إِلَیهَا ۔ فَرَجَعَ فَإِذَا هِیَ قَد حُجِبَت بِالمَكَارِهِ ، فَـرَجَـعَ إِلَیـهِ ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَقَد خَشِیتُ أَن لا یَدخُلَهَا أَحَدٌ . ثُمَّ أَرسَلَهُ إِلَی النَّارِ فَقَالَ: اذْهَـبْ إِلَیهَا فَانظُرْ إِلیٰ مَا أَعدَدْتُ لأَهلِهَا فِیهَا۔ فَذَهَبَ ، فَإِذَا هِیَ یَركَبُ بَعضُهَا بَعضًا ، فَـرَجَـعَ إِلَیـهِ ، فَـقَـالَ: وَعِـزَّتِكَ لا یَسمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَیَدخُلَهَا۔ قَالَ: فَحَجَبَهَا بِالشَّهَوَاتِ ، فَرَجَعَ إِلَیهِ ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَقَد خَشِیتُ أَن لا یَنجُوَ مِنهَا أَحَدٌ .

تخریج الحدیث سـنن الترمذی ، أبواب صفة الجنة ، باب ماجاء حفت الجنة بالمكاره ، حدیث: 2560 ، سنن النسائی ، كتاب الأیمان والنذور ، باب الحلف بعزة اللّٰه ، حدیث: 3763 ، مسند أحمد بن حنبل: 125/14 ، حدیث: 8398 ، مسند أبی یعلیٰ الموصلی: 345/10 ، حدیث: 5940 ، شعب الإیمان للبیهقی: 592/1 ، حدیث: 379۔ امام ترمذی اور محدث البانی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو تخلیق فرمایا، تو جبریل علیہ السلام کو بلایا، اور انہیں اس (جنت) کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا: اسے اور اس میں آنے والوں کے لیے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے؛ اسے دیکھو۔ جبریل علیہ السلام اس کی طرف آئے اور اسے دیکھا۔ پھر واپس چلے گئے، اور عرض کیا: اللہ! تیری عزت کی قسم! اس کے متعلق جو شخص بھی سن لے گا وہ اسی میں آئے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو جنت کو ناپسندیدہ (مشکل) امور سے ڈھک دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب دوبارہ اس کی طرف جاؤ اور دیکھو۔ جبریل علیہ السلام دوبارہ گئے تو جنت کو مکروہات سے ڈھک دیا گیا تھا۔ جبریل علیہ السلام واپس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا: آپ کی عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ کوئی بھی اس میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر

---

❶ صحیح مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب التبكیر بالعصر ، حدیث ، 622.

اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو جہنم کی طرف بھیجا، اور فرمایا: جاؤ، اسے اور اس میں آنے والوں کے لیے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے، اسے دیکھو۔ جبریل علیہ السلام گئے، دیکھا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے پر چڑھ رہا ہے۔ جبریل علیہ السلام واپس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ کی عزت کی قسم! اس کے بارے میں سن کر کوئی بھی شخص اس میں داخل نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جہنم کو شہوات (مرغوب امور) سے ڈھک دیا، جبریل علیہ السلام اس کی طرف دوبارہ گئے۔ اور عرض کیا: اللہ! آپ کی عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اس سے کوئی بھی بچ نہیں پائے گا۔

شرح الحدیث دنیا کی زندگی امتحان گاہ ہے، جس کا نتیجہ، کامیاب ہونے پر روزِ قیامت جنت میں داخلہ؛ اور ناکام ہونے پر جہنم میں داخلہ کی صورت میں نکلے گا۔ جنت کے خوبصورت اور دلکش ہونے اور جہنم کے ہولناک ہونے کا یقین ہونے کے باوجود لوگوں کی کثیر تعداد عملی زندگی میں ایسی راہوں پر گامزن ہے جو انہیں جنت سے دور اور جہنم کے قریب لے جانے والی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ وہی ہے جو حدیث مبارکہ میں بیان کردی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو ایسے اعمال کے ساتھ مشروط کردیا ہے جو عموماً انسانی طبیعت پر گراں ہیں۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش وامتحان ہے۔

لیکن جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی نعمتوں کے حصول کی لگن مضبوط ہوتی ہے انہیں ان اعمال کی گرانی نہیں بلکہ آسانی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ [البقرة: 45، 46]

''اللہ کی مدد صبر اور نماز کے ذریعے حاصل کرو، ایسا کرنا بہت گراں ہے لیکن (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے (گراں) نہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے، اور وہ اسی کی طرف لوٹ رہے ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعمال سے جنت کو ڈھک دیا ہے، انہیں انسانی طبیعت پر بالعموم گراں ہونے، اور ان اعمال کی ادائیگی میں تکالیف کا سامنا ہونے کے باعث ناپسندیدہ کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان اعمال کی طرف لوگوں کا رجحان نہ ہونے کے برابر ہے۔ البتہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے وہ ان اعمال کو بخوشی انجام دیتے اور کسی بھی تکلیف کی وجہ سے ہارتے نہیں ہیں۔ قرآن مجید نے تو ان لوگوں کے اوصاف بیان کیے،

ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِیْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾ [التوبة: 111]

''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اوران کے مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پھر وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ اللہ کے ذمے سچا وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ لہٰذا تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اس (اللہ) سے کیا، اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اسی طرح جہنم کی ہولنا کی پر یقین رکھنے اور اسے سن کر توبہ توبہ کرنے والے بھی ایسے ہی اعمال کے مرتکب ہیں جو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اس کی وجہ وہی ہے جو حدیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے؛ کہ جہنم کو بظاہر خوشنما اور جاذب اعمال سے ڈھک دیا گیا ہے۔ انسان لذت، سکون، آرام اور تفریح سے بھرپور زندگی گزارنے کو ترجیح دیتا ہے، جبکہ وہ اس بات سے غافل ہو چکا ہے کہ یہ لذتیں اسے کس منزل کی طرف لے جا رہی ہیں۔

جسے جنت کی طلب اور جہنم سے بچنے کی تمنا ہو درحقیقت روزِ قیامت پر اسی کا ایمان ہے۔ اور ایسا انسان مرد ہو یا عورت دنیا کی زندگی میں مگن نہیں ہو رہتا۔ امام مسلم بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَنْ رَجَا شَيْئًا طَلَبَهُ، وَمَنْ خَافَ شَيْئًا هَرَبَ مِنْهُ" [1]

''انسان جس چیز کی تمنا رکھتا ہے؛ اسے طلب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جس چیز سے ڈرتا ہے؛ اس سے دور بھاگتا ہے۔''

ہمارے اعمال ہی بتاتے ہیں کہ ہمیں کس چیز کی تمنا ہے؟ اپنی دلی خواہشات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے زندگی گزارنے والے، تکالیف برداشت کرتے اور مشکل و گراں اعمال بھی آسانی سے انجام دیتے ہیں تو یہ علامت ہے جنت کے متمنی و طلب گار ہونے کی۔ جبکہ دلی خواہشات کے پیچھے عمر بتا دینے والوں کی منزل کو بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ دنیا کی زندگی میں آرائش و آسائش کا وہی متمنی ہوگا جسے جنت کی جستجو نہیں ہے۔ بظاہر

[1] الزهد والرقائق، لابن المبارك: ص: 102، حديث، 305، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، لأبى نعيم: 292/2.

کتنا ہی اپنے آپ کو جنت کا متلاشی ظاہر کرتا پھرے۔

رسول اللہ ﷺ نے غفلت سے بیدار کرنے اور جنت وجہنم کے حوالے سے انسان کی مجرمانہ غفلت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا:

((مَا رَأَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا .)) ❶

''میں نے جہنم کے علاوہ کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی؛ جس سے ڈرنے والے سو رہے ہوں۔ اور جنت کے علاوہ کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس کے طلبگار سو رہے ہوں۔''

جو انسان جنت کی راہ میں نظر آنے والے گراں اور طبیعت کے لیے ناپسندیدہ اعمال سے گھبرا جاتا ہے وہ جنت کے حصول سے محروم ہو جائے گا۔ جنت کا حصول ان مشکل اعمال کو عبور کرنے سے ہی ممکن ہے۔ اسی طرح جو انسان خوش نما اور لذتوں سے بھرپور اعمال کی لگن میں مگن رہتا ہے، اس کی زندگی کا سفر اسے جہنم جیسی دردناک منزل پر پہنچا دے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّمَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ يرجُوهَا وَإِنَّمَا يُجَنَّبُ النَّارَ مَنْ يَخَافُهَا .)) ❷

''جنت میں وہی شخص جائے گا جو اس کا متمنی ہے اور جہنم سے اسی شخص کو محفوظ رکھا جائے گا جو اس سے ڈرتا ہے۔''

ہم کہاں تک جنت کے متمنی اور جہنم سے خائف ہیں، اس بات کا فیصلہ ہماری عملی زندگی کے رجحانات سے کیا جا سکتا ہے۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہے کہ انسان حلال وحرام کی تمیز نہ رکھے اور پھر بھی جنت کی امید لگائے بیٹھا ہو اور اسے محض امید کی بنا پر جنت مل جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنْ سُحْتٍ ، النَّارُ أَوْلَى بِهِ .)) ❸

''وہ شخص جنت میں نہیں جا سکتا، جو حرام کمائی کھانے والا ہو، جہنم ہی اس کے لیے موزوں جگہ ہے۔''

بے جا آسائشوں اور لذتوں کا گلا گھونٹ کر، مشکل حالات کا مقابلہ کر کے، اپنے دل کی ناپسندیدگی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی پسند والے کام کر کے زندگی گزارنے والے ہی جنت کے مہمان بنیں گے۔

---

❶ سنن الترمذی، أبواب صفة جهنم، باب ماجاء أن للنار نفسين (باب منه)، حديث: 2601.

❷ شعب الإيمان، للبيهقي: 223/2 ، حديث: 760.

❸ مسند أحمد بن حنبل: 425/23 ، حديث: 15284 .

خود ساختہ احادیث بیان کرنے کی سزا

[5]...... وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ؛ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

تخريج الحديث صحيح البخاری، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبی ﷺ، حديث: 107 تا 110، صحيح مسلم، مقدمة الكتاب، حديث: 2 تا 4، سنن أبی داؤد، كتاب العلم، باب فی التشديد فی الكذب على رسول الله ﷺ، حديث: 3651، سنن الترمذی، أبواب العلم، باب ماجاء فی تعظيم الكذب على رسول الله ﷺ، حديث: 2659، سنن ابن ماجة، افتتاح الكتاب فی الإيمان، باب التغليظ فی تعمد الكذب على رسول الله ﷺ، حديث: 30 تا 37.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری نسبت سے کوئی بات کی، جو میں نے نہیں کہی۔ تو وہ شخص اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔

شرح الحديث جھوٹ بولنا بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ قرآن مجید نے جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برسنے کا ذکر کیا ہے۔ [آل عمران: 61، هود: 18]

رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ بولنے کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔ ❶

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: جھوٹ برائیوں کا سبب بنتا ہے جس سے انسان جہنم میں چلا جاتا ہے۔ ❷

سب سے بڑھ کر خطرناک اور مہلک جھوٹ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں بولا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ﴾ [الزمر: 60]

''روزِ قیامت آپ دیکھیں گے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ بولتے تھے، ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔''

---

❶ صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب علامة النفاق، حديث، 34.

❷ صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب قول الله تعالیٰ: يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين، حديث: 6094.

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولنا بہت بڑا جرم، کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ اور موجب لعنت عمل بلکہ کفر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴾ [هود: 18]

''اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے، یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش ہوں گے تو گواہ کہیں گے: یہی لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے بارے میں جھوٹ بولے تھے۔ سن لو (جھوٹ بولنے والے) ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''

معروف مفسر، علاؤالدین الخازن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فِي الآيَةِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ الكَذِبَ عَلَى اللّٰهِ مِن أَعظَمِ أَنوَاعِ الظُّلْمِ" ❶

''اس آیت مبارکہ میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا ظلم کی تمام تر اقسام میں سے بڑا ظلم ہے۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولنا بھی کفر ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اس معاملے میں بہت غافل اور غیر سنجیدہ ہیں۔ انہیں اس عمل کے انجام کا احساس نہیں ہے، وہ بے دھڑک، بلا خوف و خطر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اپنی طرف سے باتیں بیان کرتے ہیں۔ اور بہت سی باتیں اس طرح پھیلا دی گئی ہیں کہ وہ ہمارے معاشرے میں معروف ہوچکی ہیں اور زبان زد عام وخاص ہیں۔ لہٰذا ہمیں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ہمیں غور کرنا اور معلوم کرنا ہوگا کہ جو بات ہم نے رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے بیان کی ہے، کیا یہ واقعی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے؟ کیونکہ اگر وہ بات واقعی رسول اللہ ﷺ کی زبان مقدسہ سے نکلی ہے تو اسے بیان کرنا ہمارے لیے سعادت ہے۔ لیکن اگر وہ بات آپ ﷺ نے نہیں فرمائی، اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کردی تو اس کا انجام نہایت خطرناک اور مہلک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے میرے حوالے سے کوئی ایسی بات کہی، جو میں نے بیان نہیں کی، تو وہ شخص اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔'' ❷

---

❶ لباب التأويل فى معانى التنزيل، (تفسير الخازن): 478/2.

❷ صحيح البخارى، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبى ﷺ، حديث: 107 تا 110، صحيح مسلم، مقدمة الكتاب، حديث: 2 تا 4، سنن أبى داؤد، كتاب العلم، باب فى التشديد فى الكذب ⇦⇦

ایک حدیث مبارکہ میں تو بہت واضح طور پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((حَدِّثُوا عَنِّی بِمَا تسمعُونَ ، وَلا یَحِلُّ لِرَجُلٍ أَن یکذِبَ عَلَیَّ ، فَمَن کَذَبَ عَلَیَّ ، وَقَالَ عَلَیَّ غیرَ مَا قُلتُ ، بُنِیَ لَهُ بَیتٌ فِی جَهَنَّمَ .)) ❶

''جو کچھ مجھ سے سنتے ہو، اسے ہی میری نسبت سے بیان کیا کرو۔ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ میرے حوالے سے کوئی جھوٹ بولے۔ جس نے میرے حوالے سے جھوٹ بولا، اور ایسی بات کہی جو میں نے بیان نہیں کی، اس شخص کے لیے جہنم میں گھر بنا دیا جائے گا۔''

کسی بھی بات کو اگر حدیث کے طور پر سنا یا پڑھا ہو تو اس کو آگے بیان کرنے سے پہلے تصدیق کر لینی چاہیے، کیونکہ سنی سنائی بات کو بغیر تصدیق کیے بیان کر دینا بھی انسان کے جھوٹے ہونے کی علامت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((کَفَی بِالمَرءِ کَذِبًا أَن یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ .)) ❷

''کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات بیان کرے۔''

جھوٹ بولنا قبیح جرم اور کبیرہ گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولنا سب گناہوں سے بڑھ کر قبیح اور سب سے زیادہ مہلک جرم بلکہ موجب لعنت اور کفریہ عمل ہے۔ عوام الناس کے ساتھ ساتھ واعظین کو بھی اس میں احتیاط اور تصدیق سے کام لینا چاہیے۔

ملک الموت کو ذبح کر دیا جائے گا

[6]...... وَعَن أَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ: یُؤتَی بِالمَوتِ یَومَ القیامة فَیُوقَفُ عَلَی الصِّرَاطِ ، فَیَقُولُ: یاأَهْلَ الْجَنَّةِ فَیطلُعُونَ خَائِفِینَ وَجِلِینَ أَن یَخرُجُوا مِن مَکَانِهِمُ الَّذِی هُم فِیهِ ، فَیُقَالُ لَهُم: هَل تَعرِفُونَ هَذَا؟ قَالُوا: نَعَم ، رَبَّنَا! هَذَا المَوتُ۔

⇦⇨ علی رسول اللّٰه ﷺ ، حدیث: 3651 ، سنن الترمذی ، أبواب العلم ، باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللّٰه ﷺ ، حدیث: 2659 ، سنن ابن ماجة ، افتتاح الکتاب فی الإیمان ، باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللّٰه ﷺ ، حدیث: 30 تا 37 .

❶ المعجم الکبیر ، للطبرانی: 18/3 ، حدیث: 2516 .

❷ صحیح مسلم ، مقدمة الکتاب ، باب النهی عن الحدیث بکل ما سمع ، سنن أبی داؤد ، کتاب الأدب ، باب فی التشدید فی الکذب ، حدیث: 4992 .

وَيُـقَـالَ: يَـاأَهْلَ النَّارِ فَيطلُعُونَ فَرِحِينَ مُسْتَبْشِرِينَ أَن يَخرُجُوا مِن مَكَانِهِمُ الَّذِى هُم فِيهِ فَيُـقَالُ: هَل تَعرِفُونَ هَذَا فيَقُولُونَ: نَعَم رَبَّنَا هَذَا المَوتُ۔ فَيَأمُرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيُذبَحُ عَلَى الصِّرَاطِ ثُمَّ يَقُولُ لِلفَرِيقَينِ: خُلُودٌ فِيهَا لا مَوتَ تَجِدُونَ فيها أبدا .

تخريج الحديث سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة، حديث: 4327۔
محدث البانی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز موت کو لایا جائے گا۔ اسے پل صراط پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: او جنتیو!۔...... جنتی ڈرتے اور کانپتے ہوئے دیکھیں گے، کہ شائد وہ جس جگہ (یعنی جنت میں) رہ رہے ہیں، اس سے انہیں نکال دیا جائے گا۔ لیکن انہیں پوچھا جائے گا: کیا تم اس (موت) کو جانتے ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں، ہمارے پروردگار! (ہم جانتے ہیں) یہ موت ہے۔ پھر کہا جائے گا: او جہنمیو! ......وہ خوشی خوشی دیکھیں گے، کہ شائد وہ جس جگہ میں ہیں، وہاں سے انہیں نکال دیا جائے گا۔ لیکن ان سے بھی پوچھا جائے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ بھی کہیں گے: جی ہاں، ہمارے پروردگار! یہ موت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے تو اس (موت) کو صراط پر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ، فریقین (جنتی اور جہنمی دونوں) کو فرمائیں گے: یہاں ہمیشگی ہے، تم یہاں کبھی بھی موت نہیں پاؤ گے۔

شرح الحديث ذی روح اور جانداروں کا بننا اور پھر مٹ جانا، دنیا کی زندگی میں ہی ہے۔ دنیا کی زندگی عارضی ہے، اس میں پیش آنے والی ہر غمی اور ہر خوشی، سختی و نرمی، اتار چڑھاؤ، الغرض اس زندگی کے تمام تر پہلو عارضی ہیں۔ دنیاوی زندگی کے اختتام کے بعد اس میں واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ پھر اس زندگی میں جانا ہے جس کا ہر پہلو دائمی ہے۔ جہاں خوشی بھی دائمی ہے اور غم بھی، عزتیں بھی دائمی ہیں اور ذلتیں بھی، جزا بھی دائمی ہے اور سزا بھی۔ جو شخص جس کیفیت کا مستحق قرار پائے گا اپنی کیفیت میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس کی حالت دائمی ہوگی۔ کیونکہ وہاں زندگی ہی زندگی ہوگی، موت نہیں ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ موت کو جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار پر ذبح کیا جائے گا۔ [1]
مقصد یہ ہے کہ اہل جنت کی خوشی کو دوبالا اور اہل جہنم کی پریشانی کو زیادہ کرنے کے لیے موت کو ذبح کر دیا جائے گا، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''موت کو اس لیے ذبح کیا جائے گا تا کہ

[1] سنن ترمذی، صفة الجنة، رقم: 2557.

اہل جنت کی خوشی میں اضافہ ہو اور اہل جہنم کا افسوس اور دکھ مزید بڑھ جائے۔ ❶

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین کے لیے جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے، انہیں موت نہیں آئے گی اور نہ ان کے لیے راحت و آرام ہی کی زندگی ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جو لوگ کافر ہیں، ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان پر موت آئے گی کہ وہ مرجائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔'' (فاطر: 36)

سورۂ ''الإنشقاق'' میں سجدۂ تلاوت

[7]...... وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَجَدَ فِي ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ قَالَ: فَقُلْتُ: أَيْ أَبَا هُرَيْرَةَ! إِنَّ هٰذِهِ سُورَةٌ مَا سُجِدَ فِيهَا۔ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَسْجُدُ فِيهَا.

تخریج الحدیث صحیح البخاری، کتاب سجود القرآن، باب سجدة إذا السماء انشقت، حدیث: 1074، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب سجود التلاوة، حدیث: 107 ـ (578)، موطأ الإمام مالك، باب ماجاء فی القرآن، حدیث، 12، مسند ابن الجعد:حدیث: 1273، مسند أحمد بن حنبل: 492/16، حدیث: 10845.

ترجمة الحدیث ابوسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ پر سجدہ کیا۔ میں نے عرض کیا: جناب ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ)! اس سورت میں تو سجدہ نہیں کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (سورت) میں سجدہ کیا تھا۔

شرح الحدیث سجدہ؛ اسلام میں نہایت اہمیت کا حامل، عمل ہے۔ انسانی عاجزی کا سب سے بڑا مظہر اللہ تعالیٰ کے ہاں سجدہ ریز ہونا ہے۔ سجدے کی حالت میں انسان اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((اَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ.)) ❷

---

❶ صحیح بخاری، الرقاق، حدیث: 6548.

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب مایقال فی الرکوع والسجود، حدیث: 215 ـ (482).

''بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب؛ سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔''

مذکورہ حدیث مبارکہ میں سجودِ تلاوت میں سے ایک سجدے کا ذکر ہے۔ سجدہ تلاوت سے مراد وہ سجدہ ہے جو دوران نماز یا نماز کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت کے دوران، ان مخصوص آیات پر کیا جاتا ہے جن آیات پر سجدہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ سجدہ تلاوت کی ایک آیت پر ایک ہی سجدہ کیا جاتا ہے۔ اگر نماز کے علاوہ دوران تلاوت سجدے والی آیات ایک سے زیادہ آجائیں تو ہر آیت پر سجدہ کیا جائے گا، دوران نماز بھی جتنی بار سجدہ والی آیت آئے گی اتنی بار ہی سجدہ کرنا ہوگا۔

نماز باجماعت ہونے کی صورت میں جہری نماز میں سجدہ تلاوت کیا جائے گا، اور اس کی ادائیگی امام اور اس کی اقتداء میں تمام مقتدی کریں گے۔ پھر اس سجدے سے اٹھ کر باقی نماز کو معمول کے مطابق پوری کریں گے۔ ❶

سجدۂ تلاوت فرض و واجب نہیں، بلکہ یہ نفل ہے۔ اور یہ سجدہ فرض اور نفل نماز؛ اور نماز کے علاوہ دوران تلاوت کیا جائے گا۔ ❷ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر سجدہ تلاوت چھوڑا بھی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ النجم پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سجدہ نہ کیا۔'' ❸

جبکہ اسی سورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے بھی تھے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی، اور آپ نے اس میں سجدہ کیا۔ ❹

امام نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

---

❶ مراتب الإجماع، لإبن حزم: ص، 31.

❷ المحلیٰ، لإبن حزم: 323/3.

❸ صحیح البخاری، کتاب سجود القرآن، باب من قرأ السجدة و لم یسجد، حدیث: 1072، 1073، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب سجود التلاوة، حدیث: 106۔ (577).

❹ صحیح البخاری، أبواب سجود القرآن، باب سجدة النجم حدیث: 1070، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب سجود التلاوة، حدیث: 105۔ (576).

"إِنَّ اللَّهَ لَم يَفرِضِ السُّجُودَ إِلَّا أَن نَشَاءَ"❶

"اللہ تعالیٰ نے (تلاوت کا) سجدہ فرض نہیں کیا، البتہ اگر ہم چاہیں، (تو سجدہ کر لیں)۔"

علامہ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واتَّفقُوا أنَّهُ لَيسَ فِي الْقُرآنِ أَكْثَرُ مِنْ خَمْسَ عَشرَةَ سَجْدَةً"❷

"اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید میں کل پندرہ سجودِ تلاوت ہیں۔"

قرآن مجید میں سجودِ تلاوت کے پندرہ مقامات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1: ﴿إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۩﴾ [الأعراف: 206]

2: ﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۩﴾ [الرعد: 15]

3: ﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۩﴾ [النحل: 49، 50]

4: ﴿وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۩﴾ [الإسراء: 109]

5: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩﴾ [مريم: 58]

6: ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩﴾ [الحج: 18]

7: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۩﴾ [الحج: 77]

---

❶ صحيح البخاري، كتاب سجود القرآن، باب من رأى أن الله عزوجل لم يوجب السجود، حديث: 1077. ❷ مراتب الإجماع فى العبادات والمعاملات والاعتقادات، لإبن حزم، ص: 31.

8: ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ق اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴾ [الفرقان : 60]

9: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ [النمل : 26]

10: ﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [السجدة : 15]

11: ﴿وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ﴾ [ص : 24]

12: ﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ هُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴾

13: ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴾ [النجم : 62]

14: ﴿وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴾ [الانشقاق : 21]

15: ﴿كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ﴾ [العلق : 19]

تلاوت کا سجدہ ایک ہی ہے۔ جو دعائیں عمومی طور پر نماز کے سجدے میں پڑھی جاتی ہیں، ان میں سے کوئی بھی دعا تلاوت کے سجدہ میں پڑھی جا سکتی ہے۔ البتہ ایک صحیح حدیث کے مطابق مندرجہ ذیل دعا کو سجدۂ تلاوت میں پڑھنا مسنون ہے:

((سَجَدَ وَجِهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَولِهِ وَقُوَّتِهِ .))❶

یہ دعا ایک مرتبہ پڑھنی بھی جائز ہے اور زیادہ سے زیادہ جتنی مرتبہ نمازی چاہے پڑھ سکتا ہے۔

رمضان المبارک کے استقبال میں روزہ

[8]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ زُرَيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَمرٍو ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَلَا ، لَا تَقَدَّمُوا بِيَومٍ وَلَا يَومَينِ ، إِلَّا أَن يُوَافِقَ ذٰلِكَ صَومًا يَصُومُهُ أَحَدُكُم .

تخریج الحدیث صحیح البخاری ، کتاب الصوم ، باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا

❶ سنن الترمذی ، أبواب الدعوات ، باب ما یقول فی سجود القرآن ، حدیث : 3425۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

يومين، حديث: 1914، صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين، حديث: 21 ـ (1082)، سنن أبى داؤد، كتاب الصوم، باب فيمن يصل شعبان برمضان، حديث: 2335، سنن الترمذى، أبواب الصوم، باب ماجاء لا تقدموا الشهر بصوم، حديث: 684، سنن النسائى، كتاب الصيام، باب التقدم قبل شهر رمضان، حديث: 2172، سنن ابن ماجة، كتاب الصيام، باب ماجاء فى النهى أن يتقدم رمضان بصوم، حديث: 1650.

ترجمة الحديث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! (رمضان المبارک سے) ایک یا دو دن کی پہل مت کرو۔ ہاں، البتہ اگر کوئی شخص روزے رکھ رہا تھا تو اس کا روزہ (رمضان سے ایک دو روز قبل) موافقت کر جائے تو حرج نہیں۔

شرح الحديث رمضان المبارک فرض روزوں اور ان کے ذریعے گناہوں کی معافی کا سالانہ موسم ہے۔ رمضان المبارک میں روزہ رکھنا، عاقل، بالغ، صحت منداور صاحب ہمت مسلمان کے لیے فرض ہے۔ اس مہینے کی عظمت وفضیلت اس قدر معروف ہے کہ مسلمان کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے۔ ضرورت اس بات پر توجہ دلانے کی ہے کہ اگر عبادت کرتے وقت اس کے صحیح طریقہ، صحیح وقت اور صحیح مقام کا لحاظ نہ رکھا جائے تو وہ عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کی ادائیگی میں شریعت کی تعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھنے کی بجائے اپنی مرضی سے کام لیا گیا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((مَن عَمِلَ عَمَلًا لَيسَ عَلَيهِ أَمرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) ❶

''جس شخص نے ایسا کام کیا، جس پر ہمارا حکم (عمل) نہیں تھا، وہ عمل مردود ہے۔''

اسی طرح وہ عمل بھی مردود ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہو، لیکن ممانعت کے باوجود کوئی انسان اس عمل کو انجام دے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾

[الحشر: 7]

''رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھیں جو عطا کریں اسے لے لو، اور جس سے منع کردیں اس سے باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت سزائیں دینے والا۔''

❶ صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب نقض الأحكام الباطلة، حديث: 18 ـ (1718).

مذکورہ حدیث مبارکہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک سے، ایک یا دو دن قبل رمضان کے استقبال میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس ممانعت کے پیش نظر ایسا کرنے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

بعض لوگ رمضان المبارک کی محبت اور احترام میں سلامی اور استقبال کے نام پر رمضان سے قبل ایک دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

رمضان المبارک کے استقبال میں ایک یا دو روزے رکھنا منع ہے۔ البتہ جو شخص ایک معمول کے مطابق روزے رکھ رہا ہو، یعنی وہ موموار اور جمعرات کا روزہ رکھتا ہو، یا ایک دن کے وقفے سے روزہ رکھ رہا ہو تو اس کے معمول کے حساب سے رمضان المبارک سے ایک یا دو دن قبل سوموار یا جمعرات ہو، جس کا وہ شخص روزہ رکھتا تھا، یا ایک دن کے وقفے سے (صوم داؤدی) رکھتا تھا تو اس کے مطابق رمضان المبارک سے ایک یا دو دن قبل اس کے روزے کا دن آ گیا تو اسے اجازت ہے، وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔ لیکن رمضان المبارک کے استقبال کے لیے خصوصی اہتمام کے ساتھ ایک یا دو دن کا روزہ رکھنا منع ہے۔ تمام علماء وائمہ کرام کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔ [1]

بڑھاپے میں بالوں کا رنگ بدل دو

[9]...... وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَالنَّصَارَ .

تخریج الحدیث سنن الترمذی، أبواب اللباس، باب ماجاء فی الخضاب، حدیث: 1752، سنن النسائی، کتاب الزینة، باب الإذن بالخضاب، حدیث: 5073 ، 5074 (بروایت: ابن عمر و زبیر)، مسند أحمد بن حنبل: 507/12 ، حدیث: 7545، مسند البزار : 310/14 ، حدیث: 7942، مسند أبی یعلی الموصلی: 381/10 ، حدیث: 5977۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑھاپے (کے رنگ) کو بدل دو، اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار مت کرو۔

[1] سنن الترمذی، أبواب الصوم، باب ماجاء لا تقدموا الشهر بصوم، حدیث: 684 .

شرح الحدیث عمر کے ساتھ ساتھ کمزوری اور بڑھاپے کے باعث انسان کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ ان بالوں کو سفید ہی رہنے دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔ اور بالوں کو رنگنے کا حکم دیا ہے۔ یاد رہے یہ حکم وجوب کے زمرے میں نہیں ہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر اور پسندیدہ اسی کو قرار دیا ہے کہ بوڑھے انسان کے بالوں کو رنگ دیا جائے۔ لیکن سیاہ رنگ سے اجتناب کیا جائے۔ لیکن شریعت محمدی میں کالا خضاب لگانے سے منع کر دیا گیا۔ کالا اور سرخ رنگ ملا کر لگایا جا سکتا ہے۔ ضروری ہے کہ سرخ رنگ غالب ہو۔

بالوں کو رنگنا (یعنی خضاب لگانا) واجب نہیں ہے۔ کوئی شخص اپنے بال نہیں رنگتا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بالوں کو رنگا کرتے تھے، جبکہ سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا سلمہ بن اکوع اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم سمیت کئی صحابہ ایسے تھے جنھوں نے بالوں کو خضاب نہیں لگایا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد محترم سیدنا عثمان ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سفید بال خضاب سے رنگنے کا حکم دیا تھا۔

اس میں سب سے بڑی حکمت؛ یہودیوں کی مخالفت ہے۔ اور بال رنگنا، گرد و غبار سے بالوں کی حفاظت کا باعث بھی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس کا واجب ہونا بھی منقول ہے۔ اور آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ کم از کم ایک مرتبہ اپنے بالوں کو رنگنا واجب ہے۔ لیکن سیاہ رنگ سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ بال رنگنے اور سیاہ کے علاوہ کسی دوسرے رنگ سے رنگنے میں یہودیوں کی مخالفت ہے۔ [1]

سیدنا آدم اور سیدنا موسیٰ علیہما السلام کا دلچسپ مکالمہ

[10]...... حَدَّثَنَا عَبدُ الأَعلَى، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ زُرَيعٍ وَ المُعتَمِرُ بنُ سُلَيمَانَ، قَالا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَمرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: احتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى (عَلَيهِمَا السَّلَامُ)، فَقَالَ مُوسَى (عَلَيهِ السَّلَامُ): أَنتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيكَ مِن رُوحِهِ، وَأَمَرَ المَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، وَأَسكَنَكَ الجَنَّةَ، ثُمَّ أَخرَجتَنَا مِنَ الجَنَّةِ. قَالَ آدَمُ (عَلَيهِ السَّلَامُ): أَنتَ مُوسَى الَّذِي اصطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ، وَكَلَّمَكَ تَكلِيمًا، وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا، وَأَنزَلَ عَلَيكَ التَّورَاةَ، فَبِكَم تَجِدُ فِي التَّورَاةِ

[1] فتح الباري، لابن حجر: 355/10، 356.

أَنَّهُ كُتِبَ العَمَلُ الَّذِي عَمِلتُهُ؛ قَبلَ أَن أُخلَقَ؟ قَالَ مُوسَى: بِأَربَعِينَ سَنَةً . قَالَ آدَمُ: فَكَيفَ تَلُومُنِي عَلَى عَمَلٍ عَمِلتُهُ؛ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيَّ قَبلَ أَن يَخلُقَنِي بِأَربَعِينَ سَنَةً ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى .

تخريج الحديث صحيح البخاری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسی عندالله، حديث: 6614، صحيح مسلم، كتاب القدر، باب حجاج آدم و موسى عليهما السلام، حديث: 13، 15- (2652)، سنن أبی داؤد، كتاب السنة، باب فی القدر، حديث: 4701، سنن الترمذی، أبواب القدر، باب ماجاء فی حجاج آدم و موسى عليهما السلام، حديث: 2134، سنن ابن ماجة، افتتاح الكتاب فی الإيمان و فضائل الصحابة و العلم، باب فی القدر، حديث: 80.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیدنا آدم اور سیدنا موسیٰ علیہما السلام کا تکرار ہو گیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ آدم ہیں۔ آپ (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے پیدا کیا۔ اور اس نے آپ میں اپنی روح پھونکی۔ اور اس نے فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا۔ اور اس نے آپ کو جنت میں رہائش دی۔ پھر آپ نے ہمیں جنت سے نکال دیا۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے کہا: آپ موسیٰ (علیہ السلام) ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت (پیغام رسانی) کے لیے آپ کا انتخاب کیا۔ اور اس نے آپ سے کلام بھی کیا۔ اور آپ کو سرگوشی کے لیے قرب بھی بخشا۔ اور اس نے آپ پر تورات نازل فرمائی۔ تورات میں تم لوگوں نے کیا پڑھا ہے، کہ میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے وہ کام لکھ دیا گیا تھا، جو مجھ سے سرزد ہوا؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: چالیس سال۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے کہا: تو اس کام کے بارے میں آپ مجھے کس طرح ملامت کر سکتے ہیں، جو کام میں نے کیا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے وہ کام میرے لیے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھ چھوڑا تھا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سیدنا آدم علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو لاجواب کر دیا۔

شرح الحديث اس بات میں اختلاف ہے کہ سیدنا آدم اور سیدنا موسیٰ علیہما السلام کے درمیان مکالمہ دنیا میں ہو چکا ہے یا قیامت کے روز ہوگا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ مکالمہ قیامت کے روز ہوگا۔ جبکہ بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ یہ مکالمہ دنیا میں ہو چکا ہے۔ ان کی دلیل سنن ابوداؤد کی روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! آدم علیہ السلام سے میری ملاقات کرا دے، جنھوں نے ہمیں بھی جنت سے نکالا اور خود بھی نکلے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ملاقات کرادی، اس موقع پر یہ مکالمہ ہوا۔ البتہ اس کے بارے میں کوئی حتمی موقف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کے متعلق بہتر جانتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس کی کیفیت بیان کیے بغیر اس پر ایمان لانا ہوگا۔

اس حدیث بیان ہوا ہے کہ آدم علیہ السلام نے جنت میں ممنوعہ پھل کھانے کے عمل کو اپنی پیدائش سے پہلے کا لکھا ہوا عمل قرار دیا اور اس پر ملامت کرنے کی مذمت کی ہے۔ اس سے کوئی بیمار ذہن والا یہ بات اخذ کر سکتا ہے کہ انسان لکھے ہوئے یعنی اپنی تقدیر سے مجبور ہے۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ تقدیر کے متعلق اصولی بات یہ ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے انسان اس سے مجبور نہیں ہیں، ان کی تقدیر ان پر مسلط نہیں کی گئی، بلکہ انسانوں نے جو کچھ کرنا تھا اللہ تعالیٰ نے وہی لکھا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ کس نے کیا کچھ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب اور عالم الشہادۃ ہے اور تقدیر کے معاملے میں کسی بھی طرح کی پیچیدگی میں جانے اور بہت گہرائی تک کھوج لگانے سے گریز کرنا چاہیے۔ ہم صرف تقدیر پر ایمان رکھنے کے مکلّف ہیں۔ اسے کریدنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اللہ اعلم۔

آگ کی پکی چیز کھا کر وضو کرنا

[11]...... حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ يَحيَى ، حَدَّثَنَا عَبدُ الأَعلَى يَعنِي ابنَ عَبدِ الأَعلَى ، عَنْ مُحَمَّدِ بنِ عَمرٍو ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ وَلَو مِنْ ثَورِ أَقِطٍ .

تخریج الحدیث سنن الترمذی، أبواب الطهارة، باب الوضوء مما غيرت النار، حديث: 79، مسند البزار: 318/14، حديث: 7969، شرح معاني الآثار، للطحاوی: 63/1، حديث: 358، 360- محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ جس چیز کو آگ نے چھوا ہو، اسے کھانے پر وضو کرو، چاہے وہ پنیر کا ٹکڑا ہو۔

شرح الحدیث آگ پر پکی چیز کھانے سے وضو کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب آگ کی پکی ہوئی کوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا واجب نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا بعد والا عمل، ترک کا ہے۔ یعنی پہلے آپ ﷺ آگ کی پکی چیز کھا کر وضو کرتے تھے اور حکم بھی دیتے تھے لیکن بعد میں آپ ﷺ نے یہ عمل ترک کر دیا۔ پھر آپ ﷺ آگ کی پکی چیز کھانے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت کا سالن اور روٹی پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے لیے پانی منگوایا اور وضو کیا۔ اور ظہر کی نماز پڑھی۔ ظہر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی کھانا بھی منگوایا اور اسے کھایا پھر نماز کے لیے اٹھے لیکن اس وقت وضو نہیں کیا۔ ❶

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو طریقوں میں سے آخری (بعد کا) طریقہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ کی پکی چیز کھانے پر وضو کرنا ترک کر دیا تھا۔ ❷

لہٰذا آگ پر پکی ہوئی چیز نواقض وضو میں سے نہیں ہے۔ اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ اور ان کے بعد بھی ائمہ کرام، مثلاً: امام سفیان بن سعید ثوری، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق رحمہم اللہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو نہ کرنے کے قائل تھے۔ ❸

البتہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جو شخص اونٹ کا گوشت کھائے، وہ اس کے بعد نماز، تلاوت یا کسی بھی عبادت کے لیے وضو ضرور کرے۔

قرآن سات لہجوں میں نازل ہوا

[12]...... حَدَّثَنَا سَهلُ بنُ عُثمَانَ، حَدَّثَنَا أَسَدُ بنُ عَمرٍو، عَن مُحَمَّدِ بنِ عَمرٍو، عَن أَبِي سَلَمَةَ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أُنزِلَ القُرآنُ عَلىٰ سَبعَةِ أَحرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ.

تخریج الحدیث مسند أحمد بن حنبل: 120/14، حديث: 8390 ـ شیخ شعیب نے اسے ''حسن'' کہا ہے، مسند إسحاق بن راهويه: 193/5، حديث: 2321، عن أم أيوب.

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب فی ترك الوضوء مما مست النار، حديث: 191۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب فی ترك الوضوء مما مست النار، حديث: 192 ـ یہ حدیث گزشتہ حدیث، 191 کا اختصار ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❸ سنن الترمذی، أبواب الطهارة، باب ماجاء فی ترك الوضوء مما غيرت النار، تحت حديث: 80.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید سات حروف (لہجوں) پر نازل ہوا ہے۔ ہر حرف (لہجہ) شافی و کافی ہے۔

شرح الحديث یہ روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے اور اس میں یہ الفاظ زیادہ مروی ہیں کہ "لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ." ❶ ''ان میں سے ہر آیت کا ظاہر اور باطن ہے اور ہر سطح کے معانی کے ادراک کے لیے الگ الگ استعداد درکار ہے۔''

یاد رہے کہ سات قرأتوں سے مقصود یہ نہیں کہ ہر ہر آیت اور ہر ہر لفظ کی سات قرآتیں ہیں، بلکہ صرف چند الفاظ ایسے ہیں جن کی ادائیگی مختلف قرأت میں ہوسکتی ہے۔ قرآن پاک جو اس وقت ہمارے ہاں متداول ہے، اس کی قرأت متواتر ہے۔ اب اس کے خلاف دوسری کوئی قرأت جائز نہیں۔

روزہ، جلد افطار کرنا

[13]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ، حَدَّثَنَا أَسَدٌ، عَن مُحَمَّدِ بنِ عَمرٍو، عَن أَبِي سَلَمَةَ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: لا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ.

تخريج الحديث سنن أبي داؤد، كتاب الصوم، باب ما يستحب من تعجيل الفطر، حديث: 2353، سنن ابن ماجة، كتاب الصيام، باب ماجاء في تعجيل الإفطار، حديث: 1698، مصنف ابن أبي شيبة: 277/2، حديث، 8944، مسند أحمد بن حنبل: 503/15، حديث: 9810، السنن الكبرى، للنسائي: 370/3، حديث: 3299، صحيح ابن خزيمة: 275/3، حديث: 2060۔ محدث البانی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین ہمیشہ غالب رہے گا، جب تک لوگ روزہ، جلد افطار کیا کریں گے۔

شرح الحديث روزہ جلدی افطار کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب سورج غروب ہوجائے تو روزہ افطار کرلیا جائے۔ مزید تاخیر نہ کی جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سارا دن صبر کیا ہے تو اب مزید صبر کرلیں کوئی حرج نہیں، انہیں اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ تاخیر کرنے میں حرج ہے۔ کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی

❶ شرح السنة بحواله مشكاة، رقم: 238.

نافرمانی ہے۔ روزہ جلد یعنی عین وقت پر افطار کرنا، یہودیوں کی مخالفت بھی ہے۔ یہودی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کرتے تھے۔ لیکن امت محمدیہ کے لیے آسانی اور شفقت کا پہلو ہے کہ یہ روزہ جلد افطار کریں۔

ابوعطیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق (رحمہ اللہ) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کیا: ام المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ میں سے ایک صحابی افطار اور نماز میں جلدی کرتے ہیں۔ جبکہ دوسرے افطار اور نماز میں تاخیر کرتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: افطار اور نماز میں جلدی کون کرتا ہے؟ ہم نے کہا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہی کیا کرتے تھے۔ [1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کی سربلندی کے لیے دیگر لوازمات کی طرح روزہ جلد افطار کرنے کو بھی لازمی امر قرار دیا ہے۔ کیونکہ ہر وہ معاملہ، دین کی سربلندی کے لیے لازمی ہے جو یہودیوں کے طرز عمل کے منافی ومخالف ہو۔

جاہلیت میں معزز لوگ، اسلام میں بھی قابل تعظیم ہیں

[14]...... وَبِإِسْنَادِهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ ، خِيَارُهُم فِي الجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُم فِي الإِسلامِ إِذَا فَقِهُوا .

تخريج الحديث صحيح البخارى، كتاب المناقب، باب قول الله تعالى: يا أيها الناس إنا خلقنا كم من ذكر و أنثى، حديث: 3493، صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب خيار الناس، حديث: 199- (2526)، مسند الحميدى: 234/2 ، حديث: 1075، مسند اسحاق بن راهويه: 169/1 ، حديث: 116، جامع معمر بن راشد: 316/11 ، حديث: 20641، حديث على بن حجر السعدى، حديث: 167.

ترجمة الحديث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ معادن (کانوں) کی طرح ہیں، جیسا کہ سونے کی کانیں ہیں۔ ان میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر (معزز) تھے وہ جب اسلام کو سمجھ جائیں تو وہ اسلام میں بھی بہتر (معزز) ہی ہوں گے۔

---

[1] سنن أبى داؤد، كتاب الصوم، باب ما يستحب من تعجيل الفطر، حديث: 2354.

شرح الحدیث اسلام انسانیت کا احترام سکھاتا ہے۔ اگر کوئی انسان برائی چھوڑ کر نیکی اور اچھائی کی طرف راغب ہوتا ہے تو اسلام اس کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے تعظیم کا ایک نہایت اہم پہلو بیان فرمایا ہے۔ اگر کوئی انسان معاشرے میں معزز سمجھا جاتا ہے۔ لوگ اس کا احترام اور اس کی بات کی قدر کرتے ہیں، لیکن وہ انسان اسلام کی دولت سے محروم ہے تو جب وہ انسان اسلام قبول کر لے تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اسے سابقہ زندگی کی بنیاد پر عار دلائے۔ بلکہ اس شخص کا جو مقام و مرتبہ قبول اسلام سے قبل تھا اسے اسی مقام و مرتبہ پر فائز رکھا جائے گا۔

اس حدیث مبارکہ میں انسانوں کو معدنیات کی کان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ جس طرح مختلف کانوں سے مختلف معدنی ذخائر حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسانوں سے بھی مختلف فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ہر انسان میں الگ الگ خوبیاں اور مختلف کام کرنے کی مہارتیں ہوتی ہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی بہتر ہوں گے۔

یہاں ''خِيَارُهُم'' کا معنیٰ ''أَنْفَعُهُم'' ہے۔ یعنی جاہلیت میں جو انسان جس کام کی مہارت رکھتا تھا، اس کی ذات میں جو خوبی پائی جاتی تھی؛ مسلمان ہونے کے بعد اس کی مہارت اور خوبی کو مثبت طریقے سے اسلام و اہل اسلام کی خدمت کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

جو لوگ دور جاہلیت میں کفار کے ماہر جنگجو تھے؛ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قبولِ اسلام کے بعد ان کی جنگی مہارت اور بہادری کے پیش نظر انھیں اسلامی عسکری مہمات کے لیے منتخب فرمایا۔ جیسا کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ذات اس اعتبار سے معروف ترین ہے۔ [1] قبول اسلام کے بعد انھیں اسلامی عسکری لشکروں کی سپہ سالاری سونپی جانے لگی۔

جو لوگ لکھنا جانتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے انھیں وحی اور دیگر امور کی کتابت و تحریر پر مامور فرمایا تھا۔ جیسا کہ سیدنا ابی بن کعب، سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہ قرآن مجید لکھنے، سیدنا عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بادشاہوں کو خطوط لکھنے سیدنا علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ قبیلوں کے مابین معاہدے کی تحاریر رقم کرنے اسی طرح سیدنا زبیر بن عوام اور سیدنا جہیم بن صلت رضی اللہ عنہما صدقات کے متعلق امور تحریر کرنے پر مامور تھے۔

سیدنا مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ نہایت بہادر اور چوکس انسان تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد ان کی اس خوبی کو

[1] البداية والنهاية ، ابن كثير : 344/5 .

اسلام اور مسلمانوں کے فائدے کے لیے استعمال کیا گیا۔ انہیں مکہ مکرمہ میں قید، مسلمانوں کو قید خانہ سے نکال کر لانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ جسے انھوں نے بطریق احسن نبھایا۔ ❶

جو لوگ دور جاہلیت میں فیصل اور پنچائتی تھے، انہیں اسلام میں اہم معاملات کے متعلق مشاورت کے لیے منتخب کیا گیا۔

جس طرح زمین کی مختلف کانوں سے مختلف اشیاء و معدنیات حاصل ہوتی ہیں، کسی سے سونا، کسی سے چاندی، کسی سے ہیرے اور کسی سے تیل وغیرہ حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی افادیت اور اہمیت ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خوبی ہوتی ہے، اور ہر انسان کی خوبی ومہارت سے اسلام کو مختلف نوعیت کا فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ اسی لیے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ جو لوگ اسلام کی سمجھ حاصل ہونے کے بعد مسلمان ہوجاتے ہیں ان کی صلاحیتوں کو اسلامی مفاد میں استعمال کرنا چاہیے۔

فتح مکہ اور بیت اللہ میں نماز

[15]...... وَعَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَومَ فَتحِ مَكَّةَ ، فَطَافَ بِالبَيتِ ، ثُمَّ أَرسَلَ إِلَى عُثمَانَ بنِ طَلحَةَ ، فَقَالَ: اِئْتِنِي بِمَفَاتِيحِ الكَعبَةِ۔ قَالَ: هُوَ عِندَ أُمِّي۔ فَأَرسَلَ إِلَيهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَتْ: لا أَدفَعُهُ إِلَيهِ أَبَدًا۔ فَقَالَ عُثمَانُ: أَرسِلْنِي حَتَّى أُسَلِّمَهُ إِلَيكَ۔ قَالَ: فَأَتَيتُهَا ، فَقُلتُ لَهَا: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ طَلَبَ مِنِّي مَفَاتِيحَ الكَعبَةِ۔ فَقَالَت: لا وَاللَّاتِ وَالعُزَّى ، لا أَدفَعُهُ إِلَيهِ أَبَدًا۔ قَالَ عُثمَانُ: إِنِّي مُفْتِحٌ لَهُ۔ فَلَم يَزَل بِهَا حَتَّى دَفَعَتْهُ إِلَيهِ۔ فَأَقبَلَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَثَرَ فَسَقَطَ فَنَدَرَ المِفتَاحُ۔ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحنَا عَلَيهِ ثَوبَهُ ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: افتَحْ۔ فَفَتَحَهُ وَالثَّوبُ عَلَيهِ مَستُورٌ بِهِ۔ فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ الكَعبَةَ فَصَلَّى رَكعَتَينِ مَا بَينَ الأُسطوَانَتَينِ ثُمَّ طَافَ فِي نَوَاحِيهَا ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيهِ السَّلامُ .

❶ سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب فی قوله تعالیٰ "الزانی لا ینکح إلا زان"، حدیث ، 2051، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب تزویج الزانية، حدیث : 3228 .

تخریج الحدیث صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الردف علی الحمار، حدیث، 2988، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبة للحاج و غیره، حدیث: 388 ـ (1329)، مسند الحمیدی: 555/1، حدیث، 709، عن عبد اللّٰہ بن عمر.

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ فرمایا: میرے پاس کعبہ کی چابیاں (کنجیاں) لے کر آؤ۔ انھوں نے کہا: وہ تو میری ماں کے پاس ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ماں کو پیغام بھیجا تو اس نے کہا: میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (یہ چابیاں) ہرگز نہیں دوں گی۔ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ مجھے بھیجیں، میں آپ کے پاس چابیاں لے کر آتا ہوں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں، ماں کے پاس آیا اور اس سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کعبہ کی چابیاں مانگی ہیں۔ اس نے کہا: لات اور عزیٰ کی قسم! میں انھیں یہ چابیاں ہرگز نہیں دوں گی۔ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (کعبہ کا دروازہ) ضرور کھولوں گا۔ لہٰذا وہ اپنی ماں سے مسلسل اصرار کرتے رہے حتی کہ اس نے چابیاں دے دیں۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (واپس) آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو وہ لڑکھڑائے اور گر گئے؛ تو چابی ان (کے ہاتھ) سے گر گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر ان کے کپڑے کے پلّو درست کیے۔ پھر فرمایا: دروازہ کھولو۔ عثمان نے دروازہ کھول دیا اور وہ کپڑا (ان پر اس طرح تھا کہ) انھیں ڈھانپے ہوئے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسطونوں کے درمیان دو رکعات پڑھیں۔ اور اس کے اطراف کا چکر لگایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔

شرح الحدیث سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ مہاجر صحابہ میں سے تھے۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے:
عثمان بن طلحة بن أبی طلحة بن عبد العزی بن عثمان بن عبد الله بن عبد الدار بن قصی . ان کی والدہ کا نام ام سعید بنت شہید تھا۔ آپ اور سیدنا خالد بن ولید اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم حبشہ میں تھے۔ تینوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر اسلام قبول کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ کی چابیاں عنایت فرمائی تھیں۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو کہا تھا کہ اگر آپ نے بیت اللہ کی چابیاں نہ دیں

❶ معرفة الصحابة، لأبی نعیم أصبهانی: 1961/4.

تو میں آپ کو قتل کر کے بھی چابیاں لے جاؤں گا۔ ❶

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بیت اللہ کے اندر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ البتہ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں قبلہ رخ ہونا ممکن نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اکثر علماء کا موقف یہی ہے کہ خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مزید فرماتے ہیں:

"قَالَ مَالِكُ بنُ أَنَسٍ: لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ النَّافِلَةِ فِي الكَعبَةِ وَكَرِهَ أَن تُصَلَّى المَكتُوبَةُ فِي الكَعبَةِ . وقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا بَأْسَ أَن تُصَلَّى المَكتُوبَةُ وَالتَّطَوُّعُ فِي الكَعبَةِ لِأَنَّ حُكمَ النَّافِلَةِ وَالمَكتُوبَةِ فِي الطَّهَارَةِ وَالقِبلَةِ سَوَاءٌ . "❷

''امام مالک رحمہ اللہ خانہ کعبہ کے اندر نفل نماز کو جائز جبکہ فرض نماز کو مکروہ سمجھتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ خانہ کعبہ کے اندر فرض اور نفل، دونوں طرح کی نماز پڑھنا جائز سمجھتے تھے۔ کیونکہ وضو اور قبلہ کے حوالے سے فرض اور نفل، دونوں نمازوں کا ایک ہی حکم ہے۔''

خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھتے وقت کسی بھی دیوار کی طرف رخ کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اگر باجماعت نماز پڑھی جائے تو اس صورت میں امام کے پیچھے ہی صف بنائی جائے گی اور اسی طرف رخ کیا جائے گا جس طرف امام نے کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

فتح مکہ کا دن اسلامی تاریخ کا بہت روشن اور نہایت پرمسرت دن تھا۔ فاتح ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا رویہ نہایت نرم، ہمدردانہ اور مشفقانہ تھا۔ اس میں امتیوں کے لیے درس ہے کہ جب اللہ تعالیٰ غلبہ اور اختیار سے نوازے تو اپنی عاجزی میں مزید اضافہ کرو۔ عاجزی اور انسانیت دوستی میں ہی انسان کی ترقی وعزت کا راز ہے۔

ایام منیٰ، کھانے پینے کے دن ہیں

[16]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا عَبدُ الرَّحِيمِ بنُ سُلَيمَانَ ، عَن مُحَمَّدِ بنِ عَمرٍو ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَيَّامُ مِنًى أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ .

❶ مسند الحمیدی: 555/1 ، حدیث ، 709 .

❷ سنن الترمذی ، أبواب الحج ، باب ماجاء فی الصلاۃ فی الکعبۃ ، حدیث ، 874 .

تخريج الحديث صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب تحريم صوم أيام تشريق، حديث: 145 ـ (1142)، سنن ابن ماجة، كتاب الصيام، باب ماجاء فى النهى عن صيام أيام تشريق، حديث: 1719، مسند أبى يعلى : 415/10، حديث: 6024.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منیٰ کے ایام کھانے پینے کے ایام ہیں۔

شرح الحديث منیٰ کے ایام سے مراد، یوم النحر اور تشریق کے ایام ہیں۔ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان ایام کو منیٰ کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا ہے کہ ان دنوں میں حاجی منیٰ میں ہوتے ہیں۔ ❶

یوم النحر تو دس ذوالحجہ کا دن ہے۔ اور اس کے بعد ایام تشریق ہیں۔ ایام تشریق کی تعداد کے متعلق دو معروف موقف ہیں۔

پہلا موقف: ایام تشریق دو (یعنی: گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) ہیں۔

دوسرا موقف: ایام تشریق تین (یعنی: گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ) ہیں۔

ان میں سے دوسرا موقف معتبر اور زیادہ درست ہے۔ اور اس کی تائید میں قرآن مجید، احادیث و آثار سے دلائل موجود ہیں۔ جن سے وضاحت ہوتی ہے کہ ان تینوں دنوں میں قربانی کی جاسکتی ہے، ان دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، کیونکہ ایام تشریق؛ یوم النحر (یوم عید) کے حکم میں آتے ہیں۔ اور انہی دنوں کو کھانے پینے کے ایام کہا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ان ایام کو کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے دن قرار دیا ہے۔ ❷

اللہ تعالیٰ نے حجاج کرام کو (مزدلفہ سے واپسی پر) قیام منیٰ کے دوران اپنا ذکر کرنے کا خصوصی حکم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ [البقرة : 203]

''اوران چند ایام میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

---

❶ الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج، للسيوطى: 227/3.

❷ الآحاد والمثانى، لإبن أبى عاصم: 114/2، حديث : 817.

"أَمَرَ اللَّهُ سُبحَانَهُ وَتَعَالَى عِبَادَهُ بِذِكرِهِ فِي الأَيَّامِ المَعدُودَاتِ وَهِيَ الثَّلَاثَةُ الَّتِي بَعدَ يَومِ النَّحرِ وَلَيسَ يَومُ النَّحرِ مِنهَا ."❶

''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان چند ایام میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے۔ یہ ایام تین ہیں، جو یوم النحر کے بعد ہیں۔ اور یوم النحر ان میں شامل نہیں ہے۔''

یعنی: ایام تشریق گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ ہیں۔ اس مفہوم کی وضاحت سورۃ الحج کی آیت مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم حج کے لیے منادی کر دو۔ پھر لوگ دور دراز سے پیدل اور سواریوں پر، یہاں پہنچیں گے۔

﴿لِّيَشۡهَدُوا۟ مَنَٰفِعَ لَهُمۡ وَيَذۡكُرُوا۟ ٱسۡمَ ٱللَّهِ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡلُومَٰتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلۡأَنۡعَٰمِۖ فَكُلُوا۟ مِنۡهَا وَأَطۡعِمُوا۟ ٱلۡبَآئِسَ ٱلۡفَقِيرَ ۝٢٨﴾ [الحج : 28]

''اپنے نفع کے کاموں (تجارت) کے لیے حاضر ہوں، اور جو چوپائے اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا کیے ہیں، ان معلوم ایام میں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں۔ پھر تم اس میں سے خود کھاؤ اور محتاج فقیروں کو بھی کھلاؤ۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ''معلوم ایام'' میں جانوروں پر اللہ کا نام لینے کا حکم دیا ہے۔ جمہور مفسرین کے ہاں ان ایام سے مراد ایام تشریق ہیں۔❷ اور ایام تشریق، یوم النحر کے بعد تین ایام ہیں۔ جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان کیا گیا ہے۔

ایک حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أَيَّامُ مِنًى ، يَعنِي : الثَّلَاثَةَ بَعدَ يَومِ النَّحرِ۔ وَهِيَ أَيَّامُ التَّشرِيقِ فَفِيهِ أَنَّ هَذِهِ الأَيَّامَ دَاخِلَةٌ فِي أَيَّامِ العِيدِ ، وَحُكمُهُ جَارٍ عَلَيهِ فِي كَثِيرٍ مِنَ الأَحكَامِ لِجَوَازِ التَّضحِيَةِ وَتَحرِيمِ الصَّومِ وَاستِحبَابِ التَّكبِيرِ وَغَيرِ ذَلِكَ ."❸

''ایام منیٰ سے مراد، یوم النحر کے بعد تین ایام ہیں۔ یہی ایام تشریق ہیں۔ یہ ایام، عید کے دنوں میں ہی شمار ہوتے ہیں۔ قربانی کرنا جائز ہونے، روزہ رکھنا حرام ہونے اور تکبیرات کے استحباب کی وجہ

❶ تفسیر القرطبی : 1/3 . ❷ تفسیر الطبری : 610/18 .
❸ المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ، للنووی: 184/6 .

سے ان ایام میں بہت سے کاموں پر یوم عید جیسا حکم لاگو ہوتا ہے۔"

صلہ رحمی سے "رحمٰن" خوش ہوتا ہے

[17]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا عَبدُ الرَّحمٰنِ المُحَارِبِيُّ، عَن مُحَمَّدٍ، عَن أَبِي سَلَمَةَ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا الرَّحمٰنُ وَهِيَ الرَّحِمُ۔ شَقَقتُ لَهَا مِنِ اسمِي ، فَمَن وَصَلَهَا وَصَلتُهُ وَمَن قَطَعَهَا أَقطَعُهُ فَأَبَتُّهُ .

تخریج الحدیث مسند البزار : 304/14 ، حدیث، 7925، مساوئ الأخلاق ومذمومها، للخرائطي: ص: 132، حديث: 269 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں "رحمٰن" ہوں، اور وہ (رشتہ داری) "رحم" ہے۔ میں نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ جو اسے ملائے گا، میں اسے ملاؤں گا۔ جو اسے توڑے گا میں اس سے تعلق توڑ دوں گا، اور اسے دور کردوں گا۔

شرح الحدیث رحم، سے مراد رشتہ داری ہے۔ اور اسی مادہ سے لفظ "رحمٰن" ہے؛ جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام مبارک ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۖ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ﴾ [الإسراء : 110]

"تم کہہ دو، کہ اللہ پکارو یا رحمٰن پکارو، جس بھی نام سے اسے پکارو گے، اس کے نام خوبصورت ہیں۔"

اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے رحم کو اپنی ذات سے منسوب کیا ہے۔ اور اسی بنا پر رحم (رشتہ داری) کی اہمیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس قدر اہمیت دی ہے کہ اپنی رضا اور ناراضگی، قرب اور دوری کا معیار اسی کو قرار دے دیا ہے۔ جو شخص رحم کا لحاظ نہیں کرتا، رشتہ داری کو اہمیت نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ اس شخص کا کچھ لحاظ نہیں کرتے، اسے کچھ اہمیت نہیں دیتے۔ جو انسان رشتہ داری جوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنے ساتھ مضبوط تعلق عطا فرماتے ہیں اور جو انسان رشتہ داری توڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب سے محروم رکھتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ پر غور کرنے سے ہمیں اس بات کا علم ہو جانا چاہیے کہ عبادات میں دل نہ لگنا، مساجد میں جانے کی فرصت نہ ملنا، تلاوت کی سعادت سے محروم رہنا وغیرہ کس وجہ سے ہے؟ اس کی ایک ہی بنیادی وجہ ہے کہ ہم نے رحم (رشتہ داری) کو اہمیت نہیں دی۔ ہمیں کچھ پروا نہیں رہی کہ ہمارا کوئی رشتہ دار، بھائی، بہن، حتیٰ کہ

ہمارے والدین کس حال میں ہیں؟ ہمارے ذمہ ان کے کیا حقوق ہیں؟ ہم نے اپنے بڑوں سے اپنے حقوق تو حاصل کر لیے؛ لیکن جو ہمارے ذمہ ان کے حقوق ہیں، کیا ہم نے وہ بھی ادا کر دیے ہیں؟ ذرا سوچئے۔

صلہ رحمی، ہمارے کاروبار اور عمر میں برکت کا باعث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں اضافہ اور اس کی عمر میں برکت ہو، وہ صلہ رحمی کرے۔ ❶

جب کوئی رشتہ دار دین کے مخالف و منافی عمل کا مرتکب ہو اور سمجھانے کے باوجود باز نہ آتا ہو، تو محض اس بنیاد پر اس سے قطع تعلقی کی جا سکتی ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ آپ اسے صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق سمجھانے کی کوشش کر چکے ہوں، اور اس سے قطع تعلقی کا، اس کے علاوہ کوئی اور سبب نہ ہو۔ یاد رکھیے، اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔

جو شخص جان بوجھ کر، بغیر کسی مضبوط شرعی عذر کے، رشتہ داروں سے دوری اپناتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قاطع الرحم جنت میں نہیں جائے گا۔ ❷

چہرے پر نہ مارو

[18]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ سَعِيدٍ ، حَدَّثَنَا ابنُ عَجلانَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم : إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُم أَخَاهُ فَلْيَجتَنِبِ الوَجهَ .

تخريج الحديث صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب النهى عن ضرب الوجه، حديث: 115 ـ (2612)، مسند الحميدى : 271/2، حديث: 1154 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب اپنے بھائی کو (کسی وجہ سے) مارے، تو چہرے (پر مارنے) سے اجتناب کرے۔

شرح الحديث انسانی چہرے کی بہت زیادہ عزت و توقیر ہے۔ چہرے کی یہ ساخت اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو عطا فرمائی ہے۔ دیگر مخلوقات میں سے کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ زیر بحث حدیث میں سیدنا آدم علیہ السلام کی عزت کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کو دوسرے انسان کے چہرے کی تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ اس

❶ صحيح البخارى، كتاب الأدب ، باب من بسط له فى الرزق بصلة الرحم ، حديث: 5986 .

❷ صحيح البخارى ، كتاب الأدب ، باب إثم القاطع ، حديث ، 5984، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب ، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها، حديث : 18 ـ (2556) .

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب جھگڑا ہو جائے تو مدمقابل کے چہرے پر مت مارو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کی شکل وصورت پر بنایا ہے۔ کیونکہ اولاد اپنے ماں باپ کی شکل وصورت پر ہی ہوتی ہے۔ جس طرح کی ساخت ماں باپ کی ہے ویسی ہی اولاد کی ہوگی۔ جملہ مخلوقات میں یہی قانونِ قدرت لاگو ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی (یعنی اللہ تعالیٰ کی) شکل وصورت پر بنایا ہے۔ اور اس کی دلیل میں روایت پیش کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا قَـاتَـلَ أَحَـدُكُم فَلْيُجَنِّبِ الوَجهَ فَإِنَّمَا صُورَةُ الإِنسَانِ عَلَى وَجهِ الرَّحمَنِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى .)) ❶

''تم میں سے کوئی شخص جب کسی سے لڑائی کرے تو چہرے (پر مارنے) سے اجتناب کرے۔ کیونکہ انسان کی صورت ''رحمٰن'' کے چہرے کے مشابہ ہے۔''

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس روایت میں ابن لہیعہ ضعیف راوی ہے، جس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

درست مفہوم وہی ہے جو ہم نے گزشتہ سطور میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سیدنا آدم علیہ السلام کی شکل وصورت پر پیدا کیا ہے۔ اس کی تائید سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا ضَـرَبَ أَحَـدُكُم فَلْيَجتَنِبِ الوَجهَ وَلَا يَقُولَنَّ: قَبَّحَ اللَّهُ وَجهَكَ وَوَجهَ مَن أَشبَهُ وَجهَكَ؛ فَإِنَّ اللَّهُ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ .)) ❷

''تم میں سے کوئی شخص جب کسی کو مارے تو چہرے سے اجتناب کرے۔ اور یہ بھی نہ کہے کہ اللہ تیرے چہرے کو اور تیرے چہرے جیسے چہرے والے کو بدصورت کردے۔ (ایسا مت کہو کیونکہ) آدم علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس انسان جیسی شکل وصورت پر پیدا کیا تھا۔''

ایک حدیث میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ السنة، لابن حنبل: 536/2 ، حديث: 1243 .

❷ مصنف عبدالرزاق: 444/9 ، حديث: 17952، مسند الحميدى : 271/2، حديث: 1153 .

((خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا .))❶

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بھی اسی کی صورت جیسا پیدا کیا تھا۔ البتہ ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔''

انسانی چہرے کی توقیر کا تقاضا ہے کہ لڑائی جھگڑے میں بھی کسی انسان کے چہرے پر مارنے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔ مزید تفصیل کے لیے حدیث نمبر: 99 دیکھیں۔

جاہلیت کے کام

[19]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ سَعِيدٍ ، حَدَّثَنَا ابنُ عَجلانَ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُـرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَـن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: شُـعبَتَـانِ مِـن أَمـرِ الجَاهِلِيَّةِ لا يَترُكُهَا النَّاسُ أَبَدًا: النِّيَاحَةُ وَالطَّعنُ فِي النَّسَبِ .

تخريج الحديث صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب إطلاق إسم الکفر علی الطعن فی انسب، حدیث : 121۔ (67)، مسند احمد بن حنبل: 353/15 ، حدیث : 9574، مسند البزار : 155/15 ، حدیث: 8489، المنتقیٰ، لابن جارود: حدیث ، 515 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کام، جاہلیت کے کاموں میں سے ہیں۔ جنھیں لوگ کبھی نہیں چھوڑیں گے: نوحہ (بَین) کرنا اور نسب پر طعن کرنا۔

شرح الحديث جاہلیت کے امور سے مراد ایسے کام ہیں جو اسلام میں مکروہ و ممنوع ہیں۔ یہ کام انسان کو کفر کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور ایسے کام کرنے والا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کے انکار و ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ان امور کا مرتکب، اسلام کی پابندی توڑنے کی وجہ سے مجرم قرار پاتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس کام کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ اسے دہرانے کی کوشش نہ کرے۔

شرح الحديث ہمارے مسلم معاشرے میں بے شمار کام ایسے ہیں جو کفار اور جہلاء کی نقل میں ہم انجام دیتے ہیں۔ حالانکہ ہماری شریعت میں ان کاموں کی ممانعت مذکور ہے۔ ان کاموں میں سے دو کا ذکر مذکورہ

❶ صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام، حدیث: 6227، صحیح مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب یدخل الجنة أقوام أفئدتهم مثل أفئدة الطیر، حدیث : 28 - (2841)، السنة، لأحمد بن حنبل: 479/2 ، حدیث: 1100 .

بالا حدیث مبارکہ میں ہوا ہے۔ ❶: نوحہ کرنا، ❷: نسب پر طعن کرنا۔

(1) نوحہ کرنا:

اس سے مراد ہے کسی بھی صدمہ میں اور بالخصوص کسی پیارے کی وفات پر بین کرنا اور روتے ہوئے بلند آواز سے شکوے اور بے صبری کے الفاظ بولنا۔ صدمہ کے وقت آنکھ کا رونا منع ہے نہ ہی معیوب۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کی وفات پر روئے تھے، تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ تو اللہ کے رسول ہیں۔ (آپ بھی دیگر لوگوں کی طرح آنسو بہا رہے ہیں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عوف کے بیٹے! یہ آنسو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں۔ آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غمگین ہے۔ لیکن ہم ایسی بات کریں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ حالانکہ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے بہت غمگین ہیں۔ ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن نِيحَ عَلَيهِ عُذِّبَ بِمَا نِيحَ عَلَيهِ .))❷

''جس میت پر نوحہ کیا جائے، اسے اس نوحہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص پر رویا جائے، اسے قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا۔ ❸

میت پر نوحہ (بَین) کرنا جاہلیت کا عمل ہے۔ اور اس سے مردے کو عذاب ہوتا ہے۔ البتہ آنکھ کا رونا فطری عمل ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور فرمان گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی یہی تصور پایا جاتا تھا کہ آنکھ کا رونا جائز اور نوحہ کرنا ممنوع و معیوب ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب عورتوں کو سیدنا ابوسلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی میت پر روتے ہوئے سنا تو فرمایا:

"دَعْهُنَّ يَبكِينَ عَلَى أَبِى سُلَيمَانَ مَا لَم يَكُن نَقعٌ أَو لَقلَقَةٌ . "❹

''انھیں ابوسلیمان پر رونے سے منع مت کرو، جب تک سر میں مٹی نہ ڈالیں یا آواز بلند نہ کریں۔''

❶ صحيح البخاری ، كتاب الجنائز ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "إنا بك لمحزونون" ، حديث : 1303، صحيح مسلم، كتاب الفضائل ، باب رحمته صلی اللہ علیہ وسلم الصبيان والعيال ، حديث ، 62 ـ (2315).

❷ سنن الترمذی، أبواب الجنائز، باب ماجاء فی كراهية النَّوح، حديث: 1000 .

❸ صحيح مسلم، كتاب الجنائز ، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، حديث : 28 ـ (933).

❹ صحيح البخاری ، كتاب الجنائز ، باب مايكره من النياحة على الميت، (تعليقًا).

اگر کوئی انسان یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے پر خوب رویا جائے اور نوحہ کیا جائے، تو اس انسان کی میت پر جس قدر نوحہ کیا جائے گا، اسی قدر اسے شدید عذاب ہوگا۔ اگر مرنے والا نوحہ سے منع کرتا ہو، تو اس کی میت پر نوحہ کرنے سے وہ بری الذمہ ہے اسے اس نوحہ کی بنا پر عذاب نہیں ہوگا۔ ❶

(2) نسب میں طعن کرنا:

کسی انسان کے نسب پر طعن کرنا، خاندان کو برا کہنا ممنوع اور حرام عمل ہے۔ تمام انسان سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ انہیں کسی بھی اعتبار سے عار دلانا اور ذلیل کرنے کے لیے اس پر الفاظ کسنا اسلام نے منع کیا ہے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کسی وجہ سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ کے حبشی النسل (کالے رنگ کی) ہونے کی بنیاد پر کہہ دیا: ''اے سیاہ عورت کے بیٹے!۔'' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ .)) ❷

''تم تو ایسے شخص ہو جس میں (ابھی تک) جاہلیت موجود ہے۔''

طعن سے مراد ایسی باتیں ہیں جو مخاطب کو تکلیف دیں۔ عمومی طور پر کسی انسان پہ غصہ آنے یا اس کی کسی برائی کو دیکھنے پر لوگ اسے ''حرام زادہ'' کہہ دیتے ہیں، اور اسے معمولی بات سمجھتے ہیں۔ جبکہ یہ نسب میں طعن کی بدترین صورت ہے۔ یہ اس شخص کی ماں پر بہتان ہے۔ جسے شریعت اسلامیہ میں قذف کہا جاتا ہے۔ اور کسی پاک دامن شخص (مرد یا عورت) پر زنا کی تہمت لگانا۔ اس تہمت کے مرتکب پر حد نافذ کی جائے گی۔

جس طرح انسان کی جان محترم اور قابل احترام ہے اسی طرح اس کی عزت بھی محترم ہے۔ کسی کی عزت پر تہمت لگانے والے کے لیے اسلام نے سزا مقرر کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ﴿٤﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥﴾ ﴾ [النور: 5,4]

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (زنا / بے حیائی کی) تہمت لگائیں اور اس پر چار گواہ بھی نہ پیش کر سکیں تو ان کو اَسّی (80) کوڑے مارو۔ اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو؛ دراصل یہی بدکار ہیں۔

❶ شرح النووی علی صحیح مسلم : 229/6 .

❷ صحیح البخاری ، کتاب الإیمان ، باب المعاصی من أمر الجاهلیة ، حدیث : 30 .

ہاں جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص کسی پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائے اور اس کے نسب کو عیب دار کرنے کی کوشش کرے تو اس پر حد نافذ کی جائے گی اور اس کی حد، اسّی کوڑے ہے۔ اور تہمت لگانے والے کی کبھی گواہی بھی قبول نہ کی جائے گی۔ آیت کے آخری الفاظ یہ واضح کرتے ہیں کہ اگر وہ سچے دل سے توبہ کر لے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم کرے تو پھر اس کی گواہی قبول کر لینے کی صورت بن سکتی ہے۔

ملکی قانون:

پاکستان میں نافذ جرم قذف کے قانون مجریہ 1979ء کی دفعہ 5 میں مذکور ہے کہ جو کوئی بھی بالغ ہوتے ہوئے قصداً اور بلا ابہام کسی خاص شخص کے خلاف؛ جو محصن ہو اور جماع کرنے پر قادر ہو، قذفِ زنا مستوجب حد کا ارتکاب کرے تو وہ اس آرڈیننس کے احکام کے تابع قذف مستوجب حد کا مرتکب کہلائے گا۔

اور اسی قانون کی دفعہ 7 میں درج ہے کہ جو کوئی بھی قذف مستوجب حد کا ارتکاب کرے اسے اسی (80) کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ اس کی گواہی کسی عدالت میں قابل سماعت نہیں ہوگی۔

کسی بھی شخص کے نسب کو داغدار کرنے والے کو اس جرم کی سنگینی کا علم ہو تو وہ ایسی حماقت کبھی نہ کرے۔

روزِ محشر جماعت کے امیر کی کیفیت

[20]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يحيَى، حَدَّثَنَا ابنُ عَجلانَ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا مِن أَمِيرِ عَشَرَةٍ إِلا جِيءَ بِهِ يَومَ القِيَامَةِ مَغلُولا، فَإِمَّا أَن يَفُكَّهُ العَدلُ، أَو يُوبِقُهُ الْجَوْرُ.

تخريج الحديث مسند أحمد بن حنبل: 351/15، حديث، 9573، مسند أبي يعلى: 492/11، حديث، 6614۔ شیخ شعیب نے اس کی سند کو ''قوی'' قرار دیا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس لوگوں (کی چھوٹی سی جماعت) کا امیر (بھی) قیامت کے روز بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ لایا جائے گا۔ اس کا عدل، اسے آزاد کروالے گا یا اس کا ظلم اسے سزا دلوا دے گا۔

شرح الحديث سربراہ اور امیر مقرر ہونا بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ امیر اپنے ماتحت افراد کے حقوق

کی ادائیگی اور ان کی خبر گیری کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَالأَمِيرُ الَّذِى عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنهُم .)) ❶

''وہ امیر جولوگوں کا ذمہ دار (سرپرست) ہے، اسے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

جو انسان اپنی امارت اور سرپرستی کے منصب پر پہنچ کر انصاف نہیں کرتا، قیامت کے روز اسے اس کی ناانصافی؛ جہنم میں لے جائے گی۔ اور جو انسان اپنی رعایا سے حسن سلوک کرتا اور انصاف کرتا ہے، وہ شخص اس نیکی کے باعث جنت کا مستحق قرار پائے گا۔ رعایا کے ساتھ ناانصافی کی بہت سی صورتیں ہیں۔ بہرحال صاحب منصب ہونے پر تمام امور میں نہایت احتیاط اور تدبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ امارت وحکمرانی ملنے پر حکمران طبقہ کی طرف سے سامنے آنے والی اولیں بدعنوانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَحَدًا مَحَابَاةً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا حَتّٰى يُدْخِلَهُ جَهَنَّمَ .)) ❷

''جس شخص کو مسلمانوں کی امارت (حکمرانی) سونپی جائے۔ اور وہ اپنی قرابت داری کا لحاظ کرتے ہوئے کسی (رشتہ دار) کو ان پر امیر مسلط کردے تو ایسے شخص پر اللہ، فرشتوں اور کل کائنات کی لعنت ہے۔ اس کا کوئی فرض اور نفل عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔ حتی کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

اگر اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان ہے تو....!

[121]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحيَى ، حَدَّثَنَا ابنُ عَجلانَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِى هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَن كَانَ يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَاليَومِ الآخِرِ؛ فَلا يُؤذِ جَارَهُ ، وَمَن كَانَ يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَاليَومِ الآخِرِ؛ فَليُكرِم ضَيفَهُ ، وَمَن كَانَ يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَاليَومِ الآخِرِ؛ فَلْيَقُل خَيرًا أَو لِيَسكُت .

تخريج الحديث صحيح البخارى ، كتاب الأدب ، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر . . ، حديث : 6018، صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب الحث على إكرام الجار و

❶ صحيح البخارى ، كتاب العتق ، باب كراهية التطاول على الرقيق ، حديث : 2554 .

❷ مستدرك حاكم : 104/4 ، حديث : 7024 .

الضيف، حديث: 75 ـ (47)، سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في حق الجوار، حديث: 5154.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے؛ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے؛ وہ مہمان کی تکریم کرے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے؛ وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

شرح الحديث اس حدیث مبارکہ میں تین اہم ترین امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ان تینوں امور کو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ ان امور کے حوالے سے کوتاہی اور بدعملی کا مرتکب وہی ہوگا جس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں ہے، اور اسے روزِ قیامت اللہ کے سامنے جواب دہی کا یقین نہیں ہے۔

(1) پڑوسی کو تکلیف دینا:

معاشرے میں انسان کا ہمسایہ بھی اس کے قریبیوں میں شامل ہوتا ہے۔ اسی لیے شریعت اسلامی نے ہمسائے کے حقوق کا خیال رکھنے، اس کی ضروریات پوری کرنے، اس کی خوشی وغمی میں شریک ہونے اور اس کی عزت اور مال و جان کی حفاظت کرنے کی تاکید کی ہے۔ پڑوسی کو تکلیف پہنچانا ممنوع اور نہایت ناپسندیدہ عمل ہے۔ تکلیف کی بے شمار صورتیں ہیں جن میں سے بہت سی ایسی ہیں جنھیں ہمارے معاشرے میں نہایت معمولی سمجھا جاتا ہے۔

میڈیا کی پرفتن تیزی کے اس دور میں ہمیں دنیا بھر کی معلومات تو ہوتی ہیں، لیکن ہمیں خبر نہیں ہوتی کہ ہمارا ہمسایہ کس کیفیت میں ہے؟ اس کی خیریت، احوال اور غمی وخوشی کے بارے میں جاننے اور اس کا تعاون کرنے کی ہم نے کبھی کوشش ہی نہیں کی۔ الا ماشاء اللہ، جو لوگ ہمسائیوں کا خیال رکھتے اور ان کی خوشی وغمی میں ان کے دست و بازو بنتے ہیں وہ لوگ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم کے مستحق ہیں۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ وہ بندہ مومن ہی نہیں جس کو اپنے پڑوسی کی بھوک کا احساس نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ شخص مومن نہیں ہے، جو خود پیٹ بھر کے کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔" ❶

ضروری ہے کہ ہمسائے ایک دوسرے کی عزت و حرمت کا لحاظ و تحفظ کریں۔ دورِ حاضر میں بے حیائی اور بدنظری کا یہ عالم ہے کہ ہمسائے کی عزت کو تحفظ دینے کی بجائے اس پر ہاتھ ڈالنا معمول بن چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسائے کی خواتین سے دست درازی اور بے حیائی کرنے کو شرک اور قتلِ اولاد کے بعد سب سے بڑا (کبیرہ) گناہ قرار دیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے خالق، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس کے بعد کون سا گناہ، بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ساتھ کھانے کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس کے بعد کون سا گناہ، بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَن تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ .)) ❷

"یہ کہ تم ہمسائے کی خاتون کے ساتھ بے حیائی کرے۔"

اسی طرح دیگر صورتیں بھی ہیں، جن سے ہمسائے کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اگر کوئی شخص پڑوس میں بیمار ہے، تو اس کی بیماری کا لحاظ نہ رکھنا اور گانے بجانے کی بلند آواز سے اسے اذیت دینا، ہمارے معاشرے میں معمولی بات سمجھی جاتی ہے۔ یاد رکھیے! اگر آپ کا ہمسایہ آپ سے تنگ ہے اور وہ آپ کو برا انسان سمجھتا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں واقعی برے انسان ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر تیرا پڑوسی، تجھے اچھا انسان قرار دیتا ہے تو تم اچھے ہو اور اگر تمھارا پڑوسی تمھیں برا انسان قرار دیتا ہے تو تم یقین کرلو کہ تم برے انسان ہو۔ ❸

انسان چاہے جتنی بھی نیکیاں کرے، اگر وہ اپنے ہمسائیوں کو کسی بھی صورت میں تکلیف دیتا ہے، تو اس کی کوئی نیکی اسے فائدہ نہیں دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس عورت کا ذکر کیا گیا جو بہت نمازیں پڑھنے والی اور بہت صدقہ کرنے والی تھی، لیکن اس کی زبان سے اس کے ہمسائے بہت تنگ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

❶ الأدب المفرد للبخاري، حديث: 112، مصنف ابن أبي شيبة: 164/6، حديث: 30359.

❷ صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، باب قوله "فلا تجعلوا لله أندادا و أنتم تعلمون"، حديث: 4477.

❸ مستدرك حاكم: 534/1، حديث: 1399.

اس خاتون کو جہنمی قرار دیا تھا۔ ❶

اس انسان سے اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) نفرت کرتے ہیں جو اپنے ہمسائے کو اذیت دیتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا محبوب بن جائے، وہ شخص اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے۔ ❷

(2) مہمان کی تکریم کرنا:

مہمان اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مہمان نوازی کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام دنیا میں سب سے عظیم مہمان نواز تھے۔ یعنی مہمان کی تکریم کرنا، اس کی مہمان نوازی اور خدمت کرنا انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ اور مہمان کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ کا حکم وتعلیم یہ ہے کہ کوئی انسان کسی کے ہاں اس قدر لمبا قیام نہ کرے کہ میزبان تنگی اور اذیت محسوس کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مہمان کی تکریم کرے۔ مہمان کی مہمان نوازی تین دن تک ہے۔ اور اس کے بعد اس کی مہمان نوازی؛ صدقہ ہے۔ پھر فرمایا:

((وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحرِجَهُ .)) ❸

''یعنی: مہمان کے لیے جائز نہیں کہ میزبان کے ہاں اتنا (طویل) عرصہ گزارے کہ میزبان تنگی و تکلیف محسوس کرنے لگے۔''

(3) اچھی بات کرنا:

مومن کی شان ہے کہ وہ بدزبان اور فحش گو نہیں ہوتا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيسَ المُؤمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الفَاحِشِ وَلَا البَذِيءِ .)) ❹

''مومن، طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بے حیا اور بدزبان نہیں ہوتا۔''

---

❶ مستدرك حاكم: 184/4 ، حديث: 7305 .

❷ شعب الايمان، للبيهقى: 99/12 ، حديث: 9104 .

❸ صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب إكرام الضيف، حديث: 6135 .

❹ سنن الترمذى، أبواب البر والصلة، باب ماجاء فى اللعنة، حديث: 1977 .

مومن کی شان یہ ہے کہ اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مصروف رکھے، مفید اور مصلحانہ گفتگو کرے اور بے ہودہ گوئی سے محفوظ رہے۔ بدکلامی کرنا مومن کی شان نہیں۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تعلیم دی ہے کہ مومن کو چاہیے کہ اچھی بات کرے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔

اللہ کی رحمت، غالب ہے

[22]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحيَى ، حَدَّثَنَا ابنُ عَجلانَ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَن رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا خَلَقَ الخَلقَ كَتَبَ بِيَدِهِ عَلَى نَفسِهِ: إِنَّ رَحمَتِي تَغلِبُ غَضَبِي .

تخریج الحدیث صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في قول الله تعالىٰ "وهو الذي يبدء الخلق"، حديث : 4194، صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله، حديث : 16 ـ (2751)، سنن الترمذي، أبواب الدعوات، باب . . ، حديث : 3543 ، سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب ما يرجى من رحمة الله يوم القيامة، حديث : 4295 .

ترجمۃ الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی، تو اپنے دست مبارک سے، اپنے ذمہ لکھ لیا کہ یقیناً میری رحمت میرے غصے پر غالب رہے گی۔

شرح الحدیث اللہ تعالیٰ کی رحمت بے کراں ہے۔ کوئی انسان کتنا ہی گناہ گار اور بدکردار ہو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتے ہیں۔ بلکہ اپنے گناہوں کی صدق دل سے معافی مانگنے والے پر، اللہ تعالیٰ اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اپنی رحمت کا بے حساب نزول کرتے ہوئے اسے نہ صرف معاف کرتے ہیں بلکہ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد گرامی ہے:

﴿ إِلَّا مَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ [الفرقان : 70]

''البتہ جس نے توبہ کر لی، ایمان قبول کر لیا اور نیک اعمال کیے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انسان کو کسی بھی لمحہ مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی رحمت پر یقین اور بھروسہ انسان

کی زندگی میں خوشیوں اور آسانیوں کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر : 53]

''(اے نبی آپ) کہہ دو، اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے میرے بندو! اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہونا۔ اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہی معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اپنے گناہوں کو بڑا مت سمجھو، اللہ کی رحمت کے سامنے کسی کے بڑے سے بڑے گناہ کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سب معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حوالے سے ایک بات نہایت قابل غور ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی کو حاصل ہوتی ہے جو خود دوسروں پر رحم، ترس اور ہمدردی کرنے والا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن لَا يَرحَمُ لَا يُرحَمُ .)) ❶

''جو شخص خود رحم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔''

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَرحَمُ اللّٰهُ مَن لَا يَرحَمُ النَّاسَ .)) ❷

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتے، جو شخص لوگوں پر نرمی نہیں کرتا۔''

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((لَا يَرحَمُ اللّٰهُ مِن عِبَادِهِ إِلَّا الرُّحَمَاءَ .)) ❸

''اللہ تعالیٰ صرف رحم (ترس) کرنے والے (نرم دل) لوگوں پر ہی رحمت کرتے ہیں۔''

لہٰذا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی ذات میں بھی ہمدردی اور نرمی و رحمت کا رویہ پیدا کریں۔ ترش رویے، سخت مزاجی، سنگدلی اور تلخ کلامی، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول میں بہت بڑی رکاوٹیں ہیں۔ جب تک ان رکاوٹوں کو ہم ختم نہیں کریں گے، تب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حق دار نہیں بن سکتے۔

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الآداب ، باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته ، حدیث : 5997 .

❷ صحیح البخاری، کتاب التوحید ، باب قول الله "قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمن" ، حدیث : 7376 .

❸ صحیح البخاری، کتاب المرضی ، باب عیادة الصبیان، حدیث ، 5655 .

زمین پر قبضہ کرنے والے کا انجام

[23]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحيَى ، حَدَّثَنَا ابنُ عَجلانَ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِى هُرَيرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ اقتَطَعَ شِبرًا مِنَ الأَرضِ ظُلمًا، طَوَّقَهُ يَومَ القِيَامَةِ مِن سَبعِ أَرَضِينَ .

تخريج الحديث صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم الظلم و غصب الأرض و غيرها، حديث : 141 ـ (1611)، مسند أحمد بن حنبل : 356/15 ، حديث : 9582، مسند أبى داؤد الطيالسى : 162/4 ، حديث : 2532، مصنف ابن أبى شيبة : 449/4 ، حديث : 22016 .

ترجمة الحديث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے زمین کا ایک بالشت حصہ بھی (ناجائز) چھینا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ساتوں زمینیں، پھندا بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیں گے۔

شرح الحديث کسی بھی صورت میں کسی انسان کا حق کھانا، اس کی ملکیت پر قبضہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جرم ہے۔ انسانی حقوق میں خرابیوں کا ذرّہ بھی جس شخص کے اعمال نامہ میں پایا گیا، روزِ قیامت وہ ناکام اور برباد ہوجائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق جسے چاہے معاف کر دے گا۔ جبکہ انسانوں کے حقوق میں کوتاہیاں اور انسانوں کے ساتھ کی گئی زیادتیاں؛ متاثرہ انسانوں نے ہی معاف کرنی ہیں۔ اور روزِ قیامت کوئی انسان کسی کو معاف کرنا تو درکنار، کسی کو اپنا تسلیم بھی نہیں کرے گا۔ اس روز حالت یہ ہوگی کہ ہر گناہگار انسان یہی سوچے گا کہ میں کسی طرح سے بچ جاؤں، چاہے میری جگہ ساری دنیا کو آگ میں پھینک دیا جائے لیکن مجھے بچا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس منظر کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۭ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾﴾ [المعارج : 11 تا 14]

''مجرم چاہے گا کہ کاش وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں، اپنی بیوی، اپنے بھائی، اپنے خاندان کو...... جو اسے پناہ دیتا ہے...... اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دے دے اور وہ (فدیہ) اسے نجات دلا دے۔''

یعنی کسی کو معاف کرنا یا کسی کے کام آنا تو بہت دور کی بات ہے، انسان اپنے آپ کو بچانے کے لیے ساری دنیا بطور فدیہ دینے کو تیار ہوگا۔ اوراس روز دنیا میں دوسروں کا حق مارنے والے، دوسروں کی ملکیتوں پر قبضہ کرنے والے اور اپنی چودراہٹ وطاقت کا ناجائز استعمال کر کے لوگوں پر ظلم کرنے والے ذلیل وخوار ہوجائیں گے۔

جن لوگوں نے کسی کی زمین پر قبضہ کیا، ان کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق (پھندا) بنا کر ڈال دیا جائے گا۔ اور تمام انسانوں کے سامنے ذلیل وخوار ہوگا۔ نمایاں نظر آئے گا کہ یہ بندہ زمین کا غاصب ہے۔ یاد رکھیے! صرف کسی کی زمین پر قبضہ کر کے اسے اپنی ملکیت بنا لینا ہی غصب نہیں، بلکہ جولوگ اپنی جائیداد میں سے زمین کا حصہ اپنی بہنوں کو نہیں دیتے، مختلف حیلوں بہانوں سے انہیں اس حق سے محروم کرتے ہیں۔ انھیں بھی اس وعید کے پیش نظر خوف زدہ رہنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو کہ روزِ قیامت ان کے گلے میں بھی سات زمینوں کا پھندا ڈال دیا جائے۔ جو باپ اپنی بیٹیوں کو محض اس لیے مردہ قرار دے کر سرکاری ریکارڈ سے خارج کرواتے ہیں کہ انہیں زمین و جائیداد میں سے حصہ نہ دینا پڑے، وہ باپ بھی روزِ قیامت اسی سزا کے مستحق ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نیامی صحیفہ میں یہ بھی مکتوب تھا کہ:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْأَرْضِ .)) ❶

اپنی آخرت کی فکر کیجئے۔ جائیداد اگر نعمت ہے تو یہ ایک امتحان بھی ہے، اس کا صحیح استعمال اور مستحقین کو دینا بہت اہم اور حساس معاملہ ہے۔ اس میں کوتاہی کرنا یا کسی بھی حقدار کو محروم کرنا قیامت کے روز ذلت کا باعث ہوگا۔ زمین کے زرعی رقبہ یا وراثت کے حصہ پر قبضہ ہی زمین کے غصب میں نہیں آتا، بلکہ آبادی میں رہائش و مکانات کی تعمیر میں جگہ کی پیمائش کرنے اور دیوار بنانے کے مرحلہ میں پڑوسی کی جگہ کو زبردستی اپنی جگہ میں شامل کرلینا بھی روزِ قیامت رسوائی کا باعث ہوگا۔ یہ ایک آدھ فٹ کی بے ایمانی قیامت کے روز سات زمینوں کے طوق کی سزا کی موجب بن جائے گی۔ ...... کاش ہمیں احساس ہوجائے ......۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ خود کیا

[24]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحيَى، حَدَّثَنَا ابنُ عَجلانَ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، عَن رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: اختَتَنَ إِبرَاهِيمُ (عَلَيهِ السَّلامُ) بَعدَ الثَّمَانِينَ سَنَةً

❶ صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير اللّٰه تعالٰى ولعن فاعله، رقم: 5128.

وَاخْتَتَنَ بِالْقَدُومِ .

تخریج الحدیث صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰه تعالیٰ "واتخذ اللہ إبراھیم خلیلا"، حدیث : 3356، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل إبراھیم الخلیل صلی اللہ علیه وسلم، حدیث : 151۔ (2370)، مسند أحمد بن حنبل : 383/15 ، حدیث : 9622، الأدب المفرد ، حدیث : 1244، الأدب ، لإبن أبی شیبة : حدیث : 184 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اَسّی برس (عمر گزر جانے) کے بعد اپنا ختنہ کیا۔ اورانہوں نے قدوم نامی مقام پر ختنہ کیا۔

شرح الحدیث ختنہ، فطرت انسانی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْفِطْرَةُ خَمسٌ: الْخِتَانُ وَالِاستِحدَادُ وَنَتفُ الإِبطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَ تَقلِيمُ الأَظفَارِ .))❶

''پانچ کام فطرت ہیں: ختنہ، زیر ناف بال مونڈنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، مونچھیں کاٹنا اور ناخن تراشنا۔''

اللہ تعالیٰ نے ختنہ کا پہلا حکم اپنے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دیا تھا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنا ختنہ خود کیا۔ اور اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک اَسّی سال تھی۔ ایک روایت میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ختنہ کرنے کے وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اور ختنہ کے بعد آپ علیہ السلام اَسّی سال تک زندہ رہے۔❷

اور ایک روایت میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ختنہ کرنے کے وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی، اور اس کے بعد آپ علیہ السلام ایک سو سال تک زندہ رہے۔❸

لیکن معروف اور صحیح روایت کے مطابق، ختنہ کرنے کے وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عمر اَسّی سال تھی۔ جیسا

❶ صحیح البخاری ، کتاب الإستئذان ، باب الختان بعد الکبر و نتف الإبط ، حدیث : 6297.
❷ مصنف ابن أبی شیبة : 317/5 ، حدیث: 26466 .
❸ مصنف ابن أبی شیبة : 18/7 ، حدیث: 33919 .

کہ صحیح بخاری کی روایت میں مذکور ہے۔ ❶

حدیث میں ''قدوم'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس سے بعض نے مراد لیا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ، قدوم نامی مقام پر کیا تھا۔ یہ لفظ ''قَـدُّوْم'' (دال پر شد کے ساتھ) ہے اور اس کا مطلب ''قدوم'' نامی مقام ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری میں امام ابوالزناد رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ لفظ ''قدُوم'' دال پر شد کے بغیر بیان کیا ہے۔ ❷

جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں یہی روایت صحیح مرفوع سند کے ساتھ بیان کرنے کے بعد وضاحت کی ہے کہ قدوم سے مراد، قدوم نامی مقام ہے۔ ❸

ختنہ کے متعلق مختصر احکام:

جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس کا ختنہ کروانا والدین کی ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے شریعت اسلامیہ نے کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ بچے کی صحت کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے کسی بھی عمر میں ختنہ کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلوغت کی قریبی عمر میں بچوں کے ختنے کرنے کا رواج تھا۔ جیسا کہ صحیح البخاری میں مذکور ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تب میرے ختنے ہو چکے تھے، اور اہل مدینہ تب تک بچے کے ختنے نہیں کرتے تھے جب تک وہ بلوغت کے قریب نہ پہنچ جاتا۔ ❹

اگر کسی انسان کو ختنے کا علم نہ ہو، اور وہ غیر مختون ہو تو جب اسے علم ہو جائے وہ اس عمر میں ہی ختنہ کروائے، اسی طرح اگر کوئی انسان کسی دوسرے مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کرے اور اس کے ختنے نہ ہوئے ہوں، تو وہ شخص چاہے عمر کے کسی بھی حصہ میں ہو اس کے ختنے کیے جائیں گے۔ کیونکہ بحیثیت مسلمان وہ اس فطری عمل سے گزرنے کا مکلّف ہوگا۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسی عمر میں ختنہ کیا جب انھیں حکم ہوا، اور اس وقت آپ علیہ السلام

---

❶ صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالیٰ "واتخذ الله إبراهیم خلیلا"، حدیث: 3356.

❷ صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالیٰ "واتخذ الله إبراهیم خلیلا"، حدیث: 3356.

❸ الأدب المفرد، حدیث: 1244.

❹ صحیح البخاری، کتاب الإستئذان، باب الخطان بعد الکبر، حدیث: 6299.

کی عمر اَسّی یا سو سال تھی۔

کسی کا مذہب اس عمل کو اپنانے کا کہے یا نہ کہے، لیکن فطری طور پر مردوں کے ختنے کا تصور تو دنیا بھر میں موجود ہے، بعض عرب علاقوں میں عورت کا بھی ختنہ کیا جاتا ہے۔ اور اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے فرامین میں بھی ملتا ہے۔ سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مدینہ میں ایک خاتون، عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے اسے فرمایا تھا:

''ختنہ کا چمڑا زیادہ نہ کاٹنا، یہ عورت کے لیے مفید اور اس کے خاوند کے ہاں پسندیدہ ہے۔'' ❶

مرد کا ختنہ واجب جبکہ عورت کا ختنہ واجب نہیں ہے۔ مرد کے ختنہ کا مقصد ہے کہ نجاست سے طہارت حاصل ہو اور زائد جلد میں نجاست نہ رکے۔ اسی بنا پر اور ملت ابراہیمی کی پیروی کے تحت مرد کے ختنے کو واجب کہا جائے گا۔

اور عورت کے ختنہ سے مقصود؛ اس کی شہوت کو اعتدال پر لانا ہے۔ کیونکہ جن علاقوں میں خواتین کے ختنے کیے جاتے ہیں وہاں اگر عورت بے ختنہ رہے تو وہ شدید شہوت کا شکار رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاتاری اور انگریز عورتوں میں بے حیائی کا رجحان، مسلم خواتین کی نسبت بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔

عورتوں کے ختنے کا رجحان شمال مشرقی افریقہ اور مشرق وسطیٰ سمیت تقریبا 27 ممالک میں موجود ہے۔ عورت کا ختنہ کروانا ضروری یا سنت نہیں۔ دور حاضر میں نسوانی ختنے کو زیادہ تر ممالک میں غیر قانونی قرار دے کر اس پر پابندی عائد کردی ہے۔ البتہ اس کی اجازت یا پابندی کا فیصلہ متعلقہ علاقے کی خواتین کی صحت پر اس کے مرتب ہونے والے مثبت یا منفی اثرات کے پیش نظر کیا جاسکتا ہے۔

مختصر نماز پڑھانے کی ایک وجہ

[25]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحيَى، حَدَّثَنَا ابنُ عَجلانَ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ صَوتَ صَبِيٍّ ......وَهُوَ فِي الصَّلاةِ...... فَخَفَّفَ.

تخریج الحدیث مسند أحمد بن حنبل: 356/15، حديث: 9581، شرح مشكل الآثار، للطحاوی: 211/14، حديث: 5578۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

---

❶ سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب ماجاء في الختنة، حديث: 5271۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے (کے رونے) کی آواز سنی ......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ہلکی (مختصر) کردی۔

شرح الحديث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراپۂ رحمت تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دوران بچے کے رونے کی آواز سنی تو نماز مختصر کردی کہ اس بچے کی ماں آزمائش میں نہ پڑ جائے۔اس میں ائمہ مساجد کے لیے نمونہ ہے۔ مقتدیوں کی حالت کا مکمل لحاظ کرتے ہوئے جماعت کروائیں، تاکہ مقتدی کسی پریشانی اور آزمائش میں مبتلا نہ ہوں۔

دورنبوی میں خواتین بھی مسجد میں باجماعت نماز کی ادائیگی کے لیے آیا کرتی تھیں۔اوراپنے چھوٹے بچوں کو بھی ساتھ لاتی تھیں۔جن بچوں کی مائیں اور باپ مسجد میں خود بھی آتے ہیں اور انہیں بھی کم سنی سے ہی مسجد آنے کی ترغیب اور ماحول دیتے ہیں، وہ بچے کیوں نہ پانچ وقت کے پکے نمازی بنیں۔ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

ہمسائے کی تکالیف پر احتجاج کرنا

[26]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ بَحرٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بنُ إِسمَاعِيلَ وَصَفوَانُ بنُ عِيسَى، عَنِ ابنِ عَجلانَ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، أَنَّ رَجُلا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فقال: يَارَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ لِي جَارًا قَد آذَانِي۔ قَالَ: اذْهَبْ فَاصْبِر، فَرَجَعَ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! آذَانِي جَارِي۔ قَالَ: فَارجِعْ فَاصْبِر۔ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! آذَانِي جَارِي۔ فَقَالَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ: أَخرِج مَتَاعَكَ فَأَلقِهِ فِي الطَّرِيقِ۔ فَجَعَلَ النَّاسُ يَمُرُّونَ عَلَيهِ فَيُخبِرُهُم، فَيَقُولُونَ: اللَّهُمَّ الْعَنْهُ۔ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ جَارُهُ۔ فَجَاءَهُ، فَقَالَ: يَاهَنَاهُ ارْجِع، فَلَكَ عَلَيَّ العَهدُ: أَن لا تَرَى مِنِّي شَيئًا تَكرَهُهُ.

تخريج الحديث سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في حق الجوار، حديث: 5153۔ محدث البانی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میرا پڑوسی، مجھے بہت تکلیف پہنچاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ، صبر کرو۔ وہ آدمی چلا گیا، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اللہ کے رسول! میرا پڑوسی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واپس جاؤ اور صبر کرو۔ وہ آدمی پھر آیا، اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے پڑوسی نے مجھے تکلیف دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے یا چوتھے موقع پر فرمایا: اپنا سامان نکالو اور راستے میں رکھ دو۔ (اس آدمی نے ایسا ہی کیا) لوگ اس کے پاس سے گزرتے تو وہ انہیں بتاتا (کہ اس کا پڑوسی اسے پریشان کرتا ہے)۔ لوگ کہتے: اے اللہ! اس (پڑوسی) پر لعنت برسادے۔ یہ خبر اس کے پڑوسی نے سن لی۔ وہ آیا اور اس نے کہا: اے فلاں! واپس آجاؤ، میرا تم سے وعدہ ہے کہ تمھیں میری طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

شرح الحدیث ہمسائے کو تکلیف دینا نہایت قبیح عمل ہے۔ اس کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اور اس حدیث میں ایک پہلو یہ ہے کہ انسان اپنی پریشانی کے حل کے لیے علاقے کی معتبر و معزز شخصیت کے پاس جاسکتا ہے، تاکہ اس کے معاملے کو پنچائت کے ذریعے پرامن طریقے سے حل کیا جائے۔

اور اس حدیث کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ انسان اپنے حق کے لیے اور اپنی پریشانی کے حل کے لیے احتجاج کر سکتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پریشان صحابی کو مشورہ دیا تھا۔ لیکن احتجاج کرنا آخری عمل ہے۔ اس سے قبل اپنے خاندان کے معتبر افراد، کسی بااثر معزز شخص کی پنچائت، عدالت یا ارباب اختیار و اقتدار کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار اور اس کے حل کے لیے گزارش کرنا ضروری ہے۔

مومن، زانی اور شرابی نہیں ہوتا

[27]...... حَـدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ بَحرٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بنُ إسماعيل، عَنِ ابنِ عَجلانَ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ، عَن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لا يَزنِي الزَّانِي حِينَ يَزنِي؛ وَهُوَ مُؤمِنٌ۔ وَلا يَسرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسرِقُ؛ وَهُوَ مُؤمِنٌ۔ وَلا يَشرَبُ الشَّارِبُ حِينَ يَشرَبُ وَهُوَ مُؤمِنٌ.

تخريج الحديث صحيح البخارى، كتاب المظالم و الغصب، باب النهبى بغير إذن صاحبه، حديث: 2475، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نقص الإيمان بالمعاصى، حديث: 100 ـ (57)، سنن أبى داؤد، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الإيمان و نقصانه، حديث: 4689، سنن الترمذى، أبواب الإيمان، باب ماجاء لا يزنى الزانى وهو مومن، حديث: 2625، سنن النسائى، كتاب الأشربة، باب ذكر الروايات المغلظات فى شرب الخمر، حديث:

5659، سنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب النهى عن النهبة، حديث: 3936.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زانی ایسا نہیں کہ زنا بھی کرتا ہو اور مومن بھی ہو۔ چور ایسا نہیں کہ چوری بھی کرتا ہو اور مومن بھی ہو۔ شرابی ایسا نہیں کہ شراب بھی پیتا ہو اور مومن بھی ہو۔

شرح الحديث زنا، شراب نوشی اور چوری تینوں کاموں کو اس حدیث مبارکہ میں ایمان کے منافی عمل کے طور پر بیان کیا ہے۔ لہٰذا ایمان بچانے کے لیے ضروری ہے کہ مومن ان کاموں کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

(1) زنا کی سنگینی اور اس کی سزا:

زنا، بدترین اخلاقی و معاشرتی برائی ہے۔ اس سے نسب میں خرابی اور حقوق میں ظلم واقع ہوتا ہے۔ اور اس کی نحوست کے باعث معاشرہ مختلف مصیبتوں میں جکڑا رہتا ہے۔ مومن بے حیا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومنوں کو بے حیائی/زنا سے دور رہنے بلکہ اس کی طرف مائل کرنے والے عناصر سے بھی دور رہنے کا حکم دیا ہے۔

زانی اگر غیر شادی شدہ اور آزاد ہے تو اس کی سزا ایک سو کوڑے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی/شہر بدری ہے۔ اور اگر زانی شادی شدہ ہو تو اسے سنگسار (رجم) کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾ [النور: 2]

"زانی مرد اور زانیہ عورت کو سو، سو کوڑے مارو۔"

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غیر شادی شدہ) زانی کی سزا میں کوڑوں کے ساتھ جلاوطنی کا اضافہ کردیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((خُـذُوا عَنِّي خُذُوا عَنِّي قَد جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا الْبِكرُ بِالْبِكرِ جَلدُ مِائَةٍ وَنَفيُ سَنَةٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلدُ مِائَةٍ وَالرَّجمُ.)) [1]

"مجھ سے سیکھ لو، اللہ نے عورتوں کے (جرم زنا کے) بارے میں ایک اور فیصلہ دیا ہے: اگر غیر شادی شدہ مرد غیر شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرے تو انھیں سو، سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کردیا جائے۔ اگر شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کا معاملہ ہو تو سو کوڑے اور رجم (سنگساری) ان کی سزا ہے۔"

[1] صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب حد الزنى، حديث: 12 - (1690).

اگر ایک شادی شدہ اور دوسرا غیر شادی شدہ ہو تو شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا اور اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں گے اور شہر بدر کیا جائے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میرا بیٹا ایک گھر میں ملازم ہے۔ اور اس نے اس گھر کی عورت (مالک کی بیوی) سے زنا کیا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا۔ تو میں نے ایک سو بکری اور ایک لونڈی بطور فدیہ ادا کر دی۔ تب میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تیرے بیٹے کو سو کوڑے اور شہر بدری کی سزا ملے گی اور اس عورت کو رجم کیا جائے گا۔ اب آپ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ کروں گا کہ تمہارا دیا ہوا فدیہ (بکریاں اور لونڈی) واپس ہو جائے گا اور تیرے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے۔ اور اس عورت کو رجم کیا جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی طرف ایک صحابی کو بھیجا اور فرمایا: اگر وہ اعتراف گناہ کر لے تو اسے رجم کر دو۔ اس عورت نے جرم کا اعتراف کر لیا تب اسے رجم کر دیا گیا۔ ❶

زنا کی سزا سے متعلق ملکی قانون:

پاکستان میں نافذ قانون زنا (مجریہ 1979ء) کی دفعہ 5 (الف) میں لکھا ہے۔ اگر وہ مرد یا عورت (جس نے زنا کیا) محصن ہے تو اسے کھلی جگہ پر سنگسار کیا جائے گا۔

(2) شراب نوشی کی سنگینی اور اس کی سزا:

شراب پینے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی طرح بدترین مجرم ہے جس طرح شرک کرنے والا انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین مجرم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شراب کا عادی، بتوں کے پجاری کی طرح ہے۔ ❷

دنیا میں شراب پی تو جنت کی شراب سے محروم ہو جائے گا، جس کا مطلب یہ ہے کہ جنت سے محروم ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن شَرِبَ الخَمرَ فِي الدُّنيَا ثُمَّ لَم يَتُب مِنهَا حُرِمَهَا فِي الآخِرَةِ .)) ❸

❶ صحيح البخارى ، كتاب الشروط ، باب الشروط التى لاتحل فى الحدود ، حديث: 2725,2724 ، صحيح مسلم ، كتاب الحدود ، باب من اعتراف على نفسه بالزنى ، حديث: 25ـ (1697).

❷ سنن ابن ماجة، كتاب الأشربة ، باب مدمن الخمر ، حديث: 3375.

❸ صحيح البخارى ، كتاب الأشربة، حديث: 5575.

”جو شخص دنیا میں شراب پیتا ہے، اس سے باز نہیں آتا، وہ آخرت میں (جنتی شراب سے) محروم کر دیا جائے گا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكل مُسكِرٍ حَرَام .)) ❶

”ہر نشہ آور چیز شراب ہی کا حکم رکھتی ہے لہٰذا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔“

شراب نوشی ایسا قبیح جرم ہے جس پر حد نافذ کرنے کا حکم ہے۔ اور بعض اوقات مقرر شدہ حد سے زیادہ سزا بھی دینے کا تصور ملتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دو چھڑیوں کے ساتھ چالیس ضربیں لگائیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس طرح کیا کرتے تھے۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو (چونکہ لوگ اس جرم میں بے باک ہونے لگے تھے) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حد میں ضربوں (کوڑوں) کی کم سے کم تعداد اسی (80) ہے۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شرابی کو اسی کوڑے کی سزا دینے کا حکم نافذ کر دیا۔ ❷

سیدنا عبدالرحمٰن بن الازہر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ایک شرابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو مارو، لوگوں نے جوتوں، ڈنڈوں اور چھڑیوں سے اس کی پٹائی کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسے ندامت کا شدید احساس دلانے کے لیے) مٹی اس کے منہ پر پھینکی۔ ❸

ایک روایت میں اسے پٹائی کے دوران الفاظ کے ساتھ بھی ملامت کا ذکر ہے۔ ایک شرابی کو سزا دینے کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زبان کے ساتھ بھی ملامت کرنے کو کہا تو لوگوں نے اسے کہا: تجھے اللہ کا خوف نہ آیا؟ تو نے اللہ کے رسول کا بھی حیا نہ کیا۔ کسی نے کہہ دیا ”اللہ تجھے رسوا کرے“ تو ایسا کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ اور فرمایا: اب اس کے لیے معافی کی بھی دعا کرو۔ ❹

---

❶ صحيح مسلم ، كتاب الاشربة ، باب بيان ان كل مسكر خمر . . . ، حديث: 73 ـ (2003) .

❷ صحيح مسلم ، كتاب الحدود ، باب حدالخمر ، حديث: 35ـ (1706) .

❸ سنن ابی داؤد ، كتاب الحدود ، باب إذا تتابع فی شرب الخمر ، حديث ، 4482 .

❹ سنن أبی داؤد ، كتاب الحدود ، باب الحد فی الخمر ، حديث: 4477,4478 .

جو شخص شراب نوشی کا ارتکاب بار بار کرے، سزا ملنے پر بھی باز نہ آئے اس کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا شَرِبُوا الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُمْ ثُمَّ إِذَا شَرِبُوا فَاجْلِدُوهُمْ ثُمَّ إِذَا شَرِبُوا فَاجْلِدُوهُمْ ثُمَّ إِذَا شَرِبُوا فَاقْتُلُوهُمْ .)) ❶

''جب یہ شراب پئیں تو انہیں کوڑے لگاؤ، پھر شراب پئیں تو انہیں کوڑے لگاؤ، پھر بھی پئیں تو انہیں کوڑے لگاؤ، اگر پھر بھی پئیں تو انہیں مار ڈالو۔''

واضح رہے کہ شرابی کو قتل کرنے کے حکم سے صرف اس گناہ کی سزا میں شدتِ خوف مقصود تھا۔ جبکہ شرابی کو درّے وغیرہ سے سزا تو سخت سے سخت دی گئی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شرابی کو شراب نوشی کے جرم کے باعث قتل نہیں کیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی کو قتل کر دینے تک سزا ذکر کی ہے لیکن خود ایسا نہیں کیا۔ ایک آدمی جو بار بار اس گناہ کا مرتکب ہوا تھا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوڑے مارے، قتل نہیں کیا۔ ❷

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (شرابی پہ مجھے اتنا غصہ آتا ہے) اگر سزا کے دوران وہ مر بھی جائے تو میں اس کی دیت ادا کردوں گا لیکن دل میں ملال نہیں محسوس کروں گا۔ ❸

شراب نوشی کی سزا کے متعلق ملکی قانون:

پاکستان میں نافذ قانون امتناع منشیات (مجریہ 1979ء) کی دفعہ 8 شراب نوشی مستوجب حد کے متعلق ہے۔ اس میں بھی شرابی کے لیے اسی (80) کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

(3) چوری کی سزا:

کسی کے مال کو محفوظ جگہ سے پوشیدہ طور پر لے جانے کو سرقہ یا اسراق کہتے ہیں۔ اس شخص کو سارق کہا جائے گا جو پوشیدہ طور پر محفوظ چیزوں کے پاس آئے اور ان چیزوں کو اٹھا کر لے جائے جو اس کی ملکیت نہ ہوں۔ سرقہ (چوری) کی دو بنیادی اقسام ہیں:

① ...سرقہ موجب تعزیر ② ...سرقہ موجب حد

❶ سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، باب من شرب الخمر مراراً، حديث: 2573، سنن أبي داؤد، كتاب الحدود، باب إذا تتابع في شرب الخمر، حديث 4482.

❷ مستدرك حاكم: 373/4.

❸ صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب الخمر، حديث: 39 - (1707).

سرقہ موجب تعزیر:

ایسی چوری جس پر شریعت کی مقرر کردہ سزا (حد) تو نہ نافذ کی جاسکتی ہو البتہ اس کے مرتکب کو حاکم/قاضی وقت کی طرف سے بطور تنبیہ کچھ سزا دی جائے۔ یعنی یہ ایسی صورت ہے جب چوری شدہ مال بہت کم مقدار میں ہو۔

سرقہ موجب حد:

ایسی چوری (سرقہ) جس پر اس کا مرتکب شریعت کی مقرر کردہ سزا (حد) کا مستحق ٹھہرے۔

توجہ طلب امور:

مسروقہ مال کے بارے چند امور توجہ طلب ہیں:

(1)...... مسروقہ مال پوشیدہ طور پر حاصل کیا گیا ہو۔ اس مال کے مالک کو اس مال کے چرائے جانے کا علم نہ ہو اور نہ اس کی رضا مندی اس میں شامل ہو اور مال بھی محفوظ مقام سے چرایا گیا ہو۔

(2)...... وہ مال ایسا ہو جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہو۔

(3)...... وہ مال قیمت والا ہو بے وقعت مال کی چوری پر حد نافذ نہ ہوگی مثلاً: گھاس، گری پڑی لکڑیاں وغیرہ۔ ناجائز اور حرام امور میں استعمال ہونے والی اشیاء کی چوری پر بھی شرعی حد نافذ نہ ہوگی۔ مثلاً: طبلہ، سارنگی، آلات لہو ولعب وغیرہ۔

(4)...... مال پوشیدہ طور پر (چوری) حاصل کرنے والے کی ملکیت نہ ہو۔ مثلاً: ایک آدمی کی ملکیت میں کچھ مال ہے اور وہ اسے کسی وجہ سے ظاہری طور پر نہیں لے سکتا تو وہ اس مال کو حاصل کرنے کے لیے پوشیدہ طریقہ اختیار کرے تو اس پر حد نہ ہوگی۔

(5)...... درخت کے پھلوں، دودھ، گوشت اور کھیت کی کھڑی فصل کی چوری پر حد نافذ نہ ہوگی۔

سارق (چور) کی سزا:

سارق (چور) نے جو مال چوری کیا وہ اگر حد کے تقاضے پورے کرتا ہو تو اس پر حد نافذ کی جائے گی اس کی حد (سزا) یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸﴾ [المائدة : 38]

''چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کے کیے کی سزا اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے۔ اللہ

تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔''

مسروقہ مال کم ازکم ڈھال کی قیمت کے برابر ہو۔ حدیث مبارکہ میں ہے: عہد نبوی میں ڈھال کی قیمت سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔ ❶

ڈھال کی قیمت بھی روایات میں ذکر کی گئی ہے لیکن اگر اسی پر عمل کیا جائے تو اعتبار، اس کی موجودہ قیمت کا کیا جائے گا۔ دورحاضر میں ڈھال کی کیا قیمت ہوسکتی ہے؟ اسی سے چوری کی سزا کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ چوری ہلکی چیز کی ہو یا قیمتی کی بحیثیت جرم یکساں ہے۔ لہٰذا ایسی چوری جو مذکورہ نصاب تک پہنچے اس کے مرتکب کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ جب چور پر حد نافذ ہوجائے تو اس کے بعد اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہے۔ ❷

جو آدمی چوری کی ایک بار حد کے بعد بھی اس جرم کا ارتکاب کرے تو اس کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دو پھر بھی وہ چوری کرے تو اس کا ایک پاؤں کاٹ دو۔ پھر چوری کرے تو دوسرا ہاتھ کاٹ دو پھر بھی باز نہ آئے تو دوسرا پاؤں بھی کاٹ دو۔ ❸

حدیث مبارکہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے چوری کرنے والا انسان ایمان سے خالی ہوجاتا ہے۔

تین بد بخت افراد

[28]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ جَعفَرٍ ، عَن مُحَمَّدِ بنِ عَجلانَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم : ثَلاثَةٌ لا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيهِم يَومَ القِيَامَةِ: الإِمَامُ الكَذَّابُ ، وَالشَّيخُ الزَّانِي ، وَالعَائِلُ المَزهُوُّ .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار ، حديث: 172 ـ (107)، سنن النسائي ، كتاب الزكاة ، باب الفقير المغتال ، حديث: 2575 ، مسند أحمد بن حنبل : 364/15 ، حديث: 9594، السنة ، لعبدالله بن أحمد : 468/2 ، حديث: 1063 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین ایسے لوگ ہیں کہ

❶ صحيح مسلم ، كتاب الحدود ، باب حدالسرقة ونصابها ، حديث: 5 ـ (1685) .
❷ سنن الدارقطني : 182/3 ، حديث: 275 .
❸ سنن الدارقطني : 181/3 ، حديث: 292 .

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گے۔ جھوٹا امام۔ بوڑھا زانی اور مغرور غریب۔

شرح الحدیث (1)...... امام، کا مطلب بہت وسیع ہے۔ اس سے مراد لوگوں کا راہنما، امیر و سرپرست بھی ہوسکتا ہے، کسی ریاست و ملک کا حکمران بھی ہوسکتا ہے، اور اسی طرح دینی راہنمائی کرنے والے ائمہ و مبلغین بھی اس سے مراد ہوسکتے ہیں۔ مذکورہ کسی بھی حیثیت میں انسان کی پہچان ہو؛ غلط بیانی، دھوکہ دہی، اپنے مفاد کی خاطر جھوٹی بات، جھوٹا وعظ اور بددیانتی کا ارتکاب اس کی آخرت کو تباہ کردینے والا عمل ہے۔

(2)...... جو شخص جوانی کے ایام میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور برائیوں سے دور رہتا ہے، اس کا بڑھاپا بھی خوفِ الٰہی اور پارسائی میں گزرتا ہے۔ جبکہ جوانی میں بے حیائی، زنا، شراب نوشی اور آوارہ و بدکردار لوگوں کی دوستی اپنانے والا انسان بڑھاپے میں بھی برائیوں کا رسیا ہوتا ہے۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ نے انسان کو عمر کے بالکل ابتدائی حصے میں نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو اسے نماز کی ترغیب دو، اور جب دس سال کا ہوجائے (اور نماز نہ پڑھے) تو اسے سزا دو۔ ❶

یہ حکم اسی لیے ہے کہ بچہ جب ہوش سنبھالے تو اسے نیک اور متقی لوگوں کی صحبت میسر ہو، تاکہ وہ بچہ کم سنی سے ہی اللہ تعالیٰ سے لگاؤ رکھے۔ خدا خوفی کا ماحول میسر آئے۔ اچھے اخلاق کا مالک اور برائیوں سے نفرت کرنے والا بنے۔ بے حیا، کنجریوں اور ڈانسرز کا دلدادہ، فحش گوئی کا عادی، عورتوں پر بدنظری کرنے والا اور زنا و بے حیائی کا مرتکب اور اس میں تعاون کرنے والا بوڑھا، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گے۔

(3)......غربت و افلاس اللہ تعالیٰ کی تقسیم کے باعث ہے۔ یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ غربت و افلاس اور فقر و فاقہ ایسی کیفیت ہے جس میں انسان کے گمراہ ہوجانے کا بہت حد تک امکان ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں دیگر متعدد چیزوں سے اللہ کی پناہ طلب کی وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

((أَعُوذُ بِكَ مِنَ الفَقرِ وَالكُفرِ .)) ❷

''اے اللہ! میں فقر (بھوک / افلاس) اور کفر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

---

❶ سنن أبی داؤد ، کتاب الصلاۃ ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ ، حدیث: 495.

❷ صحیح ابن حبان : 300/3 ، حدیث: 1023، المستدرك للحاكم : 712/1 ، حدیث: 1944، الدعوات الكبير ، للبيهقي : 459/1 ، حدیث: 348.

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کو کفر کے ساتھ بیان کیا ہے، کیونکہ جب انسان فقر و فاقہ کشی میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کا ایمان کسی بھی وقت ڈگمگا سکتا ہے۔ یہ کیفیت ہی بہت سخت اور ظالم ہے۔لیکن اگر کوئی انسان فقر و فاقہ کی زندگی گزارنے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور ایمان قائم رکھتا ہے تو اس کے لیے دائمی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت عظیم خوش خبری ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَ مَالِهِ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَ مَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ .)) ❶

''کوئی مومن مرد یا مومن عورت اپنی ذات، اپنی اولاد اور اپنے مال (معاش) کے حوالے سے آزمائش و پریشانی کا شکار رہے، حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے، (فوت ہوجائے) تو اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ موجود نہیں ہوگا۔''

کوئی بھی عمل جتنا مشکل ہوتا ہے اتنا ہی اس کا اجر و ثواب زیادہ ہے۔اسی لیے غربت و افلاس کی زندگی میں بھی اللہ کا شکر ادا کرنا بڑی عظمت کی بات ہے۔

متکبر غریب وہ افراد ہیں جو غربت و افلاس میں بھی اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے، اس کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوتے، اس سے مانگنے کی عادت نہیں اپناتے۔ بلکہ غربت میں بھی شرک و بدعت جیسے کاموں میں حصہ لینا پسند کرتے ہیں۔غربت کو ڈھال بنا کر اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنا بھی بہت سے غریب افراد کا شیوہ ہے۔جیسا کہ قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے کہ لوگ غربت کے باعث اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔......قطع نظر اس کے کہ اس قتل کی کون کون سی صورتیں ہیں......ان کا یہ اقدام اللہ تعالیٰ سے بغاوت کا اظہار تھا۔

غربت و افلاس اور فقر و فاقہ کے باوجود زبان میں تلخی، الفاظ میں غرور، انداز میں تکبر اور اعمال میں بغاوت ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت ناپسندیدہ اور بدترین عمل ہے۔ایسے انسان کی طرف اللہ تعالیٰ روزِ قیامت دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور کنیت، اکٹھے نہ کرو

[29]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ ، عَن مُحَمَّدِ بنِ عَجلانَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي

❶ سنن الترمذي ، كتاب الزهد ، باب ما جاء في الصبر على البلاء ، حديث: 2399 .

هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَجمَعُوا بَينَ اسْمِي وَكُنيَتِي .

تخریج الحدیث مسند أحمد بن حنبل : 367,366/15 ، حديث: 9598، مسند البزار: 94/15 ، حديث: 8365- احمد شاکر نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا نام اور میری کنیت؛ اکٹھے نہ کرو۔

شرح الحدیث رسول اللہ ﷺ نے اپنے بڑے صاحب زادے سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ کے نام پر اپنی کنیت ''ابوالقاسم'' رکھی تھی۔ سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ کی ولادت بعثت نبوی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) سے تقریباً 12 یا 13 سال، جب کہ ہجرت مدینہ سے تقریباً 26 سال قبل، ماہ رمضان، بمطابق جنوری 598ء کو ہوئی تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک تقریباً 27 سال اور آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً 42 سال تھی۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے معروف قبرستان بقیع (جنت البقیع) میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے آواز دی: اے ابوالقاسم۔ اس کی آواز سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا، تو اس شخص نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کو نہیں بلکہ یہاں موجود فلاں شخص کو آواز دی ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے نام پر نام تو رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔'' ❶

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوالقاسم صرف میں ہی ہوں۔ ❷

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھا۔ اس پر دیگر انصار صحابہ نے ان سے کہا کہ ہم تمھیں ہرگز ابوالقاسم نہیں کہیں گے۔ اس صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا:

''انصار نے بہت اچھا کیا ہے۔ دیکھو! میرے نام (محمد ﷺ) پر نام تو رکھ لو لیکن میری کنیت (ابوالقاسم) پر کنیت نہ رکھو۔ کیونکہ ابوالقاسم میں ہی ہوں۔'' ❸

---

❶ صحيح مسلم ، كتاب الآداب ، باب النهى عن التكني بابى القاسم ، حديث: 1 ـ (2131) .

❷ صحيح مسلم ، كتاب الآداب، باب النهى عن التكني بابى القاسم . . . ، حديث: 3ـ (2133) .

❸ صحيح البخارى ، كتاب فرض الخمس ، باب قول الله تعالىٰ "فان لله خمسه و للرسول" حديث: 3115 .

رسول اللہ ﷺ کا اپنی کنیت (ابوالقاسم) پر کنیت رکھنے سے منع کرنا آپ ﷺ کی حیات مبارکہ تک تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ابوالقاسم کہہ کر پکارنے سے آپ ﷺ کو آواز دینے کا شبہ ہوتا تھا۔ اب چونکہ رسول اللہ ﷺ خالق حقیقی، رفیق الاعلیٰ سے جا ملے ہیں۔ اس لیے اب اس شبہ کا امکان نہیں ہے لہٰذا ''ابوالقاسم'' بطور نام یا بطور کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کے پیش نظر ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نام رکھنے کی اجازت کیوں دے دی، اور کنیت کی اجازت کیوں نہ دی؟

دراصل اس میں ایک نہایت لطیف نکتہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ابوالقاسم کہہ کر بلاتا تو یہ شائبہ ممکن تھا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا ہے یا کسی اور شخص کو؟ لیکن اگر کوئی شخص ''محمد'' کہہ کر بلاتا تو اس میں یہ شائبہ نہیں تھا۔ بلکہ اس سے یقیناً یہی تصور تھا کہ بلانے والے نے کسی دوسرے شخص کو بلایا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ کے نام ''محمد'' سے پکارنا اور بلانا غیر اخلاقی اور نامناسب عمل بلکہ آپ ﷺ کی گستاخی تھی۔ قابل غور یہ بات ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو آپ کی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کی موجودگی میں ''محمد'' کہہ کر پکارنا درست نہیں تھا، تو اس دور میں، دور دراز بیٹھ کر اس طرح سے پکارنا کہاں کا ادب ہے؟

نمازِ عشاء کو عتمہ کہنا

[30]...... حَدَّثَنَا يَعقُوبُ يَعنِي القَلُوسِيَّ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بنُ مَخلَدٍ، عَنِ ابنِ عَجلانَ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لا يَغلِبَنَّكُم أَهلُ البَادِيَةِ عَلَى اسمِ صَلاتِكُم يَعنِي العَتَمَةَ.

تخريج الحديث مسند أحمد بن حنبل: 368/15، حديث: 9600، المعجم الأوسط، للطبراني: 243/7، حديث: 7391۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھاری نماز، یعنی رات کی نماز کے نام کے معاملے میں دیہاتی لوگ تم پر غالب نہ آجائیں۔

شرح الحديث قرآن مجید میں عشاء کی نماز کا ذکر اس کے نام سے آیا ہے، جہاں یہ حکم ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد بچے اور غلام بھی اجازت لے کر گھر اور کمرے میں آئیں۔ (النور: 58) ایک حدیث میں یوں

مذکور ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَغْلِبَنَّكُم أَهلُ البَادِيَةِ عَلَى اسمِ صَلَاتِكُم سَمَّاهَا اللَّهُ العِشَاءَ ويُسَمُّونَهَا العَتَمَةَ)) ❶

''دیہاتی لوگ، تمھاری نماز کے نام کو تبدیل نہ کردیں، اس کا نام اللہ تعالیٰ نے ''عشاء'' رکھا ہے جبکہ دیہاتی لوگ اسے ''عتمہ'' (سوتے کی نماز) کہتے ہیں۔''

اعرابیوں نے مغرب کی نماز کو عشاء اور عشاء کی نماز کو عتمہ کہنا شروع کردیا تھا اس سے خطرہ ہوا کہ لوگ اس حکم کو عشاء کے بجائے مغرب کی نماز کے متعلق نہ سمجھ لیں، اس لیے شرعی اصطلاح کو اس طرح تبدیل کردینا کہ غلط فہمی کا اندیشہ ہو، درست نہیں۔

اور عتمہ اندھیرے کو کہتے ہیں چونکہ وہ لوگ شام کو کافی تاخیر سے یعنی اندھیرا ہونے پر اونٹنیوں کا دودھ دوہتے تھے، اسی وجہ سے انہوں نے نماز عشاء کو عتمہ کہنا شروع کردیا۔ بعض احادیث میں نماز عشاء عتمہ کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اس نہی کو تنزیہی قرار دینا چاہیے، یعنی عشاء کو عتمہ کہنے سے بچنا بہتر ہے۔ واللہ اعلم

قربانی کے جانور پر سواری کرنا

[31]...... حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ مَسلَمَةَ القَعنَبِيُّ، حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي ذِئبٍ، عَن عَجلَانَ مَولَى الـمُشمَعِلِّ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَن رُكُوبِ البَدَنَةِ۔ قَالَ: ارْكَبْهَا۔ قَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّهَا بَدَنَةٌ۔ قَالَ: ارْكَبْهَا وَيلَكَ.

تخریج الحدیث صحيح البخاری، كتاب الحج، باب ركوب البدن، حديث: 1689، صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز ركوب البدنة، حديث، 371۔ (1322)، سنن أبی داؤد، كتاب المناسك، باب فی ركوب البدن، حديث: 1760، سنن النسائی، كتاب مناسك الحج، باب ركوب البدنة، حديث: 1799، سنن ابن ماجة، كتاب المناسك، باب ركوب البدن، حديث: 3103.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قربانی کے جانور پر سواری کرنے کے بارے میں

❶ المعجم الأوسط، للطبرانی: 243/7، حديث: 7391.

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر سوار ہو سکتے ہو۔ پوچھنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! وہ تو قربانی کا جانور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا ستیاناس! اس پر سواری کر سکتے ہو۔

شرح الحدیث ضروری ہے کہ قربانی کا جانور شریعت کی بتائی ہوئی شرائط پر پورا اترتا ہو۔ اس جانور کو باربرداری میں استعمال کرنا مناسب نہیں، کیونکہ اس سے کسی قسم کی چوٹ لگنے یا کوئی بھی نقص پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس پر انسان سواری کرنا چاہے تو سواری کرسکتا ہے۔ یہ نظریہ سراسر غلط ہے کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا اس جانور کی توہین ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت فرمائی ہے۔

گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا

[32]...... حَـدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَن أَبِي ذِئبٍ ، عَن صَالِحٍ مَولَى التَّوأَمَةِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَـن أَنشَدَ ضَالَّةً فِي المَسجِدِ ، فَقُولُوا: لا وَجَدتَ .

تخریج الحدیث صحيح مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب النهى عن نشد الـضالة فى المسجد ، حديث: 79 ـ (568)، سـنـن أبـى داؤد ، كتاب الصلاة ، باب فى كراهية إنشاد الضالة فى المسجد ، حديث: 473، سـنن بن ماجة ، كتاب المساجد و الجماعات ، باب النهى عن إنشاد الضوال فى المسجد ، حديث: 767، مسند البزار : 7/15 ، حديث: 8170 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کررہا ہو، تو تم کہو: تجھے نہ ملے۔

شرح الحدیث مسجد میں اعلان کی ممنوعہ صورت یہ ہے کہ کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوجائے تو وہ مسجد میں اعلان کرے کہ ''میری فلاں چیز گم ہوگئی ہے، جسے معلوم ہو وہ مجھے اطلاع کردے۔''

لیکن اس حدیث سے اعلان کرنا حرام نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اگر کسی کا بچہ گم ہوجائے تو مساجد کے لاؤڈ سپیکرز میں اعلان کرکے اس شخص سے تعاون کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ انسانی جان کا نقصان دنیا میں سب سے بڑھ کر معاشرتی نقصان ہے۔ اور انسانی جان کا تحفظ بہت ضروری ہے۔ اسلام مسلمان کی جان کے تحفظ کے لیے کسی بھی اقدام کی حوصلہ شکنی نہیں کرتا۔

بازار میں کھانے کی مذمت

[33]...... حَدَّثَنَا زِيَادُ بنُ يَحيَى أَبُو الخَطَّابِ ، حَدَّثَنَا سهل بن حماد ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ الفُرَاتِ التَّمِيمِيُّ ، عَن أَبِيهِ ، حَدَّثَنِي عَبدُ الرَّحمَنِ الأَنصَارِيُّ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضى الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الأَكلُ فِي السُّوقِ دَنَاءَةٌ.

تخریج الحدیث المعجم الكبير ، للطبرانی : 249/8 ، حديث: 7977، الضعفاء الكبير ، للعقيلى : 190/3- یہ روایت سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، البتہ اس روایت کا مرفوع ہونا درست و ثابت نہیں ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بازار میں کھانا، کمینہ پن ہے۔

شرح الحدیث یہ روایت ضعیف ہے۔اس کی بنا پر بازار میں کوئی چیز کھانے کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ ضرورت کے تحت بازار میں کوئی چیز کھائی جاسکتی ہے۔لیکن بازار کو چونکہ صحیح احادیث میں زمین کی بری جگہ کہا گیا ہے۔اس لیے بازار میں بلا مقصد جانا اور وہاں بلاوجہ اکٹھ کرنا غیر مناسب اور اخلاقی برائی ہے؛ اجتناب کرنا چاہیے۔

آگ کی پکی چیز کھانے پر وضو کرنا

[34]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ زُرَيعٍ ، حَدَّثَنَا مَعمَرٌ ، عَنِ الزُّهرِيِّ ، عَن عُمَرَ بنِ عَبدِ العَزِيزِ ، عَن إِبرَاهِيمَ بنِ عَبدِ اللّٰهِ بنِ قَارِظٍ ، أَنَّ أَبَا هُرَيرَةَ رضي الله عنه أَكَلَ أَثوَارَ أَقِطٍ فَتَوَضَّأَ وَقَالَ: أَتَدرِي لِمَ تَوَضَّأتُ؟ أَكَلتُ أَثْوَارَ مِن أَقِطٍ وَإِنِّي سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ.

تخریج الحدیث صحيح مسلم ، كتاب الحيض ، باب الوضوء مما مست النار ، حديث: 90- (352)، سنن النسائى ، كتاب الطهارة ، باب الوضوء مما مست النار ، حديث: 173، السنن الكبرىٰ، للنسائى : 145/1 ، حديث: 178، مصنف عبدالرزاق : 172/1 ، حديث: 667.

ترجمة الحدیث ابراہیم بن عبداللہ بن قارظ رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پنیر کے کچھ

ٹکڑے کھائے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا۔ اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے وضو کیوں کیا ہے؟ میں نے پنیر کے ٹکڑے کھائے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: جس چیز کو آگ نے چھوا ہو؛ اسے کھانے کے بعد وضو کرو۔

شرح الحديث اس حدیث کے متعلق وضاحت؛ حدیث نمبر: 11 کے تحت دیکھیں۔

مومن معزز ہوتا ہے

[35]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ بَحرٍ ، وَمُحَمَّدُ بنُ مَهدِيٍّ ، قَالا : حَدَّثَنَا عَبدُ الرَّزَّاقِ ، عَن بِشرِ بنِ رَافِعٍ ، عَن يَحيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: المُؤمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ ، وَالفَاجِرُ خَبٌّ لَئِيمٌ .

تخريج الحديث سنن أبي داؤد ، كتاب الأدب ، باب في حسن العشرة ، حديث: 4790، سنن الترمذي ، أبواب البر والصلة ، باب ماجاء في البخيل ، حديث: 1964، مسند أحمد بن حنبل : 59/15 ، حديث: 9118۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومن، شریف النفس اور معزز ہوتا ہے۔ جبکہ فاجر، دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے۔

شرح الحديث مومن کے اوصاف اسے قابل تعریف اور معزز بناتے ہیں۔ اور اس کے اوصاف میں سب سے اہم اور عظیم وصف، ایمان والا ہونا ہے۔ بدزبانی اور بداخلاقی جیسے برے اوصاف، مومن میں نہیں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيسَ المُؤمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الفَاحِشِ وَلَا البَذِيءِ .)) [1]

''مون، طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بے حیا اور بدزبان نہیں ہوتا۔''

مومن سراپہ خیر ہوتا ہے۔ مومن خوش اخلاق ہوتا ہے۔ مومن تو ہوتا ہی وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی دوسرے انسان کو تکلیف نہ پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] سنن الترمذي ، أبواب البر والصلة ، باب ماجاء في اللعنة ، حديث: 1977۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

((المُسلِمُ مَن سَلِمَ المُسلِمُونَ مِن لِسَانِهِ وَيَدِهِ .)) ❶

''مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔''

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کا فرمانبردار بن جاتا ہے، وہ اوصاف حمیدہ کا مالک ہوتا ہے۔ اچھا اخلاق اور انسانیت دوست رویہ، اس شخص کی پہچان ہوتا ہے۔ جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کا نافرمان ہوتا ہے، اس میں بے شمار برائیاں ہوتی ہیں۔ بداخلاقی اور بدکرداری اس کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ انسانوں سے ہمدردی رکھتا ہے نہ ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن قابل احترام اور اچھے اخلاق کا مالک ہوتا ہے جبکہ اللہ کا نافرمان شخص کمینہ اور گھٹیا اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص برا اور بداخلاق و بدکردار ہونے کے باوجود لوگوں میں قابل احترام سمجھا جاتا ہے تو اس کے پیچھے ایک ہی وجہ ہوسکتی ہے۔ کہ لوگ اس کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کرتے ہوں گے۔

شکار اور دیگر کھانوں کی ممنوعہ صورتیں

[36]...... حَدَّثَنَا الحَسَنُ بنُ بِشرٍ ، حَدَّثَنَا المُعَافَى بنُ عِمرَانَ ، حَدَّثَنَا الأَوزَاعِيُّ ، عَن يَحيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ المُجَثَّمَةِ وَالخُلسَةِ وَالنُّهبَةِ۔ وَقَالَ: مَن أَكَلَ مِن هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلا يَقرَبَنَّ فِي مَسجِدِنَا۔ وَعَن حِمَارِ البَيتِ وَعَن كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ .

تخريج الحديث صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب النهى من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحو ذلك ، حديث: 71 ـ (562)، سنن الترمذى ، أبواب الأطعمة ، باب ماجاء فى لحوم الحمر الأهلية ، حديث: 1795 ۔ یہ حدیث مبارکہ بعینہ مذکوہ الفاظ کے ساتھ نہیں ملی، البتہ اس کا بعض حصہ ایک مقام پر اور بعض دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ اسی طرز پر ہم نے حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے باندھ کر (نیزے وغیرہ سے) مارے گئے جانور، سرعام چھینے گئے اور لوٹے ہوئے مال سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اس درخت کا پھل (یعنی: لہسن) کھایا وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ اور گھریلو گدھے اور

❶ صحيح البخارى ، كتاب الإيمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه وايده ، حديث: 10 .

دانت سے پھاڑنے والے (جانور) سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

شرح الحدیث شریعت اسلامیہ، اپنے ماننے والوں کو حلال اور پاکیزہ کھانے کی تعلیم دیتی ہے۔ کھانے، پینے اور دیگر استعمال کی جو اشیاء اسلام نے منع اور حرام قرار دی ہیں، ان میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ بحیثیت مسلمان، ہم ممنوعہ اشیاء سے باز رہیں اور حلال و جائز اشیا کا استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾

[البقرة : 172]

”مومنو! پاکیزہ کھانے کھاؤ، جو ہم نے تمھیں عطا کیے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم صرف اس (اللہ) کے عبادت گزار ہو۔“

کوئی بھی جانور یا کوئی چیز ذاتی طور پر اگرچہ حلال ہو، لیکن اگر اس کے استعمال کا طریقہ درست نہیں؛ تو وہ باوجود فی ذاتہ حلال ہونے کے، حرام قرار پائے گی۔ جس طرح زیر بحث حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے جانور کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، جسے باندھ کر اس پر تیر وغیرہ چلا کر مارا جائے۔ اگرچہ وہ جانور فی ذاتہ حلال ہو، لیکن اگر اس کا گوشت حاصل کرنے کے لیے جو طریقہ اپنایا گیا ہے وہ غلط اور ممنوع ہے۔ تو اس جانور کا گوشت کھانا حرام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حلال جانوروں کے گوشت نہ کھانے کی وجوہات بیان کی ہیں۔

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ﴾ [المائدة : 3]

”مردار، خون، خنزیر کا گوشت، جو (جانور) غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا جائے، اور گلا گھٹنے سے مرنے والا جانور، چوٹ لگنے سے مرنے والا جانور، (بلند جگہ سے) گر کر مرنے والا جانور، (کسی دوسرے جانور کا) سینگ لگنے سے مرنے والا جانور، اور جس جانور کو درندے نے کھایا ہو؛ تم پر حرام قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہ کہ جسے (درندہ زخمی کر دے لیکن وہ جانور ابھی زندہ ہو تو اسے) تم ذبح کر لو، (وہ حلال ہوگا)۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے خنزیر کے علاوہ جتنے جانوروں کی طرف اشارہ فرمایا ہے، وہ سب فی ذاتہ

حلال ہیں، لیکن جو نقائص یہاں بیان ہوئے ہیں، جب ان میں سے کوئی نقص اس حلال جانور میں آ جائے تو وہ حرام قرار پاتا ہے۔ اسی طرح کوئی چیز کتنی ہی اعلی اور پاکیزہ ہو، لیکن اگر کسی سے چھین جھپٹ کر حاصل کی جائے تو وہ حصول کے ناجائز طریقے کی بنا پر حرام قرار پائے گی۔

گھریلو گدھے کا گوشت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر حرام قرار دیا تھا، اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو حتمی طور پر حرام قرار دیا تھا۔ ❶

اگر کسی حلال جانور کو درندے نے کھایا، یعنی چیر پھاڑ کر کھانے والے جانور (درندے) نے کسی حلال جانور کو زخمی کیا اور وہ جانور مر گیا تو، وہ اس جانور کا گوشت کھانا حرام ہے۔ البتہ اگر درندے نے کسی حلال جانور کو زخمی کر دیا لیکن وہ جانور ابھی زندہ ہے، اور درندے سے کسی طرح چھوٹ گیا، تو اس جانور کو اگر ذبح کر لیا جائے تو اس کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ سورت المائدہ کی مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے آخری الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

بعض چیزیں فی ذاتہ حلال ہوتی ہیں لیکن کسی موقع پر ان کا استعمال ممنوع ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لہسن / پیاز کھانے والے شخص کو مسجد کے قریب آنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ اس میں وجہ یہ ہے کہ پیاز اور لہسن کھانے پر منہ سے بدبو آتی ہے۔ جبکہ مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے آنا ہے، اور خالق کائنات کے گھر میں بدبودار منہ کے ساتھ آنا غیر اخلاقی حرکت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ ❷

گھریلو گدھے کا گوشت حرام ہے۔ اسی طرح جو جانور چیر پھاڑ کرنے والے، کچلی والے اور شکار کو مار کر کھانے والے ہیں، وہ بھی حرام ہیں۔

اذان، اقامت اور نماز میں شیطان کی کیفیت اور وساوس

[37]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحرٍ ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ، حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ ، عَنْ يَحيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِذَا نَادَى المُنَادِي أَدبَرَ الشَّيطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ ، فَإِذَا قَضَى أَقبَلَ؛ فَإِذَا ثَوَّبَ أَدبَرَ ، فَإِذَا قَضَى أَقبَلَ ،

❶ صحيح البخارى ، كتاب فرض الخمس ، باب ما يصيب من الطعام فى أرض الحرب ، حديث: 3155.

❷ صحيح مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب النهى من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحو ذلك ، حديث: 72 ـ (563).

حَتَّى يَخطُرَ بَينَ المَرءِ وَقَلبِهِ۔ فَيَقُولُ: اذْكُر كَذَا وَكَذَا ، مَا لَم يَذكُر؛ فَإِذَا لَم يَدرِ أَحَدُكُم ثَلاثًا صَلَّى أَو أَربَعًا؟ فَلْيَسْجُدْ سَجدَتَينِ وَهُوَ جَالِسٌ .

تخریج الحدیث صحيح البخاری ، أبواب السهو ، باب السهو فی الفرض والتطوع ، حديث: 1232 ، صحيح مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب السهو فی الصلاة و السجود له ، حديث: 83 ـ (389) ، سنن أبی داؤد ، كتاب الصلاة ، باب رفع الصوت بالاذان ، حديث: 516 ، سنن النسائی ، كتاب الاذان ، باب فضل التأذين ، حديث: 670 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن اذان کہتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے، اس کی ہوا خارج ہو رہی ہوتی ہے۔ جب (مؤذن) اذان مکمل کر کے تو شیطان پھر آ جاتا ہے۔ جب (مؤذن) اقامت کہتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ جب اقامت مکمل کر لیتا ہے، تو شیطان پھر آ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان خیالات پیدا کرنے لگ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے: فلاں، فلاں بات یاد کرو۔ (اسے وہ باتیں یاد کرواتا ہے) جو باتیں اسے یاد نہیں ہوتیں۔ تو جب انسان بھول جائے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار، تو وہ (آخری تشہد میں) بیٹھے ہوئے، دو سجدے کرے۔

شرح الحدیث اذان، اللہ تعالیٰ کی عبادات میں سے اہم ترین عبادت؛ نماز کی طرف بلانے کا شرعی طریقہ ہے۔ اذان، نہایت بابرکت آواز ہے۔ یہ آواز شیطان کے لیے بہت خطرناک اور بھاری ہے۔ شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو بہت دور بھاگ جاتا ہے۔ پھر واپس آتا ہے اور اس کے بعد اقامت کی آواز سن کر بھی دور بھاگ جاتا ہے۔ اس کے بعد واپس آ کر نمازیوں کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔

نمازی کے دل میں دوران نماز شیطان مختلف خیالات اور وساوس ڈالتا ہے، جس کی وجہ سے نمازی کی توجہ نماز سے ہٹ جاتی ہے اور اسے یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔ اگر نماز میں کمی بیشی ہو جائے تو سلام پھیرنے سے قبل یا بعد، دو سجدے کر کے سلام پھیرا جائے، ان سجدوں کو سجود سہو کہتے ہیں۔

سجود سہو کا تعلق امام یا اکیلے کی نماز میں شک اور غلطی کے ساتھ ہے۔ اگر مقتدی شیطانی وساوس کی وجہ سے اپنی نماز کی تعدادِ رکعات پر شک ہو جائے تو اسے امام کی ہی اقتدا کرنی چاہیے۔ اپنے دل میں پیدا ہونے والے شک کی بنا پر اس اکیلے مقتدی پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

اگر نمازی، امام یا اکیلا ہے؛ اور اسے شیطان کے وساوس کی وجہ سے یاد نہیں کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی

ہیں اور کتنی باقی ہیں۔ اگر اسے یقین آ جائے کہ غلطی نہیں ہوئی، نماز کی رکعات ٹھیک اور مکمل پڑھی ہیں اور کسی بھی رکن کی کمی بیشی نہیں ہوئی، تو ایسی صورت میں سجودسہو نہیں ہیں۔ البتہ اگر اسے شک ہو جائے کہ رکعت یا کوئی رکن کم یا زیادہ ہوا ہے، اور پھر غور کرنے سے یقین بن جائے کہ واقعی رکعت یا رکن چھوٹ گیا یا زیادہ ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں سجودسہو ادا کرنا ہوں گے۔

سجودسہو کا طریقہ یہ ہے کہ دوران نماز ایک یا زیادہ غلطیاں ہو جائیں تو اگر سلام پھیرنے سے پہلے یقین ہو جائے تو سلام پھیرنے سے پہلے، یعنی آخری تشہد مکمل پڑھ لینے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کریں۔ اگر سلام پھیرنے کے بعد کسی کے بتانے پر یا خود سے یاد آ جائے کہ نماز میں فلاں رکن کم یا زیادہ ہو گیا ہے، تو اسی وقت دو سجود سہو کر لیں، پھر سلام پھیریں۔

یاد رہے! جب قیام، رکوع، سجدہ، تشہد یا مکمل رکعت کم یا زیادہ ہو جائے تو سجودسہو ادا کرنا ہوں گے، لیکن اگر نماز کی قرأت یا رکوع وسجود کی تسبیحات یا تشہد وغیرہ کے کلمات میں غلطی یا کمی بیشی ہو جائے تو ایسی صورت میں سجود سہو نہیں ہیں۔ اگر نماز میں دو رکعات کی کمی ہوئی، تو دو رکعات پڑھ کر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے (بطور سجود سہو) کریں۔ سجودسہو ان غلطیوں کے ازالہ کے لیے ہیں جو بھول کی وجہ سے ہو جائیں۔ لیکن اگر کوئی نمازی، نماز میں جان بوجھ کر کسی رکن کی کمی بیشی کرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اسے نماز دوبارہ ادا کرنا ہو گی۔

اگر نماز میں کسی کمی بیشی کی صورت میں سجودسہو کرنا ہوں، لیکن نمازی سجودِ سہو کرنا بھول جائے تو اس کی نماز درست ہو گی۔ اسے وہ نماز دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قیامِ رمضان بخشش کی ضمانت ہے

[38]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ بَحرٍ ، حَدَّثَنَا عِيسَى ، حَدَّثَنَا الأَوزَاعِيُّ ، عَن يَحيَى ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَن قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِهِ .

تخريج الحديث صحيح البخاری ، کتاب الصوم ، باب من صام رمضان إيمانا و احتسابا و نية ، حديث: 1901 ، سنن أبی داؤد ، کتاب الصلاة ، باب فی قيام شهر رمضان ، حديث: 1372 ، سنن الترمذی ، أبواب الصوم ، باب الترغيب فی قيام رمضان، حديث: 808 ،

سنن النسائی ، کتاب الصیام ، باب ذکر اختلاف یحیی بن أبی کثیر والنضر بن شیبان فیه ، حدیث: 2206 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

شرح الحديث رمضان المبارک نہایت عظیم اور بابرکت مہینہ ہے۔ اس کے روزے بھی گناہوں سے معافی کا باعث ہیں اور اس کا قیام اللیل بھی گناہوں کو مٹاتا ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ روزہ رکھنے اور قیام کرنے والے کی نیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی ہو۔ کیونکہ نیت درست ہے تو عمل میں کمی کوتاہی قابل درگزر ہے۔ لیکن اگر نیت ہی درست نہیں تو عمل کتنا ہی اعلیٰ ہو، وہ عمل بے کار ہوجائے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا علم پھیلانے، صدقہ خیرات کرنے اور جہاد کرنے والوں کو جہنم میں پھینکے جانے کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اور ان کے اعمال کی عظمت اور خوبصورتی کے باوجود ان کا جہنم میں جانا صرف اس لیے ہوگا کہ ان کی اپنے اپنے عمل میں نیت اخلاص وللّٰہیت والی نہیں تھی۔ ❶

جب نیت میں خرابی ہو تو عمل بے کار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سادہ اور عام فہم خوبصورت جامع الفاظ میں ایک قانون بیان فرمایا ہے کہ:

((إِنَّمَا الأَعمَالُ بِالنِّيَّاتِ)) ❷

یعنی: اعمال کا صلہ نیتوں کے مطابق ملتا ہے۔ اگر رمضان المبارک میں روزے اور قیام کے لیے نیت؛ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کی ہو، تو اللہ تعالیٰ روزے دار اور قائم اللیل کے سابقہ گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط بیان فرمائی ہے کہ ''إِيـمَانًا وَاحتِسَابًا '' یعنی روزہ رکھنے والا مومن بھی ہو اور اس کی نیت بھی محض اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو، تو ''غُـفِـرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِهِ '' اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

رمضان المبارک، گناہوں کی عام بخشش کا عظیم الشان اور اہم ترین مہینہ ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے

---

❶ صحیح مسلم ، کتاب الامارۃ ، باب من قاتل للریاء والسمعة استحق النار ، حدیث: 152 ـ (1905) .
❷ صحیح البخاری ، کتاب بدء الوحی ، باب کیف کان بدء الوحی ، حدیث: 1 .

گناہوں کی معافی طلب نہ کر سکے، ایسے شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محروم اور بدقسمت قرار دیا اور اس کے لیے بددعا فرمائی ہے۔ ❶

رمضان المبارک کے استقبال میں روزہ رکھنے کی ممانعت

[39]...... وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لا تَقَدَّمُوا الشَّهرَ بِصِيَامِ يَومٍ أَو يَومَينِ؛ إِلا أَن يَكُونَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ .

تخريج الحديث صحيح البخاری، كتاب الصوم، باب لا يتقدم رمضان بصوم يوم ولا يومين، حديث: 1914، صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين، حديث: 21 ـ (1082)، سنن أبی داؤد، كتاب الصوم، باب فيمن يصل شعبان برمضان، حديث: 2335، سنن الترمذی، أبواب الصوم، باب ماجاء لا تقدموا الشهر بصوم، حديث: 684، سنن النسائی، كتاب الصيام، باب التقدم قبل شهر رمضان، حديث: 2172 ، سنن ابن ماجة، كتاب الصيام، باب ماجاء فی النهی أن يتقدم رمضان بصوم، حديث: 1650 .

ترجمة الحديث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک یا دو دن کے روزے کے ساتھ رمضان سے پہل نہ کرو۔ ہاں، البتہ اگر وہ روزے رکھ رہا ہو تو اس کا روزہ آ جائے۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت حدیث نمبر: 8، کے تحت گزر چکی ہے۔

پیٹ کے بل لیٹنا ممنوع ہے

[40]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ بَحرٍ ، حَدَّثَنَا عِيسَى ، عَن مَعمَرٍ ، عَن يَحيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى رَجُلٍ مِضطَجِعٍ عَلَى بَطنِهِ۔ فَضَرَبَهُ بِرِجلِهِ، وَقَالَ: هٰذِهِ ضَجْعَةٌ يَبغَضُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ .

تخريج الحديث سنن الترمذی ، أبواب الأدب ، باب ماجاء فی كراهية الاضطجاع على البطن ، حديث: 2768، مسند أحمد بن حنبل : 409/13 ، حديث: 8041، صحيح ابن حبان : 357/12 ، حديث: 5549، مستدرك حاكم : 302/4 ، حديث: 7709۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے

❶ سنن الترمذی ، أبواب الدعوات، حديث: 3545.

''صحیح'' کہا ہے جبکہ محدالبانی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک، پیٹ کے بل لیٹے ہوئے آدمی کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے پاؤں سے ضرب لگائی اور ارشاد فرمایا: اس طرح لیٹنا اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہے۔

شرح الحديث شریعت اسلامیہ نے اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی مہیا کی ہے۔ سونے جاگنے کے آداب بھی بتائے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے کچھ انداز مکروہ اور معیوب قرار دیے ہیں، اور سونے کا صحیح و پسندیدہ طریقہ بھی بیان فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اضطَجِع عَلَى شِقِّكَ الأَيمَنِ .)) ❶

''اپنی دائیں کروٹ سویا کرو۔''

اور مزید فرمایا:

((فَتَوَسَّد يَمِينَكَ .)) ❷

''اپنے دائیں بازو کا تکیہ بناؤ۔''

یعنی سونے کا پسندیدہ اور شرعی طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی دائیں کروٹ پر سوئے اور اپنے دائیں بازو کو تکیہ بنائے، یعنی دائیں بازو پر سر رکھ کر سوئے۔ البتہ اس انداز سے سونا فرض نہیں ہے۔ لیکن یہ بہتر طریقہ اور پسندیدہ انداز ہے۔ بائیں کروٹ لیٹنا ممنوع نہیں، جائز ہے۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بل، یعنی اوندھے منہ سونے سے منع فرمایا اور اس طریقہ کو معیوب قرار دیا ہے۔ بلکہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بل لیٹنے کے بارے میں فرمایا:

((إِنَّمَا هٰذِهِ ضِجعَةُ أَهلِ النَّارِ .)) ❸

''سونے کا یہ انداز تو جہنمیوں کا ہے۔''

لہٰذا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کو ہی اپنانا چاہیے، اسی میں برکت ہے اور یہی باعث

---

❶ سنن أبي داؤد ، كتاب الأدب ، باب ما يقال عند النوم ، حديث: 5046 .

❷ سنن أبي داؤد ، كتاب الأدب ، باب ما يقال عند النوم ، حديث: 5046 .

❸ سنن ابن ماجة ، كتاب الأدب ، باب النهي عن الاضطجاع على الوجه ، حديث: 3724 .

اجر وسکون ہے۔

رمضان المبارک کے استقبال میں روزہ رکھنے کی ممانعت

[41]...... حَدَّثَنَا عَلِيٌّ ، حَدَّثَنَا الوَلِيدُ بنُ مُسلِمٍ ، حَدَّثَنَا الأَوزَاعِيُّ ، عَن يَحيَى ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لا تَقَدَّمُوا بَينَ يَدَى رَمَضَانَ بِيَومٍ وَلا يَومَينِ إِلا رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صِيَامًا فَلْيَصُمْهُ .

تخریج الحدیث صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا یومین، حدیث: 1914، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب لا تقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین، حدیث: 21 ـ (1082)، سنن أبی داؤد، کتاب الصوم، باب فیمن یصل شعبان برمضان، حدیث: 2335، سنن الترمذی، أبواب الصوم، باب ماجاء لا تقدموا الشهر بصوم، حدیث: 684، سنن النسائی، کتاب الصیام، باب التقدم قبل شهر رمضان، حدیث: 2172، سنن ابن ماجة، کتاب الصیام، باب ماجاء فی النهی أن یتقدم رمضان بصوم، حدیث: 1650 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک یا دو دن (کے روزے کے ساتھ) رمضان سے آگے نہ بڑھو۔ ہاں، البتہ وہ شخص جو روزے رکھ رہا ہو اور اس کا روزہ آ جائے تو وہ روزہ رکھ لے۔

شرح الحدیث اس حدیث کی وضاحت، حدیث نمبر: 8 کے تحت دیکھئے۔

سجودِ سہو

[42]...... حَدَّثَنَا عَبدُ الأَعلَى ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بنُ يُونُسَ ، حَدَّثَنَا عِكرِمَةُ بنُ عَمَّارٍ ، عَن يَحيَى ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُم فَلا يَدرِى صَلَّى ثَلاثًا أَو أَربَعًا فَلْيَسجُد سَجدَتَينِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ يُسَلِّمُ .

تخریج الحدیث صحیح البخاری ، أبواب السهو ، باب السهو فی الفرض والتطوع ، حدیث: 1232، صحیح مسلم ، کتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب السهو فی الصلاة والسجود له ، حدیث: 82 ـ (389)، سنن أبی داؤد ، کتاب الصلاة ، باب من قال یتم علی أکبر

ظنه ، حديث: 1030 ، سنن الترمذى ، أبواب الصلاة ، باب فيمن يشك فى الزيادة والنقصان ، 397 ، سنن النسائى ، كتاب السهو ، باب التحرى ، حديث: 1252 ، سنن ابن ماجة ، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها ، باب ما جاء فى سجدتى السهو قبل السلام ، حديث: 1216 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار، تو وہ (آخری تشہد میں بیٹھے ہوئے) دو سجدے کرے، پھر سلام پھیرے۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت کے لیے، حدیث نمبر: 37 کے تحت دیکھیں۔

عزل کی حقیقت

[43]...... حَـدَّثَنَا عَبدُ الأَعلَى ، حَدَّثَنَا مُعتَمِرٌ ، سَمِعتُ أَبَا عَامِرٍ يُحَدِّثُ ، عَن يَحيَى بنِ أَبِـى كَثِيرٍ ، عَن أَبِى سَلَمَةَ ، عَن أَبِى هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ الْيَهُودَ تَقُولُ: إِنَّ الْـعَـزلَ هُـوَ الْـمَوؤُدَةُ الصُّغْرىٰ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: كَـذَبَـتِ اليَهُودُ . لَو أَرَادَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ خَلقَهَا لَم تَستَطِع عَزلَهَا .

تخريج الحديث كتـاب السنة ، للإبن أبى عاصم : 159/1 ، السـنن الكبرى ، للنسائى : 226/8 ، حديث: 9043 ، السـنـن الصغير ، للبيهقى : 70/3 ، حديث: 2531۔ یہ سند ضعیف ہے البتہ حدیث اپنے مفہوم کے اعتبار سے صحیح ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: یہودی کہتے ہیں کہ عزل، زندہ دفن کرنے کی ایک چھوٹی صورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہودی جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس (جان) کو پیدا کرنا چاہے تو تم عزل کر ہی نہیں سکو گے۔

شرح الحديث عزل کا مطلب: جدا کر دینا ہے۔ اصطلاحاً اس سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے جماع کرے تو جب انزال ہونے لگے تب اپنا عضو تناسل بیوی کی شرم گاہ سے باہر نکال کر انزال کر دے۔

بعض روایات میں عزل کی اجازت مذکور ہے اور بعض میں اس سے ممانعت و کراہت کا ذکر ہے۔ دورِ نبوی میں بھی عزل کیا جاتا تھا، اگر حرام ہوتا تو آسمان سے وحی کے ذریعے منع کر دیا جاتا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كُنَّا نَعزِلُ عَلَى عَهدِ النَّبِيِّ ﷺ وَالقُرآنُ يَنزِلُ .)) ❶

''ہم عزل کرلیا کرتے تھے، اور (اس دور میں) قرآن نازل ہوتا تھا۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا، البتہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ جس جان کو پیدا ہونا ہے، اس نے پیدا ہوکر ہی رہنا ہے۔ ❷

جس جان نے پیدا ہونا ہے، اس کی پیدائش کو کوئی روک نہیں سکتا۔ البتہ اگر کوئی انسان عزل کرنا چاہتا ہے تو کرسکتا ہے، اس کے لیے جائز ہے۔ لیکن یہودیوں جیسا نظریہ نہ ہو، کہ عزل کی صورت میں حمل کا تصور ہی نہیں۔ یہودیوں کے اسی نظریے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہودی جھوٹے ہیں۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ بیوی کی اجازت کے بغیر عزل نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بات کسی نص سے ثابت تو نہیں، لیکن ازدواجی زندگی کے جملہ امور میں خاوند اور بیوی کی مشاورت اور رضامندی کا ہونا نہایت خوش آئند اور آپس میں محبت و اعتماد کی فضا برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

دورِ حاضر میں مانع حمل ادویات و ذرائع کا استعمال بھی عزل کی ایک صورت ہے۔

رمضان المبارک کے استقبال میں روزہ رکھنے کی ممانعت

[44]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إسمَاعِيلُ بنُ إبرَاهِيمَ، عَن هِشَامِ بنِ أَبِي عَبدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحيَى، عَن أَبِي سَلَمَةَ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَقَدَّمُوا قَبلَ رَمَضَانَ بِيَومٍ وَلَا يَومَينِ إلَا أَن يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَومًا فَلْيَصُمْهُ.

تخريج الحديث صحيح البخاری، كتاب الصوم، باب لا يتقدم رمضان بصوم يوم ولا يومين، حديث: 1914، صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين، حديث: 21 ـ (1082)، سنن أبی داؤد، كتاب الصوم، باب فيمن يصل شعبان برمضان، حديث: 2335، سنن الترمذی، أبواب الصوم، باب ماجاء لا تقدموا الشهر بصوم، حديث:

❶ صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب العزل، حديث: 5209.
❷ صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب العزل، حديث: 5210.

684، سنن النسائی، کتاب الصیام، باب التقدم قبل شهر رمضان، حدیث: 2172، سنن ابن ماجة، کتاب الصیام، باب ماجاء فی النهی أن یتقدم رمضان بصوم، حدیث: 1650.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان سے قبل، ایک یا دو دن کے ساتھ آگے نہ بڑھو۔ البتہ جو شخص (نفل) روزہ رکھ رہا ہو، وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت کے لیے، حدیث نمبر: 8 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

امور جاہلیت کی ممانعت

[45]...... حَدَّثَنَا سَهلُ بنُ عُثمَانَ ، حَدَّثَنَا عُبَیسُ بنُ بَیهَسٍ ، حَدَّثَنا یَحیَی بنُ أَبِی کَثِیرٍ ، عَـن أَبِی سَلَمَةَ ، عَن أَبِی هُرَیرَةَ رضی الله عنه ، سَـمِعتُ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ ، یَـقُولُ: مَن دَعَا دَعوَی الجَاهِلِیَّةِ کَانَ مِن جَزَاءِ هِ جَهَنَّمُ یومَ القِیَامَةِ۔ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: یَانَبِیَّ اللّٰهِ! وَإِن صَامَ وَصَلَّی؟ قَالَ: نَعَم ، وَإِنْ صَامَ وَصَلَّی .

تخريج الحديث مسند البزار : 257/14 ، حدیث: 7843- یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: جس شخص نے جاہلیت والی کوئی پکار کی، قیامت کے روز اس کی سزا جہنم ہوگی۔ کسی صحابی نے پوچھا: اللہ کے نبی! اگر وہ شخص روزے رکھتا اور نمازیں بھی پڑھتا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اگرچہ وہ روزے رکھتا اور نمازیں بھی پڑھتا ہو۔

شرح الحديث جاہلیت والی پکار اور بات سے مراد بہت سے امور ہو سکتے ہیں۔ جن میں سرفہرست، فوت شدہ پر بین اور ماتم کرنا، کسی انسان کے نسب وقومیت پر طعن کرنا، اور اسے حقیر اور برے نسب و خاندان والا کہنا اور کسی کا نام بگاڑ کر اسے پکارنا وغیرہ ہیں۔ اس کی تفصیل حدیث نمبر: 19 کے تحت گزر چکی ہے۔

اسی طرح کسی انسان کو گالی دینا اور اس کی اہانت کرنا بھی جاہلیت کا عمل ہے۔ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"إِنِّی سَابَبتُ رَجُلًا فَعَیَّرتُهُ بِأُمِّهِ"

''میں نے ایک شخص کو اس کی ماں کے نام سے برا بھلا کہہ دیا۔''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور میرے اس عمل کو جاہلیت کا عمل قرار دیا۔ اور فرمایا:

((إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ.)) ❶

''تم تو ایسے شخص ہو جس میں (ابھی تک) جاہلیت موجود ہے۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ کے حبشی النسل (کالے رنگ کی) ہونے کی بنیاد پر کہہ دیا تھا: ''اے سیاہ عورت کے بیٹے!..'' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''تم تو ایسے شخص ہو جس میں (ابھی تک) جاہلیت موجود ہے۔'' اس میں نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ، ایسا ہرگز نہیں ہے کہ صحابہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں، ''برا بھلا'' کا لفظ ہم نے اپنی زبان میں عام فہم ہونے کی بنا پر لکھا ہے۔ تاہم سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو کسی وجہ سے اپنے ساتھی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر کچھ غصہ آ گیا ہوگا، جو کہ انسان کا فطری وصف ہے۔

اُلٹے ناموں سے کسی کو پکارنا بھی جاہلیت کا عمل ہے۔ کسی کو اس کے کسی جسمانی عیب، یا خاندانی شہرت کی بنا پر محض تحقیر کے لیے سخت اور نازیبا الفاظ بولنا جاہلیت کا عمل ہے۔

البتہ اگر کسی شخص کی پہچان کروانا مقصود ہو تو کسی شخص کے ظاہری جسمانی نقص کو ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً: کسی گاؤں میں زید نام کے دو افراد رہتے ہوں اور اتفاق سے ان کا قبیلہ (برادری) بھی ایک ہی ہو۔ تو کوئی شخص اس گاؤں میں آئے اور کسی مقامی شخص سے کہے کہ مجھے زید سے ملنا ہے، مجھے اس کے گھر کا پتہ بتاؤ۔ تو مقامی شخص زید نامی دونوں آدمیوں میں سے کسی ایک کی تخصیص و شناخت کے لیے پوچھ سکتا ہے کہ کیا وہ زید جو آنکھ سے کانا ہے؟ ایسی صورت میں گناہ نہیں ہے۔

کنواری اور بیوہ کے نکاح میں اجازت

[46]...... حَدَّثَنَا سَهْلٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ۔ قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ.

تخریج الحدیث صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا ینکح الأب و غیره البکر والثیب إلا برضاها، حدیث: 5136، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب

❶ صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب المعاصی من أمر الجاهلية، حدیث: 30.

بالنطق، حديث ، 64 ـ (1419)، سنن أبي داؤد ، كتاب النكاح ، باب في الاستئمار ، حديث: 2092 ، سنن الترمذي ، أبواب النكاح ، باب ماجاء في استئمار البكر والثيب ، حديث: 1107 ، سنن النسائي ، كتاب النكاح، باب إستئمار الثيب في نفسها ، حديث: 3265، سنن ابن ماجة ، كتاب النكاح ، باب استئمار البكر والثيب ، حديث: 1871 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شوہردیدہ (بیوہ/ مطلقہ) خاتون کی شادی اس کی رضامندی (مشاورت) سے کی جائے۔ اور کنواری کی شادی اس کی اجازت سے کی جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اللہ کے رسول! اس (کنواری) کی طرف سے اجازت کی کیا نشانی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ وہ خاموش رہے۔

شرح الحديث عورت کے ولی (سرپرست) کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورت کی شادی کے لیے اس کا رشتہ پکا کرنے سے قبل اس کی رضامندی معلوم کرے۔ چاہے وہ عورت کنواری ہو، بیوہ یا مطلقہ ہو۔ اس سلسلہ میں عورت پر جبر اور زبردستی کرنا ممنوع ہے۔ اگر کسی عورت کی رضامندی معلوم کیے بغیر اس کا نکاح کر دیا گیا، تو شریعت اسلامیہ ایسی صورت حال میں عورت کو نکاح فسخ (ختم) کرنے کا حق دیتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خاتون آئی جو کنواری تھی تو اس کی شادی اس کے والد نے کرادی، مگر وہ اس لڑکے سے شادی کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو اختیار دیا تھا کہ چاہے تو اس نکاح کو برقرار رکھے، چاہے تو فسخ کردے۔ ❶

اسی طرح ایک صحابیہ، سیدہ خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ عنہا جو کہ بیوہ یا مطلقہ تھیں، ان کی شادی ان کے والد نے کردی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اپنا معاملہ بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابیہ کا نکاح فسخ کردیا تھا۔ ❷

یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم اور قاضی کی حیثیت سے ان خواتین کو اختیار اور حق دیا تھا۔ یہ فیصلے وقت کا قاضی یا خاندان کے معتبر افراد کی پنچائت ہی کرسکتی ہے۔

حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مذکور ہے کہ جو عورت بیوہ یا مطلقہ ہے، وہ اپنے نکاح کے

---

❶ سنن أبي داؤد ، كتاب النكاح ، باب في البكر يزوجها أبوها ولا يسرأمر ، حديث: 2096 .

❷ صحيح البخاري، كتاب النكاح ، باب إذا زوج ابنته و هي كارهة ، حديث: 5138 .

معاملے میں اپنے سرپرست کی نسبت خود زیادہ حق رکھتی ہے۔ اور کنواری کی شادی کے لیے اس کی اجازت لی جائے گی۔ اور اس کی اجازت کا علم اس کی خاموشی سے ہوگا۔ ❶

بیوہ یا مطلقہ کا اپنی ذات کے متعلق زیادہ حق رکھنے سے مراد یہ نہیں کہ وہ اپنے سرپرست کی اجازت اور اس کے علم کے بغیر ہی کسی سے شادی کر لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَيُّمَا امرَأَةٍ نَكَحَت بِغَيرِ إِذنِ مَوَالِيهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ .)) ❷

''جس عورت نے اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، اس کا نکاح باطل ہے۔''

لہٰذا نکاح کرنے میں عورت کی رضا مندی ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں عورت پر کسی قسم کا جبر و اکراہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور عورت بھی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔

جمہور علماء کا یہی موقف ہے کہ شادی کرانے میں عصبہ رشتہ داروں (یعنی باپ کی طرف سے اقارب) میں سے جو زیادہ قریبی ہو، وہی عوورت کا ولی بن سکتا ہے۔ عورت کے اولیاء کو یوں ترتیب دیا جا سکتا ہے: سب سے مقدم والد ہے، اس کی غیر موجودگی میں دادا، پھر حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا پھر اسی طرح سے دھد یالی رشتہ داروں میں سے ہی ولی ہوگا۔ اگر ان میں سے کوئی ولی موجود نہ ہو، یا دو ولی ہوں تو ان میں اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت حال میں اس عورت کا ولی، قاضی یا حاکم وقت ہوگا۔ ❸ البتہ اگر عورت بیوہ یا مطلقہ ہے اور اس کی اولاد بھی ہے تو اس کا بیٹا بھی بطور ولی اس عورت کا نکاح کر سکتا ہے، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے بیٹے نے کیا تھا۔ ❹

عورت کے ولی سے متعلق مزید دو باتیں نہایت اہم ہیں:

①:......قریبی اور اولیٰ ولی کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص ولی نہیں بن سکتا۔ مثلاً: والد کی موجودگی میں چچا، ولی نہیں بن سکتا۔ اسی طرح اگر والد زندہ نہیں، یا موجود ہی نہیں، تو دادا ولی ہوگا۔ اور دادا کی موجودگی میں چچا یا چچا کا بیٹا ہرگز ولی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ ولی ہونا تعصیب ہے۔ جس طرح وراثت کی تقسیم کے وقت قریبی عصبہ (رشتہ

❶ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق، حدیث: 66 ـ (1421).

❷ سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الولی، حدیث: 2083.

❸ ملخص از: فقه السنة، لسید سابق: 126/2، 125.

❹ الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، لابن عبدالبر: 641/2، المحبر، لمحمد بن حبیب البغدادی: ص، 64، 108.

دار) کی موجودگی میں دور والے محروم ہوتے ہیں۔ اسی طرح قریبی ولی کی موجودگی میں دور کا ولی، نکاح نافذ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ ❶

②:......عورت کے نکاح کے لیے صرف مرد ہی ولی ہوسکتا ہے، عورت کسی عورت کی ولی نہیں بن سکتی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تُزَوِّجُ الْمَرأَةُ الْمَرأَةَ وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرأَةُ نَفسَهَا .)) ❷

''کوئی عورت کسی دوسری عورت کی شادی نہ کرے اور نہ ہی کوئی عورت اپنی شادی بذات خود کرے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کرسکتی، اور نہ ہی کوئی عورت دوسری عورت کا نکاح کرسکتی ہے۔ کیونکہ ولی بننے کا اختیار وحق صرف مرد کو حاصل ہے۔ عورت کسی عورت کی ولی نہیں بن سکتی۔ جو عورتیں گھروں سے فرار ہوکر اپنی مرضی سے اپنا نکاح خود منعقد کرلیتی ہیں۔ ان کا نکاح باطل اور غیر شرعی ہے۔ ان کا نکاح ہرگز درست نہیں ہے۔ وہ منکوحہ نہیں، بلکہ زانیہ ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفسَهَا .)) ❸

''زانیہ وہ عورت ہے جو اپنا نکاح (ولی کی اجازت وموجودگی کے بغیر) بذات خود کرتی ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو عورت اپنا نکاح بذات خود کرتی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے زانیہ ہی سمجھتے تھے۔ ❹

کورٹ میرج بھی شرعی اصولوں کے سراسر منافی ہے۔ اس لیے کورٹ میرج کرنے والی خاتون، جہاں اخلاقیات کی دھجیاں بکھیر دیتی اور والدین کو رسوا کرتی ہے وہاں شریعت کے اصول کو بھی پامال کرتی ہے۔ عدالتی شادی کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ ولی کے ہوتے ہوئے، اس کی اجازت کے بغیر عدالت میں نکاح کرنے والی خواتین کا نکاح نافذ نہیں ہوتا۔

---

❶ ملخص از: المغنى لابن قدامة : 28/7 .

❷ سنن ابن ماجة ، كتاب النكاح ، باب لا نكاح إلا بولى ، حديث: 1882 .

❸ سنن ابن ماجة ، كتاب النكاح ، باب لا نكاح إلا بولى ، حديث: 1882۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❹ سنن الدارقطنى : 326/4 ، حديث: 3538 .

مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھنا

[47]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنا زَيدُ بنُ الحُبَابِ ، عَن عُمَرَ بنِ أَبِي خَثعَمٍ ، عَن يَحيَى ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَن صَلَّى سِتَّ رَكَعَاتٍ بَعدَ المَغرِبِ لَم يَتَكَلَّم بَينَهُنَّ بِشَيْءٍ ، إِلَّا بِذِكرِ اللّٰهِ ؛ إِلَّا عُدِلنَ بِعِبَادَةِ سِتَّةَ عَشَرَ سَنَةً .

تخريج الحديث سنن الترمذی ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء فی فضل التطوع وست ركعات بعد المغرب ، حديث: 435، سنن ابن ماجة ، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها ، باب ماجاء فی ست ركعات بعد المغرب ، حديث: 1167، صحيح ابن خزيمة : 207/2 ، حديث: 1195۔ یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اور اس میں سولہ برس کا ذکر ہے جبکہ دیگر مصادر میں مذکور روایات میں بارہ برس کا ذکر ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نماز مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھیں، اور ان کے درمیان اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی قسم کی گفتگو نہیں کی، تو وہ رکعات سولہ برس کی عبادت کے برابر (اجر کا باعث) بن جائیں گی۔

شرح الحديث یہ روایت ضعیف ہے۔ اور اس مفہوم کی دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعات پڑھنا بارہ سال کی عبادت کے برابر ہے۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعات پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دے گا۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کے راوی، عمر بن عبداللہ بن ابی خثعم کو منکر الحدیث اور شدید ضعیف راوی قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] سنن الترمذی ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء فی فضل التطوع وست ركعات بعد المغرب ، حديث: 435 ، سنن ابن ماجة ، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها ، باب ماجاء فی ست ركعات بعد المغرب ، حديث: 1167 ، صحيح ابن خزيمة : 207/2 ، حديث: 1195۔ محدث البانی نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

[2] سنن الترمذی ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء فی فضل التطوع وست ركعات بعد المغرب ، حديث: 435.

ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھیں، اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ ❶

یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس روایت کے راوی محمد بن غزوان الدمشقی پر محدثین نے جرح کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کی روایت لینا جائز نہیں۔ ❷

ایک روایت میں ہے کہ مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھنا، ایک سال کی عبادت یا لیلۃ القدر میں رات بھر نماز پڑھنے کے برابر اجر کا باعث ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے مغرب کے بعد چار رکعات پڑھیں، اسے علیین میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو مزید اجر اس قدر ملتا ہے کہ گویا اس نے مسجد اقصیٰ میں اعتکاف کیا۔ ❸

خلاصہ یہ ہے کہ، یہ تمام روایات ضعیف ہیں۔ صحیح احادیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ مغرب کی نماز کے (فرائض کے) بعد دو رکعات پڑھی جائیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان رکعات کو گھر میں ادا کرتے تھے۔ ❹

گرمی میں نمازِ ظہر کا وقت

[48]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ حُمَيدٍ الطَّوِيلُ ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بنُ أَبِي الأَخضَرِ ، عَنِ الزُّهرِيِّ ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِذَا اشْتَدَّ الحَرُّ فَأَبرِدُوا بِالصَّلاةِ ، فَإِنَّ شِدَّةَ الحَرِّ مِن فَيحِ جَهَنَّمَ .

تخریج الحدیث صحيح البخاری ، كتاب مواقيت الصلاة ، باب الإبراد بالظهر فی شدة الحر ، حديث: 536، صحيح مسلم ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب إستحباب الإبراد بالظهر فی شدة الحر ، حديث: 180 ـ (615)، سنن أبی داؤد ، كتاب الصلاة ، باب فی وقت

❶ مختصر قيام الليل، للمروزی، ص: 88.

❷ مختصر تاريخ دمشق لابن عساكر ، (ابن منظور الافريقی) : 159/23.

❸ المغنی عن حمل الأسفار ، للعراقی، ص: 419.

❹ سنن الترمذی ، أبواب الصلاة ، باب ماجاء فی الركعتين بعد المغرب ، و باب ماجاء أنه يصليهما فی البيت ، حديث: 431 ، 432، 433.

صلاۃ الظهر ، حديث: 402، سنن الترمذی ، أبواب الصلاة ، باب ماجاء فی تاخیر الظهر فی شدة الحر ، حديث: 157، سنن النسائی ، کتاب المواقيت ، باب الابراد بالظهر إذا اشتد الحر ، حديث: 500، سنن ابن ماجة ، كتاب الصلاة ، باب الابراد بالظهر فی شدة الحر ، حديث: 678.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ گرمی کی شدت، جہنم کی بھاپ (یعنی: باہر نکلتی ہوئی سانس) کی وجہ سے ہے۔

شرح الحديث اسلام رحمت ونرمی کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے سلسلہ میں بھی اہل اسلام پر کسی قسم کی شدت نہیں فرمائی۔ اگر موسم شدید گرم ہو تو، دوپہر کی نماز، یعنی نمازِ ظہر کو دوپہر کی شدت کم ہونے پر ادا کرنے کا حکم ہے۔ لہٰذا شدید گرمی میں نمازِ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرنا چاہیے۔ اور اس سے اجر میں کسی صورت کمی نہیں آتی۔

نماز کے لیے سکون سے چلتے ہوئے آؤ

[49]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَن شُعبَةَ ، عَن سَعدِ بنِ إِبرَاهِيمَ ، عَن عُمَرَ بنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَتَيتُمُ الصَّلاةَ فَأتُوهَا بِالوَقَارِ وَالسَّكِينَةِ ؛ فَمَا أَدرَكتُم فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُم فَأَتِمُّوا .

تخريج الحديث صحيح البخاری ، کتاب الاذان ، باب لا يسعى إلى الصلاة ، حديث: 636، صحیح مسلم ، کتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب استحباب اتيان الصلاة بوقار و سكينة ، حديث: 152 ـ (602)، سنن أبی داؤد ، كتاب الصلاة ، باب السعی إلى الصلاة ، حديث: 572، سنن الترمذی ، أبواب الصلاة ، باب ماجاء فی المشی إلى المسجد ، حديث: 327، سنن النسائی ، کتاب الامامة ، باب السعی إلى الصلاة ، حديث: 861، سنن ابن ماجة ، كتاب المساجد و الجماعات ، باب المشی إلى الصلاة ، حديث: 775.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے آؤ، تو وقار اور سکون سے آؤ۔ جتنی نماز پالو، اسے (امام کے ساتھ) پڑھ لو، اور جتنی چھوٹ گئی، اسے پوری کرلو۔

شرح الحديث جب نمازی، مسجد میں باجماعت نماز کی ادائیگی کے لیے آئے تو دوڑتا ہوا یا بہت تیز

قدموں سے چلتا ہوا نہ آئے۔ اس کا سانس پھولا ہوا نہ ہو۔ آرام اور سکون سے آئے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے لیے اطمینان سے آنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا مسجد پہنچنے پر اگر نماز باجماعت کا کچھ حصہ گزر چکا ہو تو جتنی نماز امام کے ساتھ مل جائے اسے پڑھے اور جتنی گزر چکی، اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر پوری کر لے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ دورانِ نماز آنے والا مقتدی، جس رکعت، مثلاً دوسری رکعت میں امام کے ساتھ ملے گا، وہ رکعت؛ اس مقتدی کی پہلی رکعت ہوگی یا امام کی طرح اس کی بھی وہ دوسری رکعت ہی شمار ہوگی؟

اس کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ ایک موقف یہ ہے کہ اگر وہ رکعت امام کی دوسری ہے تو اس مقتدی کی بھی دوسری ہی ہوگی۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد؛ وہ مقتدی رکعات کی تعداد پوری کرنے کے لیے گزری ہوئی رکعات کی قضا دے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَمَا فَاتَكُم فَاقضُوا .))❶ یعنی: جتنی نماز گزر چکی ہو، اس کی قضا دے لو۔ قضا کا مطلب یہی ہے کہ یہ رکعات دراصل پہلی ہیں لیکن چھوٹ جانے کی وجہ سے آخر میں ادا کی جارہی ہیں۔ اس لیے دوران جماعت آنے پر امام کے سلام پھیرنے کے بعد والی رکعات اس مقتدی کی ابتدائی رکعات کے طور پر شمار ہوں گی۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ دوران نماز آنے والا مقتدی، امام کے ساتھ جس بھی رکعت میں ملے گا، وہی اس کی پہلی رکعت ہوگی۔ اور وہ اسی ترتیب سے رکعات کی تعداد پوری کرے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَمَا فَاتَكُم فَأَتِمُّوا .))❷

یعنی جتنی نماز امام کے ساتھ مل جائے، اسے امام کے ساتھ پڑھو، اور باقی کو مکمل کرلو۔ چونکہ مکمل کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نماز جب اس مقتدی نے شروع کی تھی وہ اس کی ابتدائی رکعات ہی شمار ہوں گی اور اس کی چھوٹی ہوئی رکعات آخری رکعات تصور ہوں گی۔ اور یہی موقف صحیح ہے۔ کیونکہ ''قضا'' کا مطلب پوری کرنا، مکمل کرنا بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ ﴾ [الجمعة : 10]

''جب نماز مکمل ہوجائے تو زمین پر پھیل جاؤ۔''

یعنی قرآن مجید نے نماز کی تکمیل کو ''قضا'' کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول

❶ سنن أبي داؤد ، كتاب الصلاة، باب السعي إلى الصلاة ، حديث : 861 .

❷ صحيح البخاري ، كتاب الاذان ، باب لا يسعى إلى الصلاة ، حديث: 636 .

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ((وَمَا فَاتَكُم فَاقضُوا .))❶ کا مطلب بھی یہی ہے کہ ''جتنی نماز رہ گئی ہو، اسے مکمل کرلو۔''

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بہت واضح الفاظ میں اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَا أَدرَكتَ فَهُوَ أَوَّلُ صَلاتِكَ .))❷

''جتنی نماز تم نے (امام کے ساتھ) پالی، وہی تمھاری نماز کا ابتدائی حصہ ہے۔''

مکمل کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ جس رکعت سے دورانِ جماعت آنے والے مقتدی نے نماز کا آغاز کیا، وہی رکعت اس کی پہلی رکعت ہوگی، تو جتنی رکعات، اسے امام کے ساتھ مل جائیں گی وہ امام کے ساتھ پڑھے گا، اور جتنی رہ جائیں گی، ان کی تعداد؛ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مکمل کرے گا۔ وہ اس کی آخری رکعات شمار ہوں گی۔ [واللہ اعلم]

رشوت دینے اور لینے کی ممانعت

[50]...... حَدَّثَنَا هِشَامُ بنُ عَبدِ المَلِكِ ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَن عُمَرَ بنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ: لَعَنَ الرَّاشِي وَالمُرتَشِي فِي الْحُكْمِ .

تخریج الحدیث سنن الترمذی ، أبواب الأحكام ، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحكم ، حديث: 1336 ، مسند أحمد بن حنبل : 8/15 ، حديث: 9023، مستدرك حاكم : 115/4 ، حديث: 7067، شرح مشكل الآثار ، للطحاوی : 337/14 ، حديث: 5662۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلے میں رشوت دینے اور رشوت لینے والے (دونوں افراد) پر لعنت بھیجی ہے۔

شرح الحدیث کوئی غلط کام کروانے، کسی کا حق تلف کرنے یا افسران بالا کے ذریعے کسی بھی صورت میں ناجائز فائدہ حاصل کرنے کے لیے روپیہ (رقم) پیش کرنا یا تحائف دینا رشوت کہلاتا ہے۔ ہم عموماً رشوت لینے

---

❶ سنن أبی داؤد ، كتاب الصلاة، باب السعی إلى الصلاة ، حديث : 861۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ السنن الكبرى، للبيهقی : 424/2 ، حديث: 3631.

والے کو''اَلـــــرَّاشِــــی'' کہہ دیتے ہیں، جبکہ اس سے مراد رشوت دینے والا ہے۔ اور رشوت لینے والے کو ''اَلمُرتَشِی'' کہا جاتا ہے۔

حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلا مجرم ''رشوت دینے والا'' ہے، کیونکہ ناجائز مفاد حاصل کرنے والے لوگ، رشوت دے کر افسران بالا یا کسی بھی صاحبِ اختیار کو اختیارات کا ناجائز استعمال کر کے حقیقی حق دار کی بجائے غیر مستحق شخص کو فائدہ پہنچانے پر اکساتے ہیں۔ ناجائز مفاد کے طلبگاروں کی وجہ سے ارباب اختیار رشوت خوری کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ پھر وہ ''اَلمُرْتَشِی'' کے زمرے میں آ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ وعید کے تحت اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم قرار پاتے اور مستحق لعنت ٹھہرتے ہیں۔

رشوت خوری نے اس قدر ہمارے معاشرے پر پنجے گاڑ رکھے ہیں کہ ہمارا خصوصاً دفتری نظام ایسا بن گیا ہے جہاں اپنا جائز حق لینے کے لیے بھی متعلقہ اتھارٹی کی مٹھی گرم کرنی پڑتی ہے۔ لیکن اپنا جائز حق لینے کے لیے اگر کرپٹ نظام میں کچھ رقم خرچ کرنی پڑے تو رقم دینے والا مجرم نہیں ہوگا، البتہ لینے والا رشوت خوری کے جرم کا مرتکب قرار پائے گا۔

رشوت ستانی ایسا ناسور ہے کہ معاشرے سے اس کا ختم ہونا ناممکن ہو چکا ہے۔ بلکہ بڑے بڑے تہذیب یافتہ اور مذہبی تربیت پانے والے افراد بھی اس مرض کا شکار ہیں۔ رشوت خوری انسان کی دنیا و آخرت، دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمیں احساس نہیں ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعنَةُ اللّٰهِ عَلَی الرَّاشِی وَالمُرتَشِی .)) [1]

''رشوت دینے اور رشوت لینے والے؛ دونوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔''

اس مرض میں مبتلا اہل اسلام کو یہ بات ضرور مدنظر رکھنی چاہیے کہ رشوت لینا مسلمان کا نہیں بلکہ یہودیوں کا کام ہے۔ امام شعبی رحمہ اللہ سورت النساء میں سے اسی آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: منافقوں میں سے ایک آدمی اور یہودیوں میں سے ایک آدمی کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا کہ ہم یہ مقدمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائیں گے۔ کیونکہ:

---

[1] سنن ابن ماجة ، كتاب الأحكام ، باب التغليظ فى الحيف والرشوة ، حديث: 2313۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

"لِأَنَّهُ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَقبَلُ الرِّشوَةَ"

"وہ جانتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رشوت نہیں لیتے۔"

منافق نے کہا کہ ہم یہ مقدمہ یہودیوں کے پاس لے کر جائیں گے۔ کیونکہ:

"لِأَنَّهُ عَلِمَ أَنَّهُم يَأخُذُونَ الرِّشوَةَ فِي أَحكَامِهِم." ❶

"اسے معلوم تھا کہ یہودی؛ فیصلہ کرنے میں رشوت لے لیتے ہیں۔"

بالآخر وہ دونوں اس بات پر متفق ہوگئے کہ وہ جہینہ قبیلہ کے ایک کاہن کے پاس جائیں گے اور اس سے فیصلہ کروائیں گے۔ تو (اس موقع پر) یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ... ﴾ [النساء :60]

"کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دعویٰ کرتے ہیں...."

لہٰذا معلوم ہوا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے رشوت سے نفرت کرنا، اور یہودیوں کا طریقہ ہے، رشوت لینا۔ فیصلہ ہم نے کرنا ہے کہ کسی کی پیروی کریں..؟

ایام تشریق، کھانے پینے کے دن ہیں

[51]...... حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: إِنَّهَا أَيَّامُ طُعمٍ.

تخریج الحدیث مسند أحمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة)، حديث: 4970، الآحاد والمثاني، لإبن أبي عاصم: 114/2، حديث: 817۔ اس حدیث کی شاہد روایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: یہ دن کھانے کے ہیں۔

شرح الحدیث اس حدیث میں ان ایام کی طرف اشارہ ہے جب حجاج کرام منیٰ میں ہوتے ہیں۔ اور ان ایام کو ایامِ منیٰ اور ایامِ تشریق کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ان ایام کو کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے دن قرار دیا ہے۔ ❷

---

❶ أسباب نزول القرآن، لأبي الحسن النيسابوري، ص: 165.

❷ الآحاد والمثاني، لإبن أبي عاصم: 114/2، حديث: 817.

اس حدیث کی مفصل شرح دیکھنے کے لیے حدیث نمبر: 16 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

امام نماز پڑھاتے ہوئے مقتدیوں کا لحاظ رکھے

[52]...... حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ يَحيَى ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَن عُمَرَ بنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُم إِمَامًا فَليُخَفِّف ، فَإِنَّ فِيهِمُ الشَّيخَ وَفِيهِمُ الكَبِيرَ .

تخريج الحديث صحيح البخاری ، کتاب الأذان ، باب إذا صلى لنفسه فليطول ماشاء ، حديث: 703، صحيح مسلم ، کتاب الصلاة ، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة فی تمام ، حديث: 185 ـ (467)، سنن أبی داؤد ، کتاب الصلاة ، باب فی تخفيف الصلاة ، حديث ، 794، 795، سنن الترمذی ، أبواب الصلاة ، باب ماجاء إذا أم أحدكم الناس فليخفف ، حديث: 236، سنن النسائی ، کتاب الإمامة ، باب ما علی الإمام من التخفيف ، حديث: 823 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص، امام ہو تو (نماز پڑھانے میں) تخفیف کرے۔ کیونکہ ان (مقتدیوں) میں بوڑھے اور کمزور بھی ہوتے ہیں۔

شرح الحديث عبادت میں دل لگانے کی کوشش کرنی چاہیے اور ایسا ہی ماحول دینا چاہیے کہ دوسروں کا دل بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سکون محسوس کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے والے اماموں کو تعلیم دی ہے کہ نماز اس قدر طویل نہ کرو کہ مقتدیوں میں جو لوگ کمزور، بوڑھے یا کسی ضروری کام کی وجہ سے جلدی جانے والے ہیں، وہ نماز سے اکتا جائیں۔ مزید آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُم لِلنَّاسِ فَليُخَفِّف فَإِنَّ مِنهُمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالكَبِيرَ وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُم لِنَفسِهِ فَليُطَوِّل مَا شَاءَ .)) [1]

''جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی (مختصر) پڑھائے۔ کیونکہ ان میں کمزور، بیمار

[1] صحيح البخاری ، کتاب الأذان ، باب إذا صلى لنفسه فليطول ماشاء ، حديث: 703، صحيح مسلم ، کتاب الصلاة ، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة فی تمام ، حديث ، 184ـ (467).

اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں۔ البتہ جب اکیلے نماز پڑھے تب جتنی چاہے لمبی کر لے۔"

لہٰذا مساجد کے ائمہ کرام کو چاہیے کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے مقتدیوں کا خیال کریں، نماز مختصر پڑھائیں تاکہ لوگ نماز سے اکتاہٹ محسوس نہ کریں۔ اور نماز مختصر کرنے کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ رکوع و سجود بھی صحیح طرح سے ادا نہ کیے جائیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کے ارکان مکمل اور صحیح ادا کریں، البتہ بہت لمبی قراءت، بہت زیادہ تعداد میں تسبیحات اور بہت لمبے تشہد سے اجتناب کریں۔

بعض ائمہ جہری نمازوں میں اس قدر قراءت طویل کر دیتے ہیں کہ بہت سے مقتدیوں کے لیے قیام میں کھڑے رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی ایک شکایت رسول اللہ ﷺ کو موصول ہوئی، کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھاتے ہیں تو سورۃ البقرہ یا سورۃ النساء کی قراءت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بلا کر فرمایا: کیا تم لوگوں کو متنفر کرنا چاہتے ہو؟

پھر آپ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اوساط مفصل سورتیں پڑھنے کا کہا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے سورۃ الاعلیٰ، سورۃ الشمس اور سورۃ اللیل کا نام لے کر فرمایا، کہ ان میں سے کوئی سورت پڑھ لیا کرو۔ [1]

سورۃ الحجرات سے آخری سورۃ (الناس) تک سورتوں کو مفصل کہا جاتا ہے۔ انھیں مفصل اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ چھوٹی سورتیں ہیں۔ ان میں بار بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ذریعے فصل (فاصلہ) کیا جاتا ہے۔ انھیں تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(1) طوال مفصل: سورت الحجرات سے سورت المرسلات تک سورتوں کو طوال مفصل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مفصل سورتوں میں یہ نسبتاً طویل ہیں۔

(2) اوساط مفصل: سورۃ النباء سے سورۃ اللیل تک سورتوں کو اوساط مفصل کہا جاتا ہے۔

(3) قصار مفصل: سورۃ الضحیٰ سے سورۃ الناس تک سورتوں کو قصار مفصل کہا جاتا ہے۔

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں: (1) رسول اللہ ﷺ نے لمبی نماز پڑھانے والے امام کو "آزمائش میں ڈالنے اور متنفر کرنے والا" قرار دیا ہے۔ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو لمبی قراءت سے نماز پڑھانے والے امام پر اس قدر شدید غصہ آیا کہ اس کے علاوہ کسی بات پر آپ ﷺ کو غصہ ہوتے، میں نے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إذا طول الإمام، و باب من شكا إمامه إذا طول، حديث: 701، 705.

نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے شدید برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: تم تو لوگوں کو (باجماعت نماز سے) متنفر کردو گے۔ مختصر نماز پڑھایا کرو۔ ❶

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معاملے میں بہت احتیاط برتنی چاہیے۔ کیونکہ جس بات نے سراپۂ رحمت نبی (ﷺ) کو غصہ دلا دیا اس بات کا معاملہ کس قدر شدید ہوگا؟ پھر آپ ﷺ نے حکم جاری فرمایا کہ فلاں فلاں سورتیں پڑھ کر نماز پڑھایا کرو۔

(2) نماز اس قدر بھی مختصر نہ ہو کہ نماز کی روح اور مقصد ہی متاثر ہو جائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جن سورتوں کی قراء ت کرنے کا کہا ہے، وہ سورتیں بہت زیادہ چھوٹی نہیں ہیں۔ یعنی نماز میں اختصار و تخفیف کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ چار پانچ منٹ میں چار رکعتی نماز پڑھا دیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مختصر لیکن ارکان کی ادائیگی میں نہایت کامل نماز پڑھاتے تھے۔ ❷

رکعات میں کمی بیشی ہو جائے تو سجدہ سہو کرنے کا حکم

[53]...... حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ يَحيَى ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَن عُمَرَ بنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُم فَلَم يَدرِ ثَلَاثًا صَلَّى أَمِ اثنَتَينِ، فَلْيَسْجُد سَجدَتَينِ وَهُوَ جَالِسٌ .

تخريج الحديث صحيح البخارى ، أبواب السهو ، باب السهو فى الفرض والتطوع ، حديث: 1232 ، صحيح مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب السهو فى الصلاة والسجود له ، حديث: 82 ـ (389) ، سنن أبى داؤد ، كتاب الصلاة ، باب من قال يتم على أكبر ظنه ، حديث: 1030 ، سنن الترمذى ، أبواب الصلاة ، باب فيمن يشك فى الزيادة والنقصان ، 397 ، سنن النسائى ، كتاب السهو ، باب التحرى ، حديث: 1252 ، سنن ابن ماجة ، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها ، باب ما جاء فى سجدتى السهو قبل السلام ، حديث: 1216 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص

---

❶ صحيح البخارى ، كتاب الأذان ، باب تخفيف الإمام فى القيام ، حديث: 702 .

❷ صحيح مسلم ، كتاب الصلاة ، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة فى تمام ، حديث: 189 ـ (469)

جب نماز پڑھ رہا ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا دو۔تو (آخری تشہد میں) بیٹھے ہوئے دو سجدے کر لے۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت کے لیے، حدیث نمبر: 37 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

تین انبیاء کرام علیہم السلام کا حلیہ مبارک

[54]...... حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ يَحيَى ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَن عُمَرَ بنِ أَبِى سَلَمَةَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِى هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَيلَةُ أُسرِيَ بِى ؛ وَضَعتُ قَدَمِى حَيثُ تُوضَعُ أَقدَامُ الأَنبِيَاءِ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ، عُرِضَ عَلَيَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فَإِذَا أَقرَبُ النَّاسِ شَبِيْهًا عُروَةُ بنُ مَسعُودٍ ، وَعُرِضَ عَلَيَّ مُوسَى فَإِذَا رَجُلٌ جَعدٌ ضَربٌ مِنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوأَةَ ، وَعُرِضَ عَلَيَّ إِبرَاهِيمُ فَإِذَا أَقرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبْهًا صَاحِبُكُمْ .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب الإيمان، باب ذكر المسيح ابن مريم و المسيح الدجال ، حديث: 278۔ (172)، سنن الترمذى ، أبواب تفسير القرآن ، باب و من سورة بنى إسرائيل ، حديث: 3130، مسند أحمد بن حنبل : 199/13 ، حديث: 7789 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کروائی گئی، میں نے بیت المقدس میں اس مقام پر اپنے پاؤں رکھے جہاں انبیاء علیہم السلام کے پاؤں لگتے تھے۔ میرے سامنے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو لایا گیا، وہ شکل وصورت میں عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو لایا گیا، وہ گھنگریالے بالوں والے اور یمنی قبیلہ شنوأۃ کے مردوں جیسے تھے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو میرے سامنے لایا گیا تو وہ تمھارے ساتھی (یعنی محمد ﷺ) سے بے حد مشابہت رکھتے تھے۔

شرح الحديث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے دراز قد والے تھے،ان کے بال سیدھے گویا وہ زط قبیلے کے فرد ہیں۔ ❶

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ لمبا ہونے کے لحاظ سے قبیلہ زط کے لوگوں سے مشابہ قرار دیا ہے کیونکہ حبشی

---

❶ صحيح بخارى، أحاديث الانبياء، رقم: 3438.

لمبے ہوتے ہیں۔ ان دونوں احادیث میں تضاد یا مخالفت نہیں ہے۔ [1]

مقروض کی جان معلق رہتی ہے

[55]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عُثْمَانَ بنِ خَالِدٍ ، حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ سَعدٍ ، عَن أَبِيهِ سَعدٍ ، عَن عُمَرَ بنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : نَفسُ المُؤمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَينِهِ حَتَّى يُقضَى عَنهُ .

تخريج الحديث سنن الترمذی ، أبواب الجنائز ، باب ماجاء عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه قال نفس المومن معلقة بدينه ، حديث: 1078 ، سنن ابن ماجة ، كتاب الصدقات ، باب التشديد فی الدين ، حديث: 2413، مسند أحمد بن حنبل : 137, 138/16 ، حديث: 10156، مسند أبی يعلیٰ : 416/10 ، حديث: 6026۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی جان، اس کے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے۔ حتی کہ اس کی طرف سے وہ قرض ادا کر دیا جائے۔

شرح الحديث انسان اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسروں سے رقم یا کوئی چیز ادھار (بطور قرض) لے سکتا ہے۔ البتہ اس کی ادائیگی کرنا ازحد ضروری ہے۔ قرض کی ادائیگی کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ اس لیے اس کی معافی کا تعلق بھی متعلقہ انسان سے ہی ہے۔ اگر کسی نے قرض لیا لیکن واپس نہ کر سکا، اور وفات پا گیا تو اس کا قرض ادا کرنا وارثوں کے ذمہ فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مقروض انسان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی تھی، حتی کہ اس کے قرض کی ادائیگی کا ایک صحابی نے ذمہ لے لیا۔ جب تک میت کے ذمہ واجب الادا قرض، ادا نہیں کر دیا جاتا، تب تک اس کی روح معلق رہتی ہے۔ انسان اگر کسی کا مقروض ہو تو اس کے متعلق اپنے اہل خانہ کو آگاہ کرے، تا کہ اس کی اگر موت واقع ہو جائے تو اس کی طرف سے قرض ادا کر کے اس کی جان کو معلق رہنے کی اذیت سے بچایا جائے۔

ممنوعہ تجارتیں

[56]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ سَعِيدٍ ، عَن سُفيَانَ بنِ سَعِيدٍ ، عَن سَعدِ بنِ

[1] فتح الباری : 521/6 .

إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عُمَرَ بنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ المُحَاقَلَةِ وَالمُزَابَنَةِ .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب البيوع ، باب كراء الأرض ، حديث: 104ـ (1545)، سنن الترمذى ، أبوب البيوع ، باب ماجاء فى النهى عن المحاقلة والمزابنة ، حديث ، 1224، سنن النسائى ، كتاب المزارعة ، باب الأحاديث المختلفة فى النهى عن كراء الأرض ، حديث: 3884، مصنف عبدالرزاق : 104/8 ، حديث: 14488، مصنف ابن أبى شيبة : 506/4 ، حديث: 22587، مسند أحمد بن حنبل : 194/16 ، حديث: 10279 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

شرح الحديث وَالمُحَاقَلَةُ: شِرَاءُ البُرِّ بِالبُرِّ وَالمُزَابَنَةُ: شِرَاءُ التَّمرِ بِالتَّمرِ ، محاقلہ سے مراد گندم کے بدلے گندم اور مزابنہ سے مراد کھجور کے بدلے کھجور خریدنا ہے۔اس حدیث میں خرید وفروخت کے دوممنوعہ طریقوں کا ذکر ہے۔ممنوع طریقے سے کمائی گئی روزی حرام ہے اور حرام کھانے والے کی عبادات تو دور کی بات؛ اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ ❶

لہٰذا کاروبار کے ممنوع طریقوں سے بچنا ازحد ضروری ہے۔ زیر بحث حدیث مبارکہ میں ''محاقلہ'' اور ''مزابنہ'' تجارتوں سے منع کیا گیا ہے۔

(1)......محاقلہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی جنس ابھی اپنی بالیوں میں کھڑی ہو، تو اسے اسی جنس کے غلے کے عوض فروخت کیا جائے۔ مثلاً: کھیت میں بالیوں میں کھڑی گندم کے بدلے گودام وغیرہ میں موجود گندم بیچنا۔

(2)...... درختوں پر لگے ہوئے پھل کو اسی جنس کے اتارے ہوئے پھل کے عوض فروخت کرنا ہے۔ ❷

یہ دونوں تجارتیں ممنوع ہیں۔ ان کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ ان کی صحیح مقدار کا علم نہیں ہوسکتا، کہ کھیت میں کھڑی گندم؛ گودام میں موجود گندم کے برابر ہے، اس سے کم ہے یا اس سے زیادہ ہے۔ اسی طرح درختوں پر موجود پھل، سٹور وغیرہ میں موجود پھل کے عوض اس لیے نہیں بیچا جاسکتا کہ اس بات کا علم نہیں کہ درختوں پر موجود

❶ صحيح مسلم ، كتاب الزكاة ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب ، حديث: 65ـ (1015).
❷ سنن الترمذى ، أبوب البيوع ، باب ماجاء فى النهى عن المحاقلة والمزابنة ، حديث: 1224 .

پھل، کس مقدار میں حاصل ہوگا۔ ان صورتوں میں فروخت کنندہ یا خریدار، دونوں میں سے کسی ایک کو نقصان ہوسکتا ہے۔

قرآن کے متعلق جھگڑا کرنا ممنوع ہے

[57/1]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا يَحيَى ، عَن سُفيَانَ ، عَن سَعدٍ ، عَن عُمَرَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِى هُرَيرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنهُ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: جِدَالٌ فِى القُرآنِ كُفرٌ .

تخريج الحديث مسند أحمد بن حنبل : 155/16 ، حديث: 10201، مصنف ابن أبى شيبة : 142/6 ، حديث: 30169، مسند أبى يعلى : 303/10 ، حديث: 5897، مستدرك حاكم : 243/2 ، حديث: 2883، مسند الشاميين ، للطبرانى : 263/2 ، حديث: 1305۔ امام حاکم اور احمد شاکر نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

شرح الحديث اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث نمبر: 2 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

مقروض کی جان معلق رہتی ہے

[57/2]...... وَقَالَ: نَفسُ المُؤمِنِ مُعَلَّقَةٌ مَا كَانَ عَلَيهِ دَينٌ .

تخريج الحديث سنن الترمذى ، أبواب الجنائز ، باب ماجاء عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال نفس المومن معلقة بدينه ، حديث: 1078، سنن ابن ماجة ، كتاب الصدقات ، باب التشديد فى الدين ، حديث: 2413، مسند أحمد بن حنبل : 137, 138/16 ، حديث: 10156، مسند أبى يعلىٰ : 416/10 ، حديث: 6026۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث اور آپ ﷺ نے فرمایا: مومن کی جان، اس کے ذمہ قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے۔

شرح الحديث یہ حدیث اور اس سے متصل پچھلی حدیث: مخطوطہ اور مطبوعہ نسخہ، دونوں میں ایک ہی سند کے تحت، مذکور ہیں۔ اس لیے ہم نے ان دونوں حدیثوں کو الگ الگ نمبر لگانے کی بجائے، ایک ہی نمبر کے تحت دو حصوں میں بیان کردیا ہے۔ تاکہ مطبوعہ نسخہ کی ترقیم متاثر نہ ہو۔ اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث

نمبر:55 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

نماز کے لیے اطمینان سے آؤ

[58]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَن سُفيَانَ ، عَن سَعدٍ ، عَن عُمَرَ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَتَيتُمُ الصَّلاةَ فَأتُوهَا بِالوَقَارِ وَالسَّكِينَةِ فَمَا أَدرَكتُم فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُم فَأَتِمُّوا .

تخريج الحديث صحيح البخارى ، كتاب الاذان ، باب لا يسعى إلى الصلاة ، حديث: 636 ، صحيح مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب استحباب اتيان الصلاة بوقار و سكينة ، حديث: 152 ـ (602)، سنن أبى داؤد ، كتاب الصلاة ، باب السعى إلى الصلاة ، حديث: 572، سنن الترمذى ، أبواب الصلاة ، باب ماجاء فى المشى إلى المسجد ، حديث: 327، سنن النسائى ، كتاب الامامة ، باب السعى إلى الصلاة ، حديث: 861 ، سنن ابن ماجة ، كتاب المساجد و الجماعات ، باب المشى إلى الصلاة ، حديث: 775 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے آؤ تو وقار واطمینان سے آؤ۔ جتنی (امام کے ساتھ) پالو؛ وہ پڑھو اور جتنی چھوٹ گئی اسے پوری کرلو۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت، حدیث نمبر: 49 کے تحت دیکھیں۔

مومن کے خواب کی اہمیت

[59]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ يَحيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: رُؤيَا العَبدِ المُؤمِنِ جُزءٌ مِن سِتَّةٍ وَأَربَعِينَ جُزءًا مِنَ النُّبُوَّةِ .

تخريج الحديث صحيح البخارى، كتاب التعبير ، باب الرؤيا الصالحة جزء من ستة و أربعين جزءا من النبوة ، حديث: 6988، صحيح مسلم ، كتاب الرؤيا ، حديث: 8 ـ (2263)، سنن الترمذى ، أبواب الرؤيا ، باب ماجاء فى رؤيا النبى صلى الله عليه وسلم، حديث: 2291 ، سنن ابن ماجة ، كتاب تعبير الرؤيا ، باب الرؤيا الصالحة . . ، حديث: 3894، مسند أحمد بن

حنبل : 416/14 ، حدیث: 8819 .

ترجمة الحديث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن انسان کا خواب، نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

شرح الحديث مومن کا خواب، نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ مومن کا خواب صحیح، سچا اور اصلاح کرنے والا ہوتا ہے۔ مومن کے خواب کو مبشرات بھی کہا گیا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری وفات کے بعد وحی تو ختم ہوجائے گی لیکن مبشرات بند نہ ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: مبشرات کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبشرات وہ اچھے خواب ہیں جو نیک بندوں کو دکھائی دیتے ہیں۔'' [1]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کے ذریعے آسمان سے رہنمائی کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا لیکن اگر مسلمانوں میں کسی معاملہ میں اختلاف ہوجائے تو اس اختلاف اور فساد کو ختم کرنے کے لیے یا کسی بھی امر و معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب کے ذریعے رہنمائی پہنچنا ممکن ہے اور اس طرح کے خواب کو مبشرات کہہ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بندوں کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ مومن کے خواب کا نبوت کا چھبیسواں حصہ ہونے سے یہی مراد ہے۔

نماز میں قنوت کرنا

[60]...... حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ عَمرٍو ، حَدَّثَنَا عَبدُ الوَارِثِ بنُ سَعِيدٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بنُ أَبِي عَبدِ اللّٰهِ ، عَن يَحيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَن أَبِي سَلَمَةَ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ : وَاللّٰهِ إِنّي لأَقرَبُكُم صَلاةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ۔ وَكَانَ أَبُو هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، يَقنُتُ فِي الرَّكعَةِ الآخِرَةِ مِن صَلاةِ الظُّهرِ وَصَلاةِ العِشَاءِ الآخِرَةِ وَصَلاةِ الصُّبحِ بَعْدَمَا يَقُولُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَهُ؛ فَيدعُو لِلمُؤمِنِينَ وَ يَلْعَنُ الكُفَّارَ .

---

[1] سنن الترمذی ، كتاب الرؤيا ، باب ذهبت النبوة و بقيت المبشرات ، حديث: 2272 ، مستدرك حاكم : 433/4 ، حديث: 8178 .

تخریج الحدیث صحیح البخاری ، کتاب الأذان ، باب فضل اللهم ربنا لك الحمد ، حديث: 797، سنن أبی داؤد ، کتاب الصلاة ، باب القنوت فی الصلاة ، حديث: 1440 ، سنن النسائی ، کتاب التطبيق ، باب القنوت فی الصلاة الظهر ، حديث: 1075، مصنف عبدالرزاق : 115/3 ، حديث: 4981، مسند أحمد بن حنبل : 430,429/12 ، حديث: 7464، المسند المستخرج على صحيح مسلم، لأبی نعيم : 270/2 ، حديث: 1515 .

ترجمة الحدیث ابوسلمہ رحمہ اللہ (تابعی) فرماتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: اللہ کی قسم! مَیں نماز پڑھنے (کے طریقہ) میں تم سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوں۔ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نمازِ ظہر، نمازِ عشاء اور نمازِ فجر کی آخری رکعت میں ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَہ '' کہنے کے بعد قنوت کیا کرتے تھے۔ اور (اس میں) مومنوں کے لیے دعا اور کفار پر لعنت کیا کرتے تھے۔

شرح الحدیث مسلمانوں پر انفرادی یا اجتماعی طور پر کوئی پریشانی یا دشمن کی طرف سے غلبہ وظلم کا وار ہو، تو دوران نماز اللہ تعالیٰ کے حضور خصوصی دعا کی جاتی ہے۔ اسے قنوت نازلہ کہتے ہیں۔ یہ دعا دورانِ نماز آخری رکعت کے رکوع سے اٹھ کر کی جاتی ہے۔

اس میں پریشانی کے خاتمہ، دشمن کے ظلم سے نجات، اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والے افراد اور جماعتوں کی تباہی و بربادی کے لیے اور مسلمانوں کے غلبہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور خصوصی دعا کی جاتی ہے۔ اس دعا میں ظالموں اور دشمنوں کا نام لے کر اور نام لیے بغیر دونوں طرح بددعا کی جاسکتی ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہی یہ تھا کہ آپ نے دشمنوں کے نام لے کر بددعا کی۔ جیسا کہ آئندہ حدیث (نمبر:61) میں مذکور ہے۔

قنوت نازلہ کے لیے کوئی مخصوص دعا نہیں ہے۔ قنوت کرنے والا انسان اپنی پریشانی کے مطابق دعا کرے جس سے اس کی پریشانی کا مداوا ہوسکے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ قنوت کے لیے کوئی مخصوص دعا نہیں ہے۔ بلکہ کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے۔'' [1]

نماز وتر میں کی جانے والی دعا کو بھی دعائے قنوت کہا جاتا ہے۔ یہ دعا رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد، دونوں مقامات پر پڑھی جاسکتی ہے۔ اور اس کے لیے ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں، البتہ جائز ہیں۔ جبکہ قنوت نازلہ میں

[1] شرح مسلم، للنوی : 176/5 .

ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے گی۔

دشمن کا نام لے کر، قنوت کرنا

[61]...... حَدَّثَنَا أَبُو مَعمرٍ عَبدُ اللّٰهِ بنُ عَمرٍو ، حَدَّثَنَا عَبدُ الوَارِثِ ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بنُ أَبِي عَبدِ اللّٰهِ ، عَن يَحيَى ، عَن أَبِي سَلَمَة ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَهُ ، فِي الرَّكعَةِ الآخِرَةِ مِن صَلاةِ العِشَاءِ ؛ قَنَتَ ، وَقَالَ: اللّٰهُمَّ نَجِّ الوَلِيدَ بنَ الوَلِيدِ ، اللّٰهُمَّ نَجِّ سَلَمَةَ بنَ هِشَامٍ ، اللّٰهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بنَ أَبِي رَبِيعَةَ ، اللّٰهُمَّ نَجِّ المُستَضعَفِينَ مِنَ المُؤمِنِينَ ، اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطأَتَكَ عَلَى مُضَرَ ، وَاجعَلهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ .

تخريج الحديث صحيح البخاري ، كتاب الأذان ، باب يهوى بالتكبير حين يسجد ، حديث: 804، صحيح مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب استحباب القنوت في جميع الصلاة ، حديث: 295 ـ (675)، سنن أبي داؤد ، كتاب الصلاة ، باب القنوت في الصلاة ، حديث: 1442، سنن النسائي ، كتاب التطبيق ، باب القنوت في الصلاة ، حديث: 1074 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نمازِ عشاء کی آخری رکعت میں ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَه'' کہہ لیتے تو قنوت کرتے۔ اور کہتے: اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! مغلوب مومنوں کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! مضر (قبیلہ) پر اپنی گرفت سخت کر دے۔ اور ان پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے سالوں جیسے سال مسلط کر دے۔

شرح الحديث اس حدیث کے متعلق ضروری وضاحت کے لیے سابقہ حدیث (نمبر:60) کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

ہر نبی صاحب ثروت خاندان سے آیا

[62]...... حَدَّثَنَا الحَجَّاجُ بنُ المِنهَالِ الأَنمَاطِيُّ ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ ، عَن مُحَمَّدِ بنِ عَمرٍو ، عَن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي قَولِهِ ﴿أَو آوِي

إِلٰى رُكْنٍ شَدِيدٍ﴾ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَمَا بَعَثَ اللَّهُ بَعْدَهُ مِن نَبِيٍّ إِلا فِي ثَرْوَةٍ مِن قَوْمِهِ.

تخريج الحديث مسند أحمد بن حنبل : 538/14 ، حديث: 8987، الأدب المفرد ، للبخاري : حديث: 605۔ احمد شاکر نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ أَوْ آوِيٓ إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴾ کے بارے میں فرمایا: اس نبی کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی نبی مبعوث کیا تو قوم کے مالدار گھرانے میں سے کیا۔

شرح الحديث انبیاء علیہم السلام کا مالدار اور صاحب ثروت گھرانے سے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان گھرانوں سے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا، جو گھرانے اپنے دور اور اپنے علاقے کے معروف و مضبوط اور مال دار (چوہدری) گھرانے ہوتے تھے۔ تاکہ دیگر لوگ ان گھرانوں کے فرد سے بدتمیزی اور بدسلوکی کرنے کی جرأت نہ کریں۔

یاد رکھیے! مالدار ہونا ہر شخص کے لیے قابل تعریف اور مثبت خوبی نہیں ہے۔ کیونکہ بعض افراد؛ دوسروں کا حق اور جائیداد پر قبضہ کر کے مالداروں کی صف میں شامل ہوتے ہیں۔ ان کا مال ناجائز و غیر شرعی کاروبار اور اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اٹھا کر رشوتوں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ لیکن ثروت والے وہ گھرانے ہیں جو اپنی ملکیت اور حقیقی عزت وشرف سے مالا مال ہوں۔ ایسے ہی معزز اور معتبر گھرانوں میں سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ، زیر بحث حدیث مبارکہ کے الفاظ سے یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ پہلے پہل اللہ تعالیٰ کا بعثت انبیاء (علیہم السلام) کا سلسلہ (نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ) ناقص اور گھرانوں کے انتخاب میں غیر درست تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی مرضی تھی کہ وہ جس بھی خاندان سے چاہتا نبی مبعوث فرما دیتا۔ لیکن ابتدائے سلسلہ سے آخری نبی (ﷺ) تک اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء و رسل علیہم السلام بھیجے ہیں، سب کے سب نہایت معزز، معتبر ترین اور حسب و نسب میں نہایت پاکیزہ و اعلیٰ خاندانوں سے تھے۔

اگر سیدنا یوسف علیہ السلام اس طرح نہ کہتے...!

[64]...... حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي قَوْلِ يُوسُفَ ﴿اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾ قَالَ:

لَولا قولُهُ الَّذِی قَالَ مَا لَبِثَ فِی السِّجنِ مَا لَبِثَ .

تخریج الحدیث صحیح ابن حبان : 86/14 ، حدیث: 6206۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمۃ الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے فرمان ﴿ اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ ﴾ کے بارے میں فرمایا: اگر سیدنا یوسف علیہ السلام یہ بات نہ کہتے تو جیل میں اتنا عرصہ نہ رہتے جتنا انہیں رہنا پڑا۔

شرح الحدیث سیدنا یوسف علیہ السلام نے جیل میں اپنے دو ساتھیوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر بتائی تھی۔ جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا ۚ وَ قَالَ الۡاٰخَرُ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَحۡمِلُ فَوۡقَ رَاۡسِیۡ خُبۡزًا تَاۡكُلُ الطَّيۡرُ مِنۡهُ ؕ نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِيۡلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۳۶ ﴾

[یوسف : 36]

''دونوجوان بھی ان کے ساتھ ہی جیل میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں۔ اور دوسرے نے کہا: میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں، جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ آپ ہمیں اس (خواب) کی تعبیر بتادیں۔ کیونکہ ہم آپ کو اچھا انسان سمجھتے ہیں۔''

سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر ان الفاظ میں بیان فرمائی:

﴿ يٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسۡقِیۡ رَبَّهٗ خَمۡرًا ۚ وَ اَمَّا الۡاٰخَرُ فَيُصۡلَبُ فَتَاۡكُلُ الطَّيۡرُ مِنۡ رَّاۡسِهٖ ؕ ﴾ [یوسف : 41]

''اے میرے جیل کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مأمور ہوگا۔ اور جو دوسرا ہے اسے سولی چڑھا دیا جائے گا۔ اس کا سر پرندے کھا جائیں گے۔''

ان دونوں کے خوابوں کی وہی تعبیر ہوئی جو سیدنا یوسف علیہ السلام نے بیان کی تھی۔ ان میں سے جس شخص کے بارے میں آپ علیہ السلام نے کہا تھا کہ تم رہا ہو کر بادشاہ کو شراب پلانے یعنی بادشاہ کی خدمت پر مأمور ہوگے، اس شخص سے آپ علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿ اذۡكُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّكَ ﴾ [یوسف : 42]

"اپنے بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا۔"

انسان ہونے کے ناطے سیدنا یوسف علیہ السلام نے اسے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ اس کی جیل میں ایک بے گناہ انسان قید ہے۔ اگرچہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ لیکن جب انسان کا منصب بڑا ہوتا ہے تو اس کے اعمال اور الفاظ کا معاملہ بے حد حساس ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے منصب اور حیثیت کے پیش نظر مصائب اور حالات کا مقابلہ کرنا ہی انبیاء رضی اللہ عنہم کی تعلیم ہے۔ یہی ہمارے لیے کامیابی کی راہ میں مشعل ہے۔

ذمہ دار انسان کا بولنا بھی نہایت ذمہ داری کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس لیے امت کے علماء جو انبیاء کے وارث ہیں۔ انھیں اس بات کا بخوبی اہتمام کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان کی باتوں اور ان کے کاموں سے عوام الناس سیکھتے ہیں۔ اور آپ کا کردار ہی عوام الناس کے لیے حجت ہوتا ہے۔

کبوتر بازی کی مذمت

[64]...... حَدَّثَنَا هِشَامُ بنُ عَبدِ المَلِكِ ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ ، عَن مُحَمَّدِ بنِ عَمرٍو ، عَـن أَبِي سَلَمَةَ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: رَأَى النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا يَتبَعُ حَمَامَةً ، فَقَالَ: شَيطَانٌ يَتبَعُ شَيطَانَةً .

تخريج الحديث سنن أبي داؤد ، كتاب الأدب ، باب في اللعب بالحمام ، حديث: 4940، سنن ابن ماجة ، كتاب الأدب ، باب اللعب بالحمام ، حديث: 3765 ، 3766، مسند أحمد بن حنبل : 221/14 ، حديث: 8543، الأدب المفرد ، للبخاري : حديث: 1300۔ محدث البانی نے اسے "حسن صحیح" کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو ایک کبوتری کا (نظروں سے) پیچھا کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان شیطانہ کا پیچھا کر رہا ہے۔

شرح الحديث اسلام نے بہت سی کھیلیں نہ صرف جائز قرار دی ہیں بلکہ ان کی مشق کرتے رہنے کی تعلیم بھی دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فضول اور بے ہودہ کھیلوں سے اجتناب کرنے کا درس بھی دیا ہے۔ مومن کی شان ہے کہ وہ فضول کام، بے مقصد عمل اور بے ہودہ بات نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مِن حُسنِ إِسلَامِ المَرءِ تَركُهُ مَا لَا يَعنِيهِ .))[1]

---

[1] سنن ابن ماجة ، كتاب الفتن ، باب كف اللسان في الفتنة ، حديث: 3976 .

''انسان کے اسلام کا یہی حسن ہے کہ وہ بے مقصد (کام، بات، چیز) چھوڑ دے۔''

کبوتر رکھنا، ان کے ساتھ مشغول رہنا، انسان کو نہ صرف اللہ تعالیٰ کی یاد سے دور کرتا ہے بلکہ اپنے اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی سے بھی غافل کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے کبوتر کو شیطان کہا ہے۔

تاہم یہ بات بھی واضح رہے کہ کبوتر سمیت کوئی بھی پرندہ کسی جائز مقصد یا تفریح کے لیے رکھنا جائز ہے۔ لیکن اس کی کھیل (گیم اور بازی) کا اہتمام کرنا مکروہ عمل ہے۔ اور اگر اس کی کھیل اور بازی میں جوأ بھی شامل ہو جائے تو یہ قبیح جرم بن جاتا ہے۔ کبوتر باز شخص کی گواہی کسی بھی معاملے میں قابل قبول نہیں ہوگی۔ اسے کسی پنچائت یا عدالت میں بطور گواہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ [1]

آگ کی پکی چیز کھا کر وضو کرو

[65]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ عُثمَانَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَمرٍو، عَن أَبِي سَلَمَةَ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: تَوَضَّؤُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ وَلَو مِن ثَورِ أَقِطٍ.

تخريج الحديث سنن الترمذی، أبواب الطهارة، باب الوضوء مما غيرت النار، حديث: 79، مسند البزار: 318/14، حديث: 7969، شرح معاني الآثار، للطحاوی: 63/1، حديث: 358، 360۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو آگ (پکا کر) تبدیل کر دے اسے کھا کر وضو کیا کرو، اگر چہ پنیر کا ٹکڑا ہی ہو۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 11 کی توضیح دیکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی فضیلت

[66]...... حَـدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ الكِنَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بنُ بَهدَلَةَ، عَن أَبِي صَالِحٍ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: لَو لَم يَبقَ مِنَ الدُّنيَا إِلا لَيلَةٌ؛

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود: 194/13، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: 2856/7.

لَمَلَكَ فِيهَا رَجُلٌ مِن أَهلِ بَيتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .

تخریج الحدیث سنن الترمذی ، أبواب الفتن ، باب ماجاء فی المھدی ، حدیث: 2231، سنن ابن ماجة ، کتاب الجهاد ، باب ذکر الدیلم و فضل قزوین، حدیث: 2779 ، صحیح ابن حبان: 283/13 ، حدیث: 5953، موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان ، للهیثمی : حدیث، 1876 ، المعجم الکبیر ، للطبرانی: 113/10، حدیث: 10216۔ محدث البانی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر دنیا (کا نظام) ختم ہوجائے اور صرف ایک رات ہی بچے تو اس رات کا حکمران بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا فرد ہوگا۔

شرح الحدیث اس حدیث میں امام مہدی کی آمد اور ان کی حکومت کی طرف اشارہ ہے۔ امام مہدی رحمہ اللہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرا ہم نام ہوگا۔ اس کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔ ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جن کا کہنا ہے کہ مہدی موعود، امام قائم المنتظر، محمد بن حسن العسکری ہوں گے۔ ❷

امام مہدی رحمہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمَهْدِی مِنْ عِتْرَتِی مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ .)) ❸

''امام مہدی میری عترت سے یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔''

امام مہدی قرب قیامت پیدا ہوں گے ان کا نام محمد، والد کا نام عبداللہ ہوگا۔ البتہ ان کی والدہ کے نام کے متعلق کوئی صحیح روایت ہماری نظر سے نہیں گزری۔ [واللہ تعالیٰ اعلم] امام مہدی رحمہ اللہ عرب کے حاکم بنیں گے اور حق وانصاف کی فضا قائم کریں گے۔ ان کے دور میں زمین پر بے شمار، بے حساب اور ہر قسم کی پیداوار ہوگی۔ ایسی خوشحالی ہوگی کہ اس سے قبل کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ امام مہدی مستحقین میں بے حساب مال تقسیم کریں گے۔ ان کی

❶ سنن أبی داؤد ، کتاب المھدی، حدیث ، 4282 .

❷ تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی : 403/6 .

❸ سنن أبی داؤد : کتاب المھدی ، حدیث: 4284۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

حکومت سات سال رہے گی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مینار پر تشریف لائیں گے۔ امام مہدی آپ علیہ السلام کو وہاں سے لے کر آئیں گے۔ پھر باقی عمر سیدنا عیسی علیہ السلام کی معیت میں گزاریں گے۔ پھر ان کا انتقال ہو جائے گا۔ اور سیدنا عیسی علیہ السلام ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ ❶

زیر بحث حدیث مبارکہ میں اشارہ ہے کہ قرب قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی مضبوط حکومت ہوگی۔ جو عدل و انصاف میں ایک مثالی حکومت ہوگی۔

ملاوٹ کرنے والے کا انجام

[67]...... حَدَّثَنَا عَبدُ الأَعلَى بنُ حَمَّادٍ ، وَحَفصُ بنُ عُمَرَ ، قَالا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ ، عَن إِسحَاقَ بنِ عَبدِ اللّٰهِ بنِ أَبِي طَلحَةَ ، عَن أَبِي صَالِحٍ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: أَنَّ رَجُلا كَانَ يَبِيعُ الخَمرَ فِي سَفِينَةٍ لَهُ وَمَعَهُ قِردٌ فِي السَّفِينَةِ ، فَكَانَ يَشُوبُ الخَمرَ بِالمَاءِ ، فَأَخَذَ القِردُ الكِيسَ فَصَعِدَ الدّقلَ ، فَفَتَحَ الكِيسَ فَجَعَلَ يَأخُذُ دِينَارًا فَيُلقِيهِ فِي السَّفِينَةِ وَدِينَارًا فِي البَحرِ حَتَّى جَعَلَهُ نِصفَينِ .

تخريج الحديث مسند احمد بن حنبل: 420/13 ، حديث: 8055، المعجم الأوسط، للطبرانی : 68/3، حديث: 2507، ايضاً: 309/7 ، حديث: 7585، شعب الإيمان، للبيهقی : 230/7 ، حديث: 4924.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص اپنی کشتی میں شراب بیچ رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا بندر بھی اسی کشتی میں سوار تھا۔ وہ شخص شراب میں پانی کی ملاوٹ کرتا تھا۔ بندر نے اس کا پرس اٹھایا اور بادبان کے ڈنڈے پر چڑھ گیا۔ اس نے پرس کھولا اور اس میں سے ایک دینار کشتی میں اور ایک دینار پانی میں پھینکتا گیا، حتی کہ اس نے دیناروں کو دو حصوں میں کر دیا۔

دولت کا پجاری گھاٹے میں ہے

[68]...... حَدَّثَنَا يَعقُوبُ بنُ حُمَيدٍ ، حَدَّثَنَا إِسحَاقُ بنُ إِبرَاهِيمَ المُزَنِيُّ ، عَن صَفوَانَ بنِ

❶ سنن الترمذی ، حديث: 2231,2230، سنن ابن ماجة، حديث : 3299، سنن أبی داؤد ، حديث: 4285,4282، صحيح مسلم ، حديث: 2913,2914.

سُلَیم ، عَن عَبدِ اللّٰہِ بنِ دِینَارٍ ، عَن أَبِی صَالِحٍ ، عَن أَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: تَعِسَ عَبدُ الدِّینَارِ ، وَعَبدُ الدِّرهَمِ ، وَعَبدُ الخَمِیصَةِ ، وَعَبدُ الحُلَّةِ، تَعِسَ وَانتَکَسَ ؛ وَإِذَا شِیكَ فَلا انتَقَشَ۔ طُوبَی لِعَبدٍ مُغبَرَّةٍ قَدَمَاهُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ ، شَعِثَ رَأسُهُ ، إِن کَانَتِ السَّاقَةُ کَانَ فِیهِم ، وَإِن کَانَ الحَرسُ کَانَ فِیهِم ، إِن شَفَعَ لَم یُشَفَّع ، وَإِنِ استَأذَنَ لَم یُؤذَن لَهُ ، طُوبیٰ لَهُ طُوبیٰ لَهُ .

تخریج الحدیث صحیح البخاری ، کتاب الجهاد والسیر ، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله ، حدیث: 2887، معجم ابن الأعرابی : 455/2 ، حدیث: 869، المعجم الأوسط ، للطبرانی : 94/3 ، حدیث ، 2595، السنن الکبری ، للبیهقی : 268/9 ، حدیث: 18498 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دینار کا غلام، درہم کا غلام، چادر کا غلام اور لباس کا غلام برباد ہوگیا، وہ بدبخت ہوگیا اس نے خود کو برباد کرلیا۔ اسے اگر کانٹا چبھ جائے تو نکالا نہیں جاتا۔ خوش خبری اس انسان کے لیے ہے جس کے قدم اللہ کی راہ میں گردآلود ہوئے، اور سر بھی غبار آلود ہوا۔ اگر اسے لشکر کے پیچھے رکھا جائے تو وہ پیچھے رہے، اگر اسے پہرے پر معمور کیا جائے تو وہ پہرے داروں میں ہی رہے۔ اگر وہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے۔ اگر وہ (کسی سے ملاقات کی) اجازت طلب کرے تو اسے اجازت نہ دی جائے۔ اس شخص کے لیے خوش خبری ہے، اس شخص کے لیے خوش خبری ہے۔

شرح الحدیث جو شخص دنیاداری اور دولت کی ہوس رکھنے والا اور اسی کے لیے سرگرداں رہنے والا ہے، وہ روز قیامت اپنے اعمال نامہ پر شرمندگی کے سوا کچھ نہ کر سکے گا۔ کیونکہ اس نے اپنی دنیاوی زندگی کو تباہ کرلیا۔ کامیاب وہی ہوگا جو کٹھن حالات میں بھی اطاعت و فرمانبرداری کا رویہ اپنائے گا۔

میں کسی جنگ سے پیچھے نہ رہتا

[69]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا عَبدُ الرَّحمَنِ بنُ مُحَمَّدٍ المُحَارِبِیُّ ، عَن یَحیَی بنِ سَعِیدٍ ، عَن ذَکوَانَ أَبِی صَالِحٍ ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ ، یَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: لَولا أَن أَشُقَّ عَلَی أُمَّتِی لأَحبَبتُ أَن لا أَتَخَلَّفَ خَلْفَ سَرِیَّةٍ تَخرُجُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ ، وَلَکِن لا أَجِدُ مَا أَحمِلُکُم عَلَیهِ وَلا تَجِدُونَ مَا تَتَحَمَّلُونَ .

تخریج الحدیث صحیح مسلم ، کتاب الإمارة ، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله ، حدیث: 103۔ (1876) ، مسند أحمد بن حنبل : 274/16 ، حدیث: 10442 ، السنن الکبری ، للنسائی : 120/8 ، حدیث: 8784 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری امت پر مشقت کا خدشہ نہ ہوتا تو میں پسند کرتا کہ اللہ کی راہ میں نکلنے والے کسی بھی لشکر (جنگی مہم) سے پیچھے نہ رہوں۔ لیکن میرے پاس اس قدر وسعت نہیں کہ میں تمھیں سواریاں دوں، اور نہ ہی تم لوگ اس کا انتظام کر سکتے ہو۔

شرح الحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس عمل کو اختیار کیا ہے جو امت کے لیے آسانی کا باعث ہو۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک جنگی معرکہ اور عسکری مہم میں شرکت کرتے تو اس سے امت میں یہ تاثر پیدا ہو جاتا کہ میدان جنگ میں پہنچنا اور کفار سے لڑائی کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ اگرچہ جہاد کا عمل اس وقت ہر شخص پر فرض ہو جاتا ہے، جب کفار چڑھائی کر دیں اور قتل و غارت گری کا بازار گرما دیں۔ لیکن عمومی حالات میں اسلام دشمن عناصر کی سرکوبی کے لیے مسلمانوں کی ایک مخصوص تعداد کا برسرپیکار ہونا سب کی طرف سے کفائت کر جاتا ہے۔

کون کون شہید ہے؟

[70]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَكرٍ البُرسَانِيُّ ، حَدَّثَنَا عِمرَانُ القَطَّانُ ، عَن عَاصِمٍ ، عَن أَبِي صَالِحٍ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: مَن قَتَلَهُ الطَّاعُونُ فَهُوَ شَهِيدٌ ، وَمَن قَتَلَهُ البَطنُ فَهُوَ شَهِيدٌ ، وَمَن قَتَلَهُ الغَرَقُ فَهُوَ شَهِيدٌ .

تخریج الحدیث صحیح مسلم ، کتاب الإمارة ، باب بیان الشهداء ، حدیث: 165۔ (1915)، مسند البزار : 16/16 ، حدیث: 9041 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: جسے طاعون نے مار دیا، وہ شہید ہے۔ جو پیٹ کے مرض سے فوت ہو گیا وہ بھی شہید ہے۔ جو ڈوب کر مر گیا وہ بھی شہید ہے۔

شرح الحدیث یہ حدیث اپنے مطلب و مفہوم میں بالکل واضح ہے۔ البتہ یہ بات نہایت اہم ہے کہ

شہید کا درجہ ملنے کی سعادت عقیدہ توحید سے مشروط ہے۔ جو انسان مؤحد نہیں ہے اس کی کوئی عبادت اور کوئی عمل اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو نہیں کر سکے گا۔

دعا کی اہمیت وفضیلت

[71]...... حَدَّثَنَا ابنُ عَائِشَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا صَفوَانُ بنُ عِيسَى ، عَن أَبِي المُلَيحِ الخَرَّاطِ ، عَـن أَبِي صَالِحِ الخوزِيِّ ، قَالَ: أَنَا سَمِعتُهُ مِن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مَن لَا يَسأَلُهُ يَغضَبُ عَلَيهِ .

تخريج الحديث سنن الترمذی ، أبواب الدعوات ، (باب ماجاء فی فضل الدعا) ، باب منه ، حديث: 3373، سنن ابن ماجة ، كتاب الدعاء ، باب فضل الدعاء ، حديث: 3827، مسند أحمد بن حنبل : 438/15 ، حديث: 9701، مسند أبی يعلى : 10/12 ، حديث: 6655، مستدرك حاكم : 668/1 ، حديث: 1807۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل اس شخص سے ناراض ہوتے ہیں جو اس سے مانگتا نہیں۔

شرح الحديث اس حدیث میں دُعا کی اہمیت وفضیلت کا بیان ہے، چنانچہ ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی اور حافظ حامد محمود ''پیارے رسول کے پیارے اذکار، ص: 19، 20'' پر لکھتے ہیں: دُعا ضرورت بشر ہے۔ دُعا ربط خالق ومخلوق کا بہترین وسیلہ ہے۔ دُعا دکھی دلوں کا سہارا ہے۔ دُعا بقائے کائنات کا سبب ہے۔ دُعا مومن کی سپر ہے۔ دُعا انبیاء کا اسلحہ ہے۔ دُعا نیزوں سے زیادہ اثر رکھتی ہے۔ دُعا شیوۂ انبیاء ہے۔ دُعا زاد اولیاء ہے۔ دُعا تمنائے عابد ہی نہیں خواہش معبود بھی ہے۔

﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ۧ﴾ (المؤمن : 60)

''اور تمہارے رب نے کہا ہے تم مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

دُعا بے سہاروں کا سہارا ہے۔ دُعا درِ خالق پر دستک کا نام ہے۔ دُعا عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی

''پکارنا'' ہے۔ یاد رہے کہ دُعا کے لیے طہارت شرط نہیں۔ تاہم طہارت ہو تو دُعا قبولیت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

دُعا قضا ٹالتی ہے۔ دُعا سے تقدیریں بدل جاتی ہیں اور زنجیریں کٹ جاتی ہیں۔

((لَا يَرُدّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ .)) ❶

''تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدل سکتی اور عمر میں نیکی کے علاوہ کوئی چیز اضافہ نہیں کر سکتی۔''

دُعا اللہ کے نزدیک بڑی مکرم عبادت ہے۔

((لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ .)) ❷

''اللہ کے نزدیک دُعا سے زیادہ عظمت والا کوئی عمل نہیں۔''

دُعا بلا ٹالتی ہے۔

((اِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ تَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ .)) ❸

''دُعا نازل شدہ (آفات) اور جو ابھی نازل نہیں ہوئیں سب کے لیے نفع بخش ہے لہٰذا اے اللہ کے بندو! دُعا ضرور کیا کرو۔''

دُعا سے اللہ تعالیٰ انسان کی شرم رکھتا ہے۔

((اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ فَيَرُدَّهَا صِفْرًا .)) ❹

''بے شک تمہارا پروردگار بڑا حیا والا اور سخی ہے جب بندہ اس کے حضور ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں خالی لوٹاتے ہوئے اسے شرم آتی ہے۔''

دُعا ہی عبادت ہے۔ امام احمد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ((اِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ .))

''یقیناً دُعا ہی تو عبادت ہے۔'' ❺

---

❶ سنن ترمذی، کتاب القدر، رقم: 2139، سلسلة الصحيحة، رقم: 154.

❷ سنن ترمذی، كتاب الدعوات، رقم: 3370، سنن ابن ماجه، رقم: 3829۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

❸ صحيح سنن ترمذی، رقم الحديث: 2813، المشكوٰة، كتاب الدعوات، رقم: 2234.

❹ سنن ابن ماجه، باب الدعاء، رقم: 3865، صحيح ابوداؤد للألبانی، رقم: 1337.

❺ سنن ابن ماجة، باب الدعاء، رقم: 3828، مسند أحمد: 270/4۔ محدث البانی اور احمد شاکر نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

جو ہاتھ پھیلاتا ہے، تنگ دست ہو جاتا ہے

[72]...... حَدَّثَنَا سَهلٌ ، حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ جَعفَرٍ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لا يَفتَحُ أَحَدٌ عَلَى نَفسِهِ بَابَ مَسأَلَةٍ إِلا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيهِ بَابَ فَقرٍ .

تخریج الحدیث سنن الترمذی ، أبواب الزهد ، باب ماجاء مثل الدنيا أربعة نفر ، حديث: 2325، مسند أحمد بن حنبل : 246/15 ، حديث: 9421، مسند أبي يعلى : 47/12 ، حديث: 6691۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص (لوگوں کے سامنے) ہاتھ پھیلانے کا دروازہ کھول لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر تنگدستی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

شرح الحدیث اسلام نے ہاتھ پھیلانے اور مانگنے والے سائلین کو حسب استطاعت کچھ دینے کی تعلیم دی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہاتھ پھیلانے کو مکروہ اور ناپسندیدہ بھی قرار دیا ہے۔اسلام انسان کو اس کی حقیقی عزت اور مقام عطا کرتا ہے۔اسی لیے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو خودداری اور محنت کا مخلوط تصور دیا اور ہاتھ پھیلانے کی حوصلہ شکنی کی ہے۔

اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو، لوگوں کے سامنے ہاتھ مت پھیلاؤ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مجھے یہ ضمانت دے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے گا؛ میں اس شخص کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' [1]

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأتِيَ يَومَ القِيَامَةِ لَيسَ فِي وَجهِهِ مُزعَةُ لَحمٍ .)) [2]

''جو شخص لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرتا رہتا ہے، وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا

---

[1] سنن ابن ماجة ، كتاب الزكاة ، باب كراهية المسألة ، حديث: 1837، سنن أبي داؤد ، كتاب الزكاة ، باب كراهية المسألة ، حديث: 1643۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحيح البخاری ، كتاب الزكاة ، باب من سأل الناس تكثرا ، حديث: 1474 .

کہ اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔"

بلا وجہ مانگنے اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے شریعت منع کرتی ہے۔ البتہ مجبوری اور لاچاری کی حالت میں اہل اسلام سے احسن طریقے سے تعاون مانگنا جائز ہے۔ مزید دیکھیں اگلی حدیث (نمبر:72)

انسان اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے دوسرے انسان سے تعاون لے سکتا ہے۔ لیکن ہاتھ پھیلا کر مانگنے کو شریعت نے معیوب قرار دیا ہے۔ اور بالخصوص جن معاملات میں انسان کا اختیار نہیں ہے، ان میں کسی انسان کے آگے التجا کرنا تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کے غصے کا باعث ہے۔ لہٰذا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر ناراض ہوتا ہے۔

نماز میں ہر اٹھنے جھکنے پر "اللہ اکبر" کہنا

[73]...... حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي القلوسِيَّ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهضَمٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسمَاعِيلُ بْنُ جعفرٍ ، عَن سُهَيلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ وَيُحَدِّثُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ يفعَلُ ذَلِكَ .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب الصلاة ، باب إثبات التكبير فى كل خفض و رفع ، حديث: 32- (392) ، مسند أحمد بن حنبل : 234/15 ، حديث: 9402 .

ترجمة الحديث ابوصالح رحمہ اللہ (تابعی) کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (نماز میں) جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے تھے۔ اور بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

شرح الحديث نماز میں ایک رکن سے اگلے رکن میں منتقل ہونے کے لیے "اللہ اکبر" کہا جاتا ہے۔ ماسوائے رکوع سے اٹھنے کے، کیونکہ رکوع سے اٹھتے وقت "سمع اللہ لمن حمدہ" کہنا مسنون ہے۔ جب نمازی امام ہو، یا اکیلا؛ تب رکوع سے اٹھتے وقت "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے گا، لیکن جب مقتدی کی حیثیت سے امام کے پیچھے ہوگا تو رکوع سے اٹھتے وقت "ربنا ولک الحمد" کہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤتَمَّ بِهِ ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا ، وَ إِذَا رَكَعَ فَاركَعُوا ، وَ إِذَا

قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَهُ ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ .)) ❶

''امام اسی لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ لہٰذا جب وہ ''اللہ اکبر'' کہے تو تم بھی ''اللہ اکبر'' کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، اور جب وہ ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَهُ'' کہے تو تم ''رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ'' کہو۔''

یعنی رکوع سے اٹھتے وقت کے علاوہ، نماز میں ہر رکن سے اگلے رکن کی طرف جھکنے یا اٹھنے کے وقت ''اللہ اکبر'' ہی کہا جائے گا۔

حلال کمائی سے صدقہ کرو؛ قبول ہوگا

[74]...... حَدَّثَنَا يَعقُوبُ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ، حَدَّثَنَا إِسمَاعِيلُ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَن تَصَدَّقَ بِتَمرَةٍ مِن كَسبٍ طَيِّبٍ ، ثُمَّ وَضَعَهَا فِي مَوضِعِهَا؛ أَخَذَهَا اللّٰهُ بِيَمِينِهِ - ثُمَّ لَم يَبرَح يُرَبِّيهَا كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُم فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثلَ الجَبَلِ أَو أَعظَمَ .

تخريج الحديث صحيح البخاری ، كتاب التوحيد ، باب قول الله تعالیٰ "تعرج الملائكة والروح" ، حديث: 7430، صحيح مسلم، كتاب الزكوة ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب ، حديث: 64- (1014)، سنن الترمذی ، أبواب الزكوة ، باب ماجاء فی فضل الصدقة ، حديث: 661، سنن النسائی ، كتاب الزكاة ، باب الصدقة من غلول ، حديث: 2525، سنن ابن ماجة ، كتاب الزكاة ، باب فضل الصدقة ، حديث: 1842 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے حلال کمائی سے ایک کھجور صدقہ کی، پھر اسے اس کے صحیح مقام پر رکھا۔ اس صدقہ کو اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھ لیتے ہیں، اور اسے اس طرح پروان چڑھاتے ہیں، جس طرح تم اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتے ہو۔ حتیٰ کہ وہ (صدقہ) پہاڑ کی مانند یا اس سے بھی بڑا ہو جاتا ہے۔

شرح الحديث صدقہ خیرات پاکیزہ اور حلال کمائی میں سے ادا کرنے پر ہی قبول ہوتا ہے۔ اس سے

❶ صحيح البخاری ، كتاب الأذان ، باب إيجاب التكبير و افتتاح الصلاة ، حديث: 734 .

مراد یہ ہرگز نہیں کہ انسان حرام اور حلال، دونوں طرح کی کمائی کرتا رہے لیکن صدقہ دینے کے لیے حلال کمائی میں سے خرچ کرے تو اس کا صدقہ قبول ہو جائے گا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی کمائی حلال رکھو، حرام کمائی سے بچو، تو اللہ تعالیٰ تمھارے صدقات قبول کرے گا۔ حلال کمائی سے کیا گیا صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر پسندیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ پر پالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں۔ اس کا ذکر قرآن وسنت میں ملتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ﴾ [المائدة : 64]

''بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ بائیاں ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا وصف نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كِلتَا يَدَيهِ يَمِينٌ .)) [1]

''اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔''

اور یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ضرور ہیں لیکن ہم ان کے بارے میں کوئی قیاس یا کوئی بیان نہیں دے سکتے کہ وہ کس طرح کے ہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جس قدر ہمیں قرآن وسنت میں تذکرہ ملتا ہے، اسی قدر ہم بیان کرنے اور اسی پر ایمان رکھنے کے مکلّف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں سمیت باقی وجود کے بارے میں کسی بھی قسم کی قیاس آرائی کرنا ایمان کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق قرآن مجید میں مذکور ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ﴾ [الشورىٰ : 11]

''اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی بھی چیز نہیں ہے۔''

خلاصہ بحث یہ ہے کہ ہمیں زیر بحث حدیث مبارکہ سے یہی تعلیم ملتی ہے کہ ہم اپنی کمائی حلال رکھیں، حرام کی آمیزش نہ ہونے دیں۔ اور پھر حلال کمائی سے صدقہ خیرات کریں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا۔ اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں، اور دیگر احادیث کے پیش نظر ہمارا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات و وجود کے بارے میں کسی قسم کی قیاس آرائی نہیں کرنی چاہیے۔

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الإمارة ، باب فضل الإمام العادل ، حديث: 18 ـ (1827)، مصنف ابن أبى شيبة : 39/7 ، حديث: 34035 .

غلامی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا

[75]...... حَدَّثَنَا يَعقُوبُ ، حَدَّثَنَا المُعَلَّى بنُ أَسَدٍ ، حَدَّثَنَا ابنُ سَوَاءٍ ، عَن رَوحِ بنِ القَاسِمِ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنِ ادَّعَى مَولَى قَومٍ بِغَيرِ إِذنِهِم ، فَعَلَيهِ لَعنَةُ اللّٰهِ وَالمَلائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجمَعِينَ .

تخريج الحديث مسند أبي عوانة : 241/3 ، حديث: 4820۔ یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی قوم کی اجازت کے بغیر ان کا مولیٰ (غلام) ہونے کا دعویٰ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

امیر کی اطاعت لازمی ہے

[76]...... حَدَّثَنَا سَهلُ بنُ عُثمَانَ ، حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ جَعفَرٍ ، عَن أَبِي حَازِمٍ ، عَن أَبِي صَالِحٍ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: عَلَيكَ بِالطَّاعَةِ فِي عُسرِكَ وَيُسرِكَ وَمَنشَطِكَ وَمَكرَهِكَ وَأَثَرَةٍ عَلَيكَ .

تخريج الحديث صحيح مسلم، كتاب الإمارة ، باب وجوب طاعة الأمراء ، حديث: 35 ـ (1836)، سنن النسائی ، كتاب البيعة ، باب البيعة على الإثرة ، حديث: 4155 ، مسند أحمد بن حنبل : 514/14 ، حديث: 8953، مسند أبي عوانة ، 403/4 ، حديث: 7105 ، 7106، 7107 ، السنن الكبرى للبيهقي : 268/8 ، حديث: 16605، السنن الكبرى للنسائي : 171/7، حديث: 7728.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا: تنگی اور فراخی میں، خوشی وغمی میں اور اگر تجھ پر کسی دوسرے کو ترجیح دے دی جائے؛ تب بھی، اطاعت کرنا تمھارے لیے فرض ہے۔

شرح الحديث امیر کی اطاعت کرنا جنت میں داخلے کے بڑے اسباب میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

((اتَّقُوْا اللّٰهَ (رَبَّكُمْ) وَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَ صُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَ أَدُّوْا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ

وَ أَطِيْعُوا ذَا أَمْرِكُمْ ، تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ .)) ❶

''اپنے رب؛ اللہ سے ڈرو، پانچ نمازیں ادا کرو، اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو، پھر اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

امیر کی اطاعت ایسے امور میں واجب ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے موافق ہوں۔ اللہ کی نافرمانی والے کاموں میں کسی انسان کی اطاعت واجب نہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر کردہ امیر نے اپنے ماتحت افراد (صحابہ) کو آگ جلا کر اس میں کود جانے کو کہا تھا، تو صحابہ نے انکار کر دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس امیر کی یہ بات نہیں مانی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((لاَ طَاعَةَ فِي مَعصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي المَعرُوفِ .)) ❷

''اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں امیر کی اطاعت نہیں، بلکہ اس کی اطاعت تو نیکی کے کاموں میں کی جائے گی۔''

امیر، کی وضاحت میں سفر و حضر کے تمام سرپرست و ذمہ داران، افسران بالا اور حکمران آتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے آفیسر یا حاکم بالا کی طرف سے مجبور ہو اور اس کا حکم مانے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو وہ شخص کوئی ایسا کام مجبوری کی حالت میں کر جائے، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا ہو تو اس کی نیت کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ اس سے معاملہ کریں گے۔ البتہ ہمیں ایسے شخص پر کسی قسم کا فتویٰ لگانے کا اختیار و اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مجبور ہے، اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید خوب جانتا ہے، وہ اس شخص کو معاف کرنے پر قادر ہے۔

جنازہ کے بعد؛ تدفین سے پہلے مت بیٹھو

[77]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّد ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ مَعَ الجِنَازَةِ لَم يَجلِس حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ أَو حَتَّى تُدفَنَ- شَكَّ أَبُو مُعَاوِيَةَ .

❶ سنن الترمذي ، أبواب السفر ، باب ما يذكر في فضل الصلاة (باب منه)، حديث: 616 .

❷ صحيح البخاري ، كتاب أخبار الآحاد ، باب ما جاء في إجازة خبر الواحد الصدوق ، حديث: 7257 .

تخريج الحديث صحيح ابن حبان : 373/7 ، حديث: 3105، مستدرك حاكم : 508/1 ، حديث: 1316، موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان ، للهيثمي : حديث: 771۔ حاکم اور ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو بیٹھتے نہیں تھے، حتی کہ (میت کو) لحد میں اتار دیا جائے، یا (یوں فرمایا کہ) دفن کر دیا جائے۔ ابو معاویہ (راوی) کو الفاظ بیان کرنے میں شک ہو گیا۔

شرح الحديث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان میت کی نماز جنازہ ادا کرنے کو زندہ مسلمانوں کے ذمہ حق قرار دیا ہے۔ ❶

اس حق کو ادا کرنے میں کوتاہی نہیں برتنی چاہیے۔ اگر چہ نمازِ جنازہ کی ادائیگی فرض کفایہ ہے۔ لیکن ہم نے ''کفایہ'' سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہمارے ذمہ اس کی ادائیگی ہے ہی نہیں۔ جبکہ کسی بھی مسلمان میت کی نماز جنازہ ادا کرنا ہمارے اپنے لیے مفید ہے۔ اس کی وجہ سے ہمیں آخرت یاد رہتی ہے۔ اور اس کی ادائیگی میں ہم اپنے مسلمان بھائی بہن کا وہ حق ادا کرتے ہیں جو ہمارے ذمہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دیا ہے۔ اور اس سے ہمارے اپنے اعمال نامہ میں نیکیاں جمع ہوتی ہیں۔ بلکہ میں اگر یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ کسی مسلمان میت کی نمازِ جنازہ ادا کرنا جتنے روحانی واخروی فوائد کا باعث ہے ایسی کوئی اور نیکی نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ ادا کرنا، پھر میت کو قبر میں دفن کرنے اور اس کے بعد اس کے لیے تثبیت کی دعا کرنے تک کے اعمال میں شریک ہونا نیکیوں کے انبار لگا دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن شَهِدَ الجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَن شَهِدَ حَتَّى تُدفَنَ كَانَ لَهُ قِيرَاطَانِ قِيلَ: وَمَا القِيرَاطَانِ قَالَ: مِثلُ الجَبَلَينِ العَظِيمَينِ.)) ❷

''جو شخص (مسلمان کے) جنازہ میں نمازِ جنازہ ادا کرنے تک شریک ہوا؛ اس کے لیے ایک قیراط کے برابر ثواب ہے۔ اور جو شخص (نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد) میت کو دفن کرنے تک موجود رہا؛ اس کے لیے دو قیراط کے برابر ثواب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: دو قیراط کتنا بنتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

❶ صحيح البخارى ، كتاب الجنائز ، باب الأمر باتباع الجنائز ، حديث: 1240 .
❷ صحيح البخارى ، كتاب الجنائز ، باب من انتظر حتى تدفن ، حديث: 1325 .

نے فرمایا: بہت بڑے دو پہاڑوں کے برابر۔“

ایک حدیث میں ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ .)) [1]

”ہر قیراط، احد پہاڑ کے برابر ہے۔“

اور زیر بحث حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مبارک بھی یہی بیان ہوا ہے کہ میت کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد اسے دفن کر کے ہی لوٹنا چاہیے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میت کے احترام اور آخرت کی فکر و یاد کے باعث بے قراری کی وجہ سے مسلمان کی کیفیت یہ ہونی چاہیے کہ وہ قبرستان میں پرسکون ہوکر بیٹھ نہ جائے۔ بلکہ اپنی موت، قبر اور آخرت کو یاد کرے۔ اپنے ضمیر کو جھنجھوڑے اور اپنی اصلاح کرے اور آخرت کی فکر کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔

ایک جوتا پہن کر مت چلو

[78]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي رُزَيْنٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: رَأَيْتُهُ يَضْرِبُ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَهْلَ العِرَاقِ تَزْعُمُونَ أَنِّي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ، لِيَكُونَ لَكُمُ المَهْنَأُ وَعَلَيَّ الإِثْمُ ؟ أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: إِذَا وَلَغَ الكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُم فَلْيَغْسِلْ سَبعَ مَرَّاتٍ وَإِذَا انقَطَعَ شِسْعُ أَحَدِكُم فَلا يَمشِ فِي الأَرْضِ حَتَّى يُصْلِحَهَا .

تخريج الحديث سنن النسائي ، كتاب الزينة ، باب النهي عن المشي في نعل واحد ، حديث: 5370، سنن ابن ماجة ، كتاب الطهارة وسننها ، باب غسل الإناء من ولوغ الكلب ، حديث: 363، مسند إسحاق بن راهويه : 284/1 ، حديث: 257، مسند أحمد بن حنبل : 291/15 ، حديث: 9483۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

ترجمة الحديث ابورزین مسعود بن مالک اسدی رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار رہے تھے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عراقیو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] صحيح البخاري ، كتاب الإيمان، باب اتباع الجنائز من الإيمان، حديث: 47 .

کے حوالے سے کوئی جھوٹی بات کروں گا، کہ تمھیں تو سہولت ہو جائے لیکن میں گنہگار ہو جاؤں؟ (سنو!) میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: کسی برتن میں اگر کتا منہ مار جائے تو (برتن والے کو) چاہیے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے۔ تم میں سے کسی کے جوتے کا اگر تسمہ ٹوٹ جائے تو اسے درست کروائے بغیر زمین پر مت چلے۔

شرح الحدیث اس حدیث مبارکہ میں پانچ باتوں کی طرف راہنمائی ہے۔

(1)...... کسی شخص پر تعجب اور افسوس کا اظہار کرنے کے لیے ماتھے پر ہاتھ مارنا حرام نہیں ہے۔ یہ ماتم کے زمرے میں نہیں آتا۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی روپ میں فرشتے آئے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوش خبری سنائی، اس منظر کو قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝ ﴾ [الذاريات : 29]

''اس کی بیوی روتی ہوئی آئی اور اس نے اپنے چہرے پر زوردار ہاتھ مارا اور کہا: میں بوڑھی بانجھ ہو چکی ہوں۔''

یعنی فرشتوں نے جب بیٹے کی خوش خبری سنائی تو سیدہ سارہ علیہا السلام نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا۔ ان کا یہ عمل محض تعجب کی بنا پر تھا۔ بعض لوگوں نے اس سے ماتم کی دلیل اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان کی کوشش بے کار اور فضول ہے۔ تعجب کی صورت میں ایسا کرنا کوئی عجیب، حرام یا خلاف فطرت عمل نہیں ہے۔ جبکہ ماتم کرنا ممنوع اور خلاف شریعت عمل ہے، اور اس کا تعلق مصیبت اور صدمہ کے اظہار سے ہے۔ اگر ماتم کے قائلین کی بات کو لیا جائے تو قابل غور امر یہ ہے کہ ہمیں اپنے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ پر عمل کرنا ہے۔ اس شریعت میں رخسار پیٹنا منع ہے۔ اور یاد رہے کہ ماتھے پر ہاتھ مارنا اور رخسار پیٹنا دونوں الگ الگ عمل ہیں۔ ماتھے پر تعجب کے وقت ہاتھ مارنا اگر ماتم کے زمرے میں آتا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتم کو نہایت مکروہ عمل قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيسَ مِنَّا مَن ضَرَبَ الخُدُودَ وَشَقَّ الجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعوَى الجَاهِلِيَّةِ .)) ❶

''جو شخص رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے، اور جاہلیت کے الفاظ بولے، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

---

❶ صحيح البخاری ، کتاب الجنائز ، باب ليس منا من ضرب الخدود ، حديث: 1297 .

(2)...... لوگوں کو خوش اور اپنی طرف مائل کرنے کے لیے شرعی احکام بیان کرنے میں خیانت نہیں کرنی چاہیے۔ معمولی فائدہ یا لوگوں کی واہ واہ حاصل کرنے کے لیے شرعی احکام بیان کرنے میں خیانت کرنا یا کسی حکم کو چھپا جانا نہایت قبیح اور حرام عمل ہے۔ اس سے لوگ تو آسانی حاصل کر لیں گے لیکن بیان کرنے والا یا مسئلہ کی حقیقت چھپا جانے والا شخص گنہگار اور مجرم قرار پائے گا۔ اسے اپنے عمل کی سزا بھی ملے گی اور شرعی احکام بیان کرنے میں غلط بیانی یا خیانت کے باعث جو لوگ گمراہ ہوں گے ان کے گناہوں کے برابر بھی اس شخص کے اعمال نامہ میں برائیاں جمع کر دی جائیں گی۔ لہٰذا مومن؛ بالخصوص واعظ و مبلغ کو گناہ اور آخرت کے خسارے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(3)...... کسی حدیث مبارکہ، شرعی مسئلہ، سچا واقعہ یا کوئی سچی بات بیان کرتے وقت قسم اٹھانا جائز ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ لفظ ''أَشْهَدُ'' کے بعد ''سَمِعْتُ'' پر ''لام تاکید'' بھی استعمال کیا ہے۔ اس میں قسم کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(4)...... اگر کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے، تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے۔ کتے کا برتن میں منہ ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں پڑی ہوئی چیز کھائے یا اس برتن کو زبان لگائے یا اس میں منہ ڈالے۔ ایسی صورت میں سات مرتبہ دھونے سے وہ برتن پاک ہوگا۔ ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات مرتبہ پانی سے دھوو، پہلی یا ساتویں مرتبہ اس برتن کو مٹی سے مانجھو۔ ❶

اسی طرح اگر کسی برتن میں بلّی منہ ڈال دے، یعنی کسی برتن سے دودھ یا پانی پیئے یا کوئی کھانے کی چیز کھائے یا صرف اس برتن میں منہ ڈال دے تو اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((إِذَا وَلَغَت فِيهِ الهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً .)) ❷

''اگر بلی، برتن میں منہ ڈال دے تو وہ برتن ایک مرتبہ دھویا جائے گا۔''

کتے کا منہ لگایا برتن سات مرتبہ اور بلی کا منہ لگایا برتن ایک مرتبہ دھونے، یعنی دھونے کی تعداد کے فرق میں حکمت یہ ہے کہ کتا نجس ہے، اس کے منہ لگانے سے برتن اور اس میں پڑی ہوئی کھانے یا پینے کی چیز؛ نجس و

❶ سنن الترمذی ، أبواب الطهارة ، باب ماجاء فی سؤر الكلب ، حديث: 91۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن الترمذی ، أبواب الطهارة ، باب ماجاء فی سؤر الكلب ، حديث: 91۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ناپاک ہو جاتی ہے۔ اور کتے کے منہ سے نکلنے والے جراثیم نہایت خطرناک اور مہلک ہوتے ہیں، جن کے اثرات کو بار بار دھونے بلکہ ایک مرتبہ مٹی کے ساتھ مانجھنے سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ بلی کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ بلی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((إِنَّهَا لَيسَت بِنَجَسٍ إِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيكُم وَالطَّوَّافَاتِ .)) ❶

''یہ نجس نہیں ہے۔ یہ تو تمھارے ارد گرد ہی گھومنے والا جانور ہے۔''

(5)...... اگر جوتے کا ایک پاؤں یا اس کا تسمہ وغیرہ ٹوٹ جائے، جس کی وجہ سے وہ جوتا پہنا نہ جا سکے تو اس جوتے کو مرمت کروا کر پہنو، یا دوسرا پاؤں بھی اتار دو۔ ایک پیر میں جوتا پہن کر مت چلو۔ دونوں پیروں میں جوتا پہنو یا دونوں سے اتار دو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث مبارکہ میں بہت واضح الفاظ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَمشِي أَحَدُكُم فِي نَعلٍ وَاحِدَةٍ لِيُحفِهِمَا جَمِيعًا أَو لِيُنعِلهُمَا جَمِيعًا .)) ❷

''تم میں سے کوئی بھی شخص ایک جوتا پہن کر مت چلے۔ یا دونوں اتار دے یا دونوں پہنے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا ہی ہمارے لیے مفید اور رازِ فوز و فلاح ہے۔

روزے کی فضیلت

[79]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ المَلِكِ بنِ أَبِي الشَّوَارِبِ ، حَدَّثَنَا عَبدُ العَزِيزِ بنُ المُختَارِ ، حَدَّثَنَا سُهَيلٌ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: كُلُّ عَمَلِ ابنِ آدَمَ لَهُ ، وَالحَسَنَةُ بِعَشرِ أَمثَالِهَا إِلا الصِّيَامَ ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجزِي بِهِ ، يَدَعُ الطَّعَامَ مِن أَجلِي ، وَيَدَعُ الشَّرَابَ مِن أَجلِي ، فَإِذَا أَصبَحَ أَحَدُكُم صَائِمًا فَلا يَرفُث وَلا يَفسُق ؛ فَإِن سُبَّ فَليَقُل: إِنِّي امرُؤٌ صَائِمٌ۔ لِلصَّائِمِ فَرحَتَانِ : فَرحَةٌ عِندَ إِفطَارِهِ وَفَرحَةٌ يَومَ يَلقَاهُ۔ وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطيَبُ عِندَ اللّٰهِ مِن رِيحِ المِسكِ .

تخریج الحدیث صحيح البخاری ، كتاب التوحيد ، باب قول الله تعالىٰ "يريدون أن

❶ سنن أبي داؤد ، كتاب الطهارة ، باب سؤر الهرة ، حديث: 75۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
❷ صحيح البخاری ، كتاب اللباس ، باب لا يمشي في نعل واحد، حديث: 5856 .

يبدلوا كلام الله" ، حديث: 7492، صحيح مسلم ، كتاب الصيام ، باب فضل الصيام ، حديث ، 164 ـ (1151)، سنن النسائی ، كتاب الصيام ، باب ذكر الإختلاف على أبی صالح ، حديث ، 2216، سنن ابن ماجة ، كتاب الصيام ، باب ماجاء فی فضل الصيام ، حديث: 1638، مصنف ابن أبی شيبة : 273/2 ، حديث: 8894، مسند أحمد بن حنبل : 126/13 ، حديث: 7693 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے ہر عمل کا اسے اجر ملے گا۔ اور نیکی کا دس گنا (زیادہ) ملے گا، ماسوائے روزے کے۔ کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا۔ انسان میری خاطر کھانا چھوڑتا ہے، میری خاطر پینا بھی چھوڑتا ہے۔ جب کوئی روزہ دار ہو تو وہ کوئی بیہودگی اور نافرمانی مت کرے۔ اور اگر اسے گالی دی جائے تو وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی روزہ افطار کرتے وقت [اس سے مراد: ہر روز افطاری کا وقت اور عید کا دن ہے۔ واللہ اعلم] اور ایک خوشی اس روز ہوگی جب وہ اللہ سے ملے گا۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو، اللہ تعالیٰ کے ہاں، کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔

شرح الحديث روزہ ایک ایسا عمل ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا۔ اس لیے اس میں ریاکاری نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت پسندیدہ عبادت ہے۔ روزہ دار کے لیے جن دو خوشیوں کا ذکر حدیث مبارکہ میں آیا ہے، ان میں سے ایک خوشی افطاری کے وقت کے ساتھ منسوب ہے۔ کیونکہ اس وقت روزہ دار خوشی محسوس کرتا ہے کہ اس کے اعمال نامہ میں ایک روزہ درج ہوگیا۔ یا اس سے مراد روزے ختم ہونے پر عید کا دن ہے، جو روزہ دار کے لیے نہایت خوشی کا دن ہوتا ہے۔ دوسری خوشی اللہ تعالیٰ سے ملاقات سے منسوب ہے۔ جب روزہ دار اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے اعزاز وتکریم سے نوازیں گے۔ اسے جنت میں جانے کے لیے ایسے دروازے سے گزرنے کا حکم دیں گے جو صرف اس کے لیے ہی بنایا اور روزِ قیامت صرف اسی کے لیے ہی کھولا جائے گا۔ اس دروازے کا نام ''باب الریان'' ہے۔

نمازِ عصر اور نمازِ فجر کا وقت

[80]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ المَلِكِ بنِ أَبِی الشَّوَارِبِ ، حَدَّثَنَا عَبدُ العَزِيزِ بنُ المُختَارِ، حَدَّثَنَا سُهَيلٌ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِی هُرَيرَةَ رضی الله عنه ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَن

أَدرَكَ رَكعَتَينِ مِنَ العَصرِ قَبلَ أَن تَغِيبَ الشَّمسُ فَقَد أَدرَكَ ، وَمَن أَدرَكَ رَكعَةً مِنَ الفَجرِ قَبلَ أَن تَطلُعَ الشَّمسُ فَقَد أَدْرَكَ .

تخريج الحديث صحيح البخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب من أدرك ركعة من العصر قبل الغروب، حديث: 556 و باب من ادرك من الفجر ركعة، حديث، 579 ، صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب من أدرك ركعة من الصبح ، حديث: 608 ، سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب فی وقت صلاة العصر ، حديث: 412 ، سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء فيمن أدرك ركعة من العصر ، حديث: 186 ، سنن النسائی، كتاب المواقيت، باب من أدرك ركعتين من العصر ، حديث: 517 ,516 ,514 ، سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب وقت الصلاة فی العذر والضرورة، حديث: 699 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نمازِ عصر کی دو رکعتیں سورج غروب ہونے سے پہلے پالیں، اس نے نمازِ عصر (بروقت) پالی۔ اور جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت سورت طلوع ہونے سے پہلے پالی، اس نے نمازِ فجر (بروقت) پالی۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت، حدیث نمبر: 3 کے تحت گزر چکی ہے۔

گوشت کھانے پر وضو کرنا

[81]...... وَعَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ فَتَمَضمَضَ وَغَسَلَ يَدَهُ وَصَلَّى .

تخريج الحديث سنن ابن ماجة ، كتاب الطهارة و سننها ، باب الرخصة فی ذالك ، حديث: 493، مسند أبی داؤد الطيالسی : 163/4 ، حديث: 2533 ، مسند أحمد بن حنبل : 19/15 ، حديث: 9049، شرح معانی الآثار ، للطحاوی : 67/1 حديث: 398۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے دست (لیگ پیس) کا گوشت کھایا، پھر کلّی کی، اپنے ہاتھ دھوئے اور نماز پڑھی۔

شرح الحدیث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 11 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

پنیر کھانے پر، وضو کرنا

[**82**]...... وَعَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَكَلَ ثَورَ أَقِطٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ وَصَلَّى .

تخریج الحدیث مسند أحمد بن حنبل : 20/15 ، حديث: 9050 ، شرح معانی الآثار ، للطحاوی : 67/1 حدیث: 398۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے پنیر کا ٹکڑا کھایا، پھر اس کی وجہ سے وضو کیا اور پھر نماز پڑھی۔

شرح الحدیث اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث نمبر: 11 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

ہمیشہ اچھی گفتگو کرو

[**83**]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ عُثمَانَ ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ ، عَن عَاصِمِ بنِ بَهدَلَةَ ، عَن أَبِي صَالِحٍ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَن كَانَ يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَاليَومِ الآخِرِ فَليَقُلْ خَيرًا أَو لِيَصمُتْ .

تخریج الحدیث صحیح البخاری ، کتاب الرقاق ، باب حفظ اللسان ، حدیث: 6475، صحیح مسلم ، کتاب الإیمان ، باب الحث علی إکرام الضیف والجار ، حدیث: 74۔ (47)، سنن أبی داؤد ، کتاب الأدب ، باب فی حق الجوار ، حدیث: 5154 ، سنن الترمذی ، أبواب صفة القیامة والرقائق ، باب. . ، حدیث: 2500، سنن ابن ماجة ، کتاب الفتن ، باب کف اللسان فی الفتنة ، حدیث: 3971، مسند أحمد بن حنبل : 45/16 ، حدیث ، 9967 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔

شرح الحدیث مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اچھی گفتگو کرتا ہے۔ بے ہودہ گوئی سے اجتناب کرتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيسَ المُؤمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الفَاحِشِ وَلَا البَذِيءِ .))❶

''مومن، طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بے حیا اور بدزبان نہیں ہوتا۔''

حدیث کے مفہوم پر غور کیجئے، ایک بات واضح نظر آتی ہے کہ جو شخص بدکلام ہے، اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ کہیں ہم مومن و مسلمان ہونے کے زعم میں غفلت شعار تو نہیں ہیں؟ ہماری زبان دوسروں پر زہر تو نہیں اگلتی؟ ہماری زبان اور گفتگو سے لوگوں کو تکلیف تو نہیں ہوتی؟ ہماری زبان ہمارے دعویٰ ایمانی سے عملی مطابقت رکھتی ہے یا نہیں؟ یقیناً غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((المُسلِمُ مَن سَلِمَ المُسلِمُونَ مِن لِسَانِهِ وَيَدِهِ .))❷

''حقیقی مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے پہلے زبان کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی زبان کا معاملہ ہاتھ کی نسبت زیادہ سنگین ہے۔ جس شخص کا اپنی زبان پر قابو نہیں ہے، وہ جھوٹ بولنے، تہمتیں لگانے، جھوٹی گواہیاں دینے، جھوٹی قسمیں اٹھانے، اور بے ہودہ گوئی سے پرہیز نہیں کرتا اس کی زبان اسے جہنم میں لے جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَهَل يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِم أَو عَلَى مَنَاخِرِهِم إِلَّا حَصَائِدُ أَلسِنَتِهِم .))❸

''لوگ جہنم میں چہروں کے بل یا (یوں فرمایا کہ) نتھنوں کے بل، صرف بدزبانی کی وجہ سے ہی پھینکے جائیں گے۔''

مومن بدکلام اور بدزبان نہیں ہوتا۔ جو ہوتا ہے وہ مومن نہیں۔ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ [اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ]

---

❶ سنن الترمذی ، أبواب البر والصلة ، باب ماجاء فی اللعنة ، حديث ، 1977 .

❷ صحيح البخاری ، كتاب الإيمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ، حديث : 10 .

❸ سنن الترمذی ، أبواب الإيمان ، باب ماجاء فی حرمة الصلاة ، حديث: 2616۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

والدین کا حق ادا کرنے کا واحد طریقہ

[84]...... حَدَّثَنَا أَبُو رَبِيعَةَ ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ سُهَيلٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَنِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لا يَجْزِى وَلَدٌ وَالِدَهُ إِلا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعتِقَهُ .

تخريج الحديث صحيح مسلم، كتاب العتق ، باب فضل عتق الوالد ، حديث: 25 ـ (1510)، سنن أبي داؤد ، كتاب الأدب ، باب برالوالدين ، حديث: 5137 ، سنن الترمذي ، أبواب البر والصلة ، باب ماجاء في حق الوالدين ، حديث: 1906، سنن ابن ماجة ، كتاب الأدب ، باب برالوالدين ، حديث: 3659، مصنف ابن أبي شيبة : 218/5 ، حديث: 25398 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی بیٹا اپنے باپ کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ ہاں، البتہ اگر اس کا والد غلام ہو تو وہ اسے خرید کر آزاد کر دے۔

شرح الحديث غلامی کی زندگی نہایت اذیت ناک ہوتی ہے۔ اسلام نے بہت سے معاشرتی امور میں انسانی غفلتوں اور غلطیوں کو معاف کرنے کا ایک ذریعہ؛ (بطور کفار) کسی انسان کو غلامی سے آزادی دلوانا مقرر فرمایا ہے۔ جس سے آزادی کی اہمیت اور غلامی کی اذیت، دونوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں اگرچہ صرف والد کا ذکر ہے لیکن اس میں ماں اور باپ دونوں شامل ہیں۔ اگر کسی شخص کے والدین غلام ہیں تو وہ شخص اپنے والدین کی آزادی کے لیے قیمت ادا کر کے انہیں غلامی کی زندگی سے نکال دے؛ تو شریعت گارنٹی دیتی ہے کہ اس شخص نے اپنے والدین کی محبتوں اور شفقتوں کا حق ادا کر دیا۔ لیکن آزادی دلانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیٹے یا بیٹی میں یہ جرأت پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے آپ کو والدین کی خدمت سے بری الذمہ سمجھ لیں۔ بلکہ ان کی خدمت کرنے اور ان کا سہارا بننے کا حق پھر بھی اولاد کے ذمہ باقی رہتا ہے۔

اس امت کے شہداء

[85]...... وَعَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا تَعُدُّونَ الشَّهَادَةَ ؟ قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ ! مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔ قَالَ: إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا لَقَلِيلٌ۔ قَالُوا: فَمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ ، وَمَنْ مَاتَ بِالبَطْنِ فَهُوَ شَهِيدٌ ، وَمَنْ مَاتَ مِنَ الطَّاعُونِ فَهُوَ شَهِيدٌ .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب الإمارة ، باب بيان الشهداء ، حديث: 165 ـ (1915)، سنن ابن ماجة ، كتاب الجهاد ، باب ما يرجى فيه الشهادة ، حديث: 2804، مسند أبي داؤد الطيالسي : 160/4 ، حديث: 2529، مصنف عبدالرزاق : 270/5 ، حديث: 9574 ، مصنف ابن أبي شيبة : 220/4 ، حديث: 19473، مسند أحمد بن حنبل : 434/15 ، حديث 9695 ،.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم لوگ، شہادت کسے شمار کرتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: جو انسان اللہ کی راہ میں مارا گیا، وہ شہید ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب تو میری امت میں شہداء کی تعداد بہت کم ہوگی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! پھر کون کون شہید ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو انسان اللہ کی راہ میں مارا گیا، وہ شہید ہے۔ جو پیٹ کی بیماری (ہیضہ وغیرہ) سے مر گیا، وہ بھی شہید ہے۔ اور جو طاعون کے باعث مر گیا، وہ بھی شہید ہے۔

شرح الحديث پیٹ کی بیماری سے مراد کسی بھی قسم کا ایسا مرض ہے جو پیٹ میں خرابی کا باعث اور پھر اپنی شدت کی صورت میں جان لیوا ہو۔ اور طاعون ایک وبائی مرض ہے۔

نمازِ جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھنا

[86]...... حَدَّثَنَا عَبدُ الأَعلَى ، وَعَبدُ اللهِ بنُ عَبدِ الوَهَّابِ الحَجَبِيُّ ، قَالا: حَدَّثَنَا سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَمَرَ أَن يُصَلَّى بَعدَ الجُمُعَةِ أَربَعًا .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب الجمعة ، باب الصلاة بعد الجمعة ، حديث: 67 ـ (881)، سنن أبي داؤد ، كتاب الصلاة ، باب الصلاة بعد الجمعة ، حديث: 1131، سنن الترمذي ، أبواب الجمعة ، باب ماجاء في الصلاة قبل الجمعة و بعدها ، حديث: 523 ، سنن النسائي ، كتاب الجمعة ، باب عدد الصلاة بعد الجمعة في المسجد ، حديث: 1426 ، مسند الحميدي : 199/2 ، حديث: 1006، مسند أحمد بن حنبل : 293/16 ، حديث: 10486 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ نمازِ جمعہ کے

بعد چار رکعات پڑھی جائیں۔

شرح الحديث اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے نمازِ جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ جبکہ آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ نمازِ جمعہ کے بعد گھر جا کر دو رکعات پڑھتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

"فَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعدَ الجُمُعَةِ حَتَّى يَنصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكعَتَينِ فِي بَيتِهِ." ❶

"رسول اللہ ﷺ نمازِ جمعہ کے بعد دو رکعات اپنے گھر میں پڑھا کرتے تھے۔"

اگر نمازِ جمعہ کے بعد مسجد میں نوافل ادا کرنے ہوں تو چار، اگر گھر میں ادا کریں تو دو رکعات پڑھی جائیں گی۔ اور یہی صورت زیادہ بہتر ہے، کیونکہ پہلی صورت کے تحت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعات کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا نمازِ جمعہ کے بعد اگر مسجد میں نوافل (سنتیں) ادا کریں تو چار رکعات ادا کریں گے، اگر گھر جا کر ادا کریں تو دو رکعات ادا کریں گے۔ ❷

ڈوب کر مرنے والا، شہید ہے

[87]...... حَدَّثَنَا يَعقُوبُ ، حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي حَازِمٍ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن عُبَيدِ اللّٰهِ بنِ مُقسِمٍ ، عَن أَبِي صَالِحٍ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الغَرِيقُ شَهِيدٌ .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب الإمارة ، باب بيان الشهداء ، حديث: 165 ـ (1915)، مسند أبي عوانة : 499/4 ، حديث: 7473 ، 7475 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ڈوب کر مر جانے والا شہید ہے۔

شرح الحديث خودکشی حرام ہے۔ البتہ جو شخص پانی میں ڈوب کر مر گیا، سیلابی ریلے میں بہہ گیا اور اسی میں اس کی موت واقع ہوگئی؛ تو صحیح العقیدہ ہونے پر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے برابر اجر پائے گا۔

---

❶ صحيح مسلم، كتاب ، باب الصلاة بعد الجمعة ، حديث: 71ـ (882)، صحيح البخاري، كتاب الجمعة ، باب الصلاة بعد الجمعة و قبلها ، حديث: 937 .

❷ سنن الترمذي ، أبواب الجمعة ، باب ماجاء في الصلاة قبل الجمعة و بعدها ، حديث: 523 .

بارشوں کی کثرت، قیامت کی علامت

[88]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، وَعَبدُ الأَعلَى ، قَالا: حَدَّثَنَا خَالِدُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَتُمطِرَنَّ مَطَرًا ، لا تُكِنُّ مِنهُ بُيُوتُ المَدَرِ ، وَلا تُكِنُّ مِنهُ إِلا بُيُوتُ الشَّعَرِ .

تخريج الحديث مسند أحمد بن حنبل : 11/13 ، 12 ، حديث: 7564، الفتن، لنعيم بن حماد : 646/2 ، حديث: 1812۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً ایسی بارش برسے گی کہ جس سے مٹی گارے والے گھر محفوظ نہیں رہیں گے۔ اور اس سے صرف خیمے ہی محفوظ رہیں گے۔

شرح الحديث اس حدیث میں قیامت کی علامات میں سے ایک علامت کا ذکر ہے۔ وہ یہ کہ بارشوں کی کثرت جانی و مالی نقصان کا باعث ہوگی۔ بارشوں کی کثرت کے باعث بہت سے لوگ حادثاتی طور پر لقمہ اجل بن جائیں گے۔ اور زندہ رہنے والوں میں سے بیشتر لوگ بے گھر ہو جائیں گے۔ دور حاضر میں دنیا کے بیشتر ممالک میں بارشوں نے جس قدر تباہی کی ہے اس سے رسول اللہ ﷺ کی اس پیش گوئی کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

اس حدیث میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ مضبوط محل بنا کر خود کو محفوظ تصور کرتے اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت کے مرتکب ہوں گے۔ بارشوں کی کثرت ان کے پکے اور مضبوط گھروں پر زیادہ اثر انداز ہوگی۔ جبکہ درویش طبقہ کسی حد تک آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ واللہ اعلم۔

اگر کوئی شخص نشست سے اٹھنے کے بعد پھر واپس آئے

[89]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، وَعَبدُ الأَعلَى ، قَالا : حَدَّثَنَا خَالِدُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُم مِن مَجلِسِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب السّلام ، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد ، حديث: 31 ـ (2179)، سنن أبي داؤد ، كتاب الأدب ، باب إذا قام الرجل من مجلسه ثم رجع ،

حدیث: 4853، سنن ابن ماجة ، كتاب الأدب ، باب من قام عن مجلس فرجع فهو أحق به ، حديث: 3717، مسند أحمد بن حنبل : 218/13 ، حديث: 7810 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھ جائے، پھر واپس آجائے تو اس جگہ (بیٹھنے) کا وہ زیادہ حق رکھتا ہے۔

شرح الحديث ہم بہت سے اخلاقی امور میں کوتاہی کے مرتکب ہیں۔ زیرنظر حدیث مبارکہ میں مذکور معاملہ ہی لے لیا جائے تو کسی مجلس یا دوران سفر گاڑی کی سیٹ پر بیٹھنے میں ہم کس طرح کا رویہ رکھتے ہیں، ہمارا دل بہت اچھی طرح بیان کرسکتا ہے۔

لہٰذا مجلس کے آداب میں سے ایک اہم ترین ادب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی نشست سے اٹھ کر باہر یا وہیں کسی کام سے گیا ہے تو اس کی نشست کو اسی کے لیے خالی رہنے دیا جائے۔ ہاں، اگر وہ واقعی مجلس چھوڑ کر چلا جائے، یا کسی دوسرے شخص کو وہاں بیٹھ جانے کی اجازت دے جائے تو ایسی صورت میں اس کی نشست پر بیٹھنے میں بلاشبہ کوئی حرج نہیں ہے۔

تھکاوٹ دور کرنے کا وظیفہ

[90]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، أَتَت رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَسَأَلَتهُ خَادِمًا۔ فَقَالَ: أَلَا أَدُلُّكِ عَلَى مَا هُوَ خَيرٌ لَكِ مِن ذَلِكَ ؟ تُسَبِّحِيْنَ ثَلَاثَةً وَّثَلَاثِيْنَ وَتَحْمَدِيْنَ ثَلاثَةً وَّثَلاثِينَ وَتُكَبِّرِينَ أَربَعًا وَّثَلاثِينَ عِندَ مَنَامِكِ .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب الذكر والدعاء ، باب التسبيح أول النهار و عند النوم ، حديث: 81 ـ (2728)، مسند أبي يعلى : 436/1 ، حديث: 578 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں۔ اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خادم طلب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمھارے لیے اس مطالبے سے زیادہ مفید ہو۔ تم سونے کے وقت تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو۔

شرح الحدیث والدین اپنے بچوں کے لیے ابتدائی درس گاہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ بچے والدین کے رویوں سے ہی سیکھتے ہیں۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو مادیت پرستی کے اس طوفانی دور میں روحانیت کا ماحول مہیا کریں۔ جیسا کہ زیر نظر حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو تعلیم دی ہے۔ آپ کی اس تعلیم میں یہی حکمت پنہاں ہے۔ تھوڑا غور کرنے سے رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم میں پنہاں نہایت عظیم حکمت کو سمجھا جا سکتا ہے۔

جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی نہیں ہوئی تھی، تب رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا تھا:

((يَا فَاطِمَةُ بِنتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِى مَا شِئْتِ مِن مَالِى .)) ❶

''محمد (ﷺ) کی بیٹی، فاطمہ! مجھ سے جتنا مال چاہو مانگ سکتی ہو۔''

اور یہی بیٹی جب خادم مانگنے اپنے اباجان (یعنی: رسول اللہ ﷺ) کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے مال/خادم دینے کی بجائے وظیفہ بتا دیا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی یہ صاحبزادی اب ماں بن چکی تھی۔ ان کے ذمہ اپنی اولاد کی تربیت بھی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ظاہری تکلیف کا روحانی حل بتایا، تا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے بچے اپنے ماں باپ سے؛ مادیت پر انحصار کرنے کی بجائے روحانیت سیکھیں۔

سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر؛ یہ تینوں کلمات نہایت عظمت والے ہیں۔ فرض نماز کے بعد بھی ان کی تسبیح کرنا مسنون ہے۔ 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ، 34 مرتبہ اللہ اکبر۔ اور بعض روایات کے مطابق اللہ اکبر بھی 33 مرتبہ اور ایک مرتبہ:

((لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .)) ❷

ایک حدیث میں نماز کے بعد دس مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' دس مرتبہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' اور دس مرتبہ ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' نماز کے بعد پڑھنے کا ذکر ہے۔ ❸

❶ صحيح البخارى ، كتاب الوصايا ، باب هل يدخل النساء و الولد فى الأقارب ، حديث: 2753 .

❷ صحيح مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب استحباب الذكر بعد الصلاة ، حديث: 597 .

❸ صحيح البخارى ، كتاب الدعوات ، باب الدعاء بعد الصلاة ، حديث: 6329 .

اور ایک صحیح حدیث کے مطابق نماز کے بعد 25 مرتبہ سبحان اللہ، 25 مرتبہ الحمدللہ، 25 مرتبہ اللہ اکبر اور 25 مرتبہ "لا إله إلا الله" پڑھنا بھی جائز ہے۔ [1]

قربِ قیامت، وقت کی رفتار

[91]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنْ سُهَيلٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: لا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهرِ ، وَالشَّهرُ كَالجُمُعَةِ ، وَالجُمُعَةُ كَاليَومِ ، وَاليَومُ كَالسَّاعَةِ ، وَالسَّاعَةُ كَاحتِرَاقِ السَّعَفَةِ .

تخريج الحديث مسند أحمد بن حنبل : 550/16 ، حديث: 10943 ، شرح مشكل الآثار ، للطحاوي : 436/7 ، حديث: 2986، صحيح ابن حبان : 256/15 ، حديث: 6842۔ ابن حبان اور احمد شاکر نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت نہیں آئے گی، حتی کہ سال مہینے کی طرح، مہینہ جمعے (ایک ہفتہ) کی طرح، اور ایک ہفتہ ایک دن کی طرح، اور ایک دن ایک گھڑی کی طرح جبکہ ایک گھڑی ایک شعلہ جل کر بجھنے کی طرح گزرے گی۔

شرح الحديث قربِ قیامت وقت کی تیز رفتاری کی تین صورتیں ہیں:

(1)...... انسان اس قدر اپنی زندگی کے معاملات میں مصروف اور الجھ جائے گا کہ اسے وقت کے گزرنے کا احساس نہیں رہے گا۔ اور اسے اپنی خواہشات اور تمناؤں کو پورا کرنے کے لیے وقت کی کمی محسوس ہوگی۔ اس کے لیے سال، مہینے کی مانند اور مہینہ ہفتہ کی مانند اور ہفتہ ایک دن کی مانند گزرتا جائے گا۔ اس قدر انسانی مصروفیت کی ایک وجہ مادی ترقی ہے، جس کی ایک زبردست جھلک سوشل میڈیا کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

(2)...... علامات قیامت رونما ہونے لگیں گی، اور اس قدر تیزی سے یکے بعد دیگرے علاماتِ قیامت کا ظہور ہوتا جائے گا کہ دنیا کا اختتام بالکل سر پر محسوس ہوگا۔ زلزلے، سیلاب اور دیگر آفات سے انسانی آبادیاں بہت تیزی سے ختم ہونے لگیں گی۔ انسانوں کی عمریں کم سے کم ہوتی جائیں گی۔

[1] سنن النسائی ، کتاب السهو ، باب نوع آخر من عدد التسبيح ، حديث: 1351، مسند السراج ، حديث :881۔ محدث البانی نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

(3)...... وقت حقیقی معنوں میں تیز رفتار ہو جائے گا۔ اور بہت جلد قیامت کا وقوع ہو جائے گا۔

وقت کی تیز رفتاری کی کوئی بھی صورت ہو، البتہ قیامت کے وقوع تک نیک اور صحیح مومن افراد دنیا چھوڑ جائیں گے۔

نمازِ جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھو

[92]...... حَدَّثَنَا عَبْدُ الأعلىٰ ، حَدَّثَنَا وُهَيبُ بنُ خَالِدٍ ، عَن سُهَيلٍ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الجُمُعَةَ فَليُصَلِّ بَعدَهَا أَربَعًا .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب الجمعة ، باب الصلاة بعد الجمعة ، حديث: 67 ـ (881)، سنن أبى داؤد ، كتاب الصلاة ، باب الصلاة بعد الجمعة ، حديث: 1131، سنن الترمذى ، أبواب الجمعة ، باب ماجاء فى الصلاة قبل الجمعة و بعدها ، حديث: 523 ، سنن النسائى ، كتاب الجمعة ، باب عدد الصلاة بعد الجمعة فى المسجد ، حديث: 1426، مسند الحميدى : 199/2 ، حديث: 1006، مسند أحمد بن حنبل : 293/16 ، حديث: 10486 ، المسند المستخرج على صحيح مسلم ، لأبى نعيم : 465/2 ، حديث: 1978 .

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص جمعہ پڑھے، وہ اس کے بعد چار رکعات (نفل) بھی پڑھے۔

شرح الحديث اس حدیث کے متعلق وضاحت، حدیث نمبر: 86 کے تحت دیکھیں۔

اگر کوئی شخص نشست سے اٹھنے کے بعد پھر واپس آئے

[93]...... حَدَّثَنَا عُبَيدُ اللّٰهِ بنُ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنَا عَبدُ العَزِيزِ بنُ مُسلِمٍ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِذَا قَامَ أَحَدُكُم مِن مَجلِسِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ .

تخريج الحديث صحيح مسلم ، كتاب السّلام ، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد ، حديث: 31 ـ (2179)، سنن أبى داؤد ، كتاب الأدب ، باب إذا قام الرجل من مجلسه ثم رجع ، حديث: 4853، سنن ابن ماجة ، كتاب الأدب ، باب من قام عن مجلس فرجع فهو أحق به ،

حدیث: 3717، مسند أحمد بن حنبل: 218/13 ، حدیث: 7810.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی نشست سے اٹھ جائے، اور پھر واپس آ جائے تو وہاں بیٹھنے کا وہی زیادہ حق دار ہے۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت، حدیث نمبر: 89 کے تحت دیکھیں۔

کسی کے لیے غیر موجودگی میں دعا کرنا

[94]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ سُلَيمَانَ ، حَدَّثَنَا حِبَّانُ بنُ عَلِيٍّ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا دَعَا الغَائِبُ لِلغَائِبِ ، قَالَتِ المَلائِكَةُ: وَلَكَ بِمِثلٍ .

تخريج الحديث الـدعاء للطبراني : ص، 395 ، حديث: 1327، التـرغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك ، لإبن شاهين : ص، 142 ، حديث: 493، مكارم الأخلاق ، للخرائطي : ص، 256 ، حديث: 787.

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص غیر موجود شخص کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: تم پر بھی ایسی ہی عنایات ہوں۔

شرح الحديث دوسرے شخص سے ہمدردی اور حسن سلوک، ہماری کامیابی اور عزت افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معیار ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے بھلائی کا ارادہ رکھتا ہو، اس سے ہمدردی کرے، اس کی ضرورت میں کام آئے تو اللہ تعالیٰ اِس شخص پر اپنی عنایات کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((المُسلِمُ أَخُو المُسلِمِ لا يَظلِمُهُ وَلا يُسلِمُهُ وَمَن كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ .)) [1]

"مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، نہ ہی اس پر ظلم ہونے دیتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات پوری کرتا ہے۔"

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب المظالم و الغصب ، باب لا يظلم المسلم المسلم و لا يسلمه، حديث: 2442.

ایک روایت میں یوں مذکور ہے:

((إِن أَسرَعَ الدُّعَاءِ إِجَابَةً دَعوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ .)) ❶

''سب سے جلد قبول ہونے والی دعا، کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کے لیے کی گئی دعا ہے۔''

سوموار اور جمعرات کا روزہ، مسنون ہے

[95]...... حَدَّثَنَا عمرُو بنُ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بنُ مَخلَدٍ ، عَن مُحَمَّدِ بنِ رِفَاعَةَ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَصُومُ الإِثْنَينِ وَالْخَمِيسَ .

تخريج الحديث سنن ابن ماجة ، كتاب الصيام ، باب صيام يوم الاثنين و الخميس ، حديث: 1740 ، مسند أحمد بن حنبل : 98/14 ، حديث: 8361۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

شرح الحديث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے اور اس میں حکمت یہ بیان فرماتے تھے کہ:

((تُعرَضُ الأَعمَالُ يَومَ الاِثنَينِ وَالخَمِيسِ فَأُحِبُّ أَن يُعرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ .)) ❷

''سوموار اور جمعرات کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے انسانوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ جب بھی میرے اعمال پیش ہوں، میرا روزہ ہو۔''

سوموار اور جمعرات کے روز جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ ان دو ایام میں آپس میں ناراض افراد کے علاوہ ہر اس شخص کو معافی دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا۔ ❸

---

❶ سنن أبي داؤد ، كتاب الصلاة ، باب الدعاء بظهر الغيب ، حديث: 153 .

❷ سنن الترمذي ، أبواب الصوم ، باب ماجاء فى صوم يوم الإثنين و الخميس ، حديث: 747۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة ، باب النهى عن الشحناء و التهاجر ، حديث: 35۔ (2565) ، سنن الترمذي ، أبواب البر والصلة ، باب ماجاء فى المتهاجرين ، حديث: 2023 .

رسول اللہ ﷺ نے سوموار کا روزہ رکھنے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی تھی کہ اس روز میں پیدا ہوا، اور اسی روز مجھے نبوت ملی تھی۔ ❶

جہاں دیگر بہت سی سنتیں دورِ حاضر میں چھوڑ دی گئی ہیں، وہاں سوموار اور جمعرات کا روزہ بھی ہے۔ اس سنت کو اپنانے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ تا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے اعمال پیش کیے جائیں تو ہمارے عمل میں اس دن کا روزہ موجود ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے دن کو سالانہ بنیادوں پر منانے کی بے بنیاد عادت کو چھوڑ کر ہفتہ وار روزہ رکھ کر سنت پر عمل کرنا یقیناً سعادت ہے۔

مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے

[96]...... حَدَّثَنَا يَعقُوبُ بنُ حُمَيدٍ ، حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي حَازِمٍ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَن حَمَلَ عَلَينَا السِّلَاحَ فَلَيسَ مِنَّا .

تخریج الحدیث صحیح مسلم ، کتاب الإیمان ، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم "من غشنا فلیس منا" ، حدیث: 164 ـ (101)، مصنف ابن أبی شیبة : 556/5 ، حدیث: 28931، مسند أحمد بن حنبل : 232/15 ، حدیث: 9396، الأدب المفرد، للبخاری : حدیث ، 1280، مسند أبی عوانة : 60/1 ، حدیث: 158، المسند المستخرج علی صحیح مسلم ، لأبی نعیم : 174/1 ، حدیث: 283.

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہمارے خلاف اسلحہ اٹھایا، وہ ہم میں سے نہیں۔

شرح الحدیث مسلمانوں کا آپس میں لڑنا نہایت مکروہ اور معیوب عمل ہے۔ آپس کے اختلافات کو احسن طریقے سے حل کیا جائے۔ مسلمانوں کی خانہ جنگی کو رسول اللہ ﷺ نے زیرِ نظر حدیث مبارکہ میں اس قدر قبیح جرم قرار دیا ہے کہ ایسا کرنے والے انسان سے آپ ﷺ نے برأت کا اظہار کیا ہے۔

جس مسلمان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ یہ فرما دیں کہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ شخص دنیا و

❶ صحیح مسلم، کتاب الصیام ، باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شهر ، حدیث: 197 ـ (1162).

آخرت میں رسوائی، ذلت اور سزاؤں کا ہی مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس لیے چھوٹی سطح سے عالمی سطح تک کے مسلمانوں میں پائے جانے والے اختلافات کا حل اسلحہ نہیں ہے۔ اسی صورت حال سے مسلم معاشرے کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ آپس میں لڑائی جھگڑے مت کرو، کیونکہ تم لوگ آپس میں بھائی بھائی ہو۔ اور اگر کسی جگہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو:

﴿ وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾ [الحجرات : 9]

''اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کراؤ۔''

لہٰذا مسلمان دوسرے مسلمان کی جان کا محافظ ہوتا ہے۔ اس کی جان لینے کے درپے نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اسی میں معاشرے کا امن ہے۔

صبح کے وقت کی دعا

[97]...... حَدَّثَنَا يَعقُوبُ بنُ حُمَيدٍ ، حَدَّثَنَا ابنُ أَبِى حَازِمٍ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِى هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِذَا أَصبَحتُم فَقُولُوا: اللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمسَيْنَا وَبِكَ نَحيَا وَبِكَ نَمُوتُ وَ إِلَيْكَ الْمَصِيْرُ .

تخريج الحديث سنن ابن ماجة ، كتاب الدعاء ، باب مايدعو به الرجل إذا أصبح و إذا أمسى ، حديث: 3868، سنن الترمذى ، أبواب الدعوات ، باب ماجاء فى الدعاء إذا أصبح و إذا أمسى ، حديث: 33914، مسند أحمد بن حنبل : 444/16 ، حديث ، 1076 ، عمل اليوم والليلة ، لإبن السنى : ص، 37 ، حديث ، 35۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح کے وقت تم کہا کرو: ''اَللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمسَيْنَا وَبِكَ نَحيَا وَبِكَ نَمُوتُ وَ إِلَيْكَ الْمَصِيْرُ '' (اے اللہ تیری توفیق سے ہم نے صبح کی، اور تیری ہی توفیق سے شام کی۔ تیرے ہی حکم سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی حکم سے مریں گے۔ اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔)

شرح الحديث صبح کا آغاز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کرنا یقیناً برکت کا باعث ہے۔ نماز فجر کی ادائیگی اور پھر اذکار کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا، دن بھر انسان کے لیے برکت وسعادت کا ذریعہ ہے۔ ان وظائف کو

یاد کرنا اوران کے مواقع پر پڑھنا معمول بنانے سے انسان شیطانی چالوں اور بے برکتیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

گھر سے نکلتے وقت کی دعا

[98]...... حَدَّثَنَا يَعقُوبُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسمَاعِيلُ ، عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ الحُسَينِ بنِ عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ ، عَن سُهَيلٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضى الله عنه ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِن بَيتِهِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ وَلا حَولَ وَلا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ التُّكلانُ عَلَى اللّٰهِ .

تخريج الحديث سنن ابن ماجة ، كتاب الدعاء ، باب ما يدعو الرجل إذا خرج من بيته ، حديث: 3885، الأدب المفرد ، للبخارى : حديث ، 1197 ، الدعاء، للطبرانى : ص، 145 ، حديث ، 406۔ ضعیف۔عبداللہ بن حسین،ضعیف راوی ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے گھر سے باہر جاتے تو کہتے: ''اللہ کے نام سے (جانے لگا ہوں)، اور غلطی سے بچنے اور اچھائی کرنے کی توفیق صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اللہ پر ہی توکل ہے۔''

شرح الحديث ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر شخص کو گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنے کی تعلیم دی ہے:

((بِسمِ اللّٰهِ تَوَكَّلتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ .)) [1]

ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے وظائف و اذکار کو اپنایا جائے۔ تاکہ ہماری زبانیں اللہ کا ذکر کرنے والی بن جائیں، اور اللہ کے حضور سرخرو ہو جائیں۔ اور ہمارے گھر جسمانی و روحانی پریشانیوں سے محفوظ بھی رہیں۔

مؤحدین کو روزِ قیامت، اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا

[99]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ بَحرٍ ، حَدَّثَنَا سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ ، حَدَّثَنَا سُهَيلٌ ، عَن أَبِيهِ ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه ، عَن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ۔ قَالَ: قَالَ نَاسٌ: يَارَسُولَ اللّٰهِ هَل نَرَى رَبَّنَا يَومَ القِيَامَةِ؟ قَالَ: هَل تُضَارُّونَ فِي رُؤيَةِ الشَّمسِ فِي الظَّهِيرَةِ لَيسَتْ فِي سَحَابَةٍ؟ قَالُوا: لَا۔

[1] سنن أبى داؤد ، كتاب الأدب ، باب ما يقول إذا خرج من بيته ، حديث: 5095 .

قَالَ: وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِهِ لَا تُضَارُّونَ فِی رُؤیَتِهِ إِلا كَمَا تُضَارُّونَ فِی رُؤیَةِ أَحَدِهِمَا ـ فَیَلقَی العَبدَ ، فَیَقُولُ لَهُ: أَی فُلْ أَلَم أُكرِمْكَ ، أَلَم أُسَوِّدْكَ ، أَلَم أُزَوِّجْكَ ، أَلَم أُسَخِّرْ لَكَ الخَیْلَ وَالإِبِلَ ، وَأَذَرْكَ تَرَأَسُ وَتَربَعُ ـ قَالَ: بَلَی أَی رَبِّ ـ قَالَ: أَفَظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلاقِیَّ؟ فَیَقُولُ: لَا رَبِّ ـ قَالَ: فَیَقُولُ: فَإِنِّی أَنسَاكَ كَمَا نَسِیْتَنِی ـ ثُمَّ یَلقَی الثَّانِی فَیَقُولُ مِثلَ ذٰلِكَ ـ ثُمَّ یَلقَی الثَّالِثَ فَیَقُولُ: أَی رَبِّ آمَنتُ بِكَ ، وَبِكِتَابِكَ ، وَبِرَسُولِكَ ، وَصَلَّیتُ ، وَتَصَدَّقتُ ، وَصُمتُ ، وَیُثنِی بِخَیرٍ مَا اسْتَطَاعَ قَالَ: فَیَقُولُ لَهُ: فَهٰهُنَا إِذًا فَیَقُولُ: أَلَا نَبْعَثَ شَاهِدَنَا عَلَیكَ؟ قَالَ: فَیُفَكِّرُ فِی نَفسِهِ مَن ذَا یَشْهَدُ عَلَیهِ؟ فَیُختَمُ عَلٰی فِیهِ ـ وَیُقَالُ لِفَخِذِهِ: انْطِقِی ، فَتَنطِقُ فَخِذُهُ ، وَعِظَامُهُ ، وَلَحمُهُ بِعَمَلِهِ ؛ مَا كَانَ ـ وَذٰلِكَ لِیُعذِرَ مِن نَفسِهِ ، وَذٰلِكَ المُنَافِقُ ، وَذٰلِكَ الَّذِی یَسْخَطُ اللّٰهُ عَلَیهِ ـ قَالَ: ثُمَّ یُنَادِی مُنَادٍ: أَلَا تَبعت كُلُّ مِلَّةٍ مَا كَانَت تَعبُدُ ـ فَتَتبَعُ الشَّیَاطِینَ وَالصَّلْبَ أَولِیَائُهُم إِلَی جَهَنَّمَ ـ وَبَقِینَا أَیُّهَا المُؤمِنُونَ ، وَبَقِینَا أَیُّهَا المُؤمِنُونَ ، وَبَقِینَا أَیُّهَا المُؤمِنُونَ ـ فَیَأتِینَا رَبُّنَا ، فَیَقُولُ: عَلَی مَا هٰؤُلَاءِ؟ فَنَقُولُ: نَحنُ عِبَادُكَ المُؤمِنُونَ ، آمَنَّا بِاللّٰهِ ، لَا نُشرِكُ بِهِ شَیئًا ، وَهٰذَا مَقَامُنَا حَتَّی یَأتِیَنَا رَبُّنَا ، وَهُوَ یُثِیبُنَا تَثبِیتًا لَهُم ـ ثُمَّ نَنطَلِقُ ، حَتَّی نَأتِیَ الجِسْرَ ، وَعَلَیهِ كَلَالِیبُ مِن نَارٍ ، تَخْطِفُ النَّاسَ ، وَعِندَ ذٰلِكَ حَلَّتِ الشَّفَاعَةُ ، أَی اللّٰهُمَّ سَلِّم سَلِّم ـ أَی اللّٰهُمَّ سَلِّم سَلِّم ـ فَإِذَا وَرَدَ الجِسرَ ، فَكُلُّ مَن أَنفَقَ زَوجًا مِمَّا مَلَكَ مِنَ المَالِ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ ؛ نَجَا مِنَ النَّارِ ، فَكُلُّ خَزَنَةِ الْجَنَّةِ تَدْعُوهُ: یَاعَبْدَ اللّٰهِ یَامُسْلِمُ یَاعَبْدَ اللّٰهِ! هٰذَا خَیرٌ ، فَتَعَالَ ـ قَالَ أَبُو بَكرٍ: یَارَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ذٰلِكَ لِعَبدٍ لَا تَوَی عَلَیهِ یَدَعُ بَابًا وَیَلِجُ مِن آخَرَ ـ فَضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنكِبَهُ أَو كَتِفَهُ ، قَالَ: وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِهِ إِنِّی لَأَرجُو أَنْ تَكُونَ مِنهُمْ .

تخریج الحدیث صحیح مسلم ، کتاب الزهد والرقائق ، حدیث: 16 ـ (2968)، مسند الحمیدی : 298/2 ، حدیث: 1212، رؤیة اللّٰه ، للدارقطنی: ص، 117 ، حدیث: 17 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا قیامت کے روز ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا دوپہر کے وقت؛ جب کوئی

بادل بھی نہ ہو تو سورج دیکھنے میں تمھیں کوئی دقت محسوس ہوتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں تمھیں اسی طرح کوئی دقت نہیں ہوگی جس طرح ان دونوں (چاند اور سورج) کو دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے ملیں گے اور اسے پوچھیں گے: اے فلان! کیا میں نے تمھیں عزت نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تمھیں سربراہ نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تمھیں ازدواجی زندگی عطا نہیں کی تھی؟ کیا میں نے گھوڑوں اور اونٹوں کو تمھارا تابع نہیں کر دیا تھا؟ کیا میں نے تمھیں لائق اطاعت سرداری نہیں عطا کی تھی؟ وہ بندہ کہے گا: جی ہاں، میرے پروردگار (سب کچھ عطا کیا تھا)۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: کیا تمھیں گمان تھا کہ مجھ سے تمھاری ملاقات ہوگی؟ وہ بندہ کہے گا: نہیں، میرے رب۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں تمھیں اسی طرح بھلا دوں گا جس طرح تم نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر دوسرے بندے سے ملاقات ہوگی۔ اس سے بھی اسی طرح پوچھیں گے۔ پھر تیسرے بندے سے ملاقات ہوگی۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا۔ میں نے نمازیں بھی پڑھیں۔ میں نے صدقہ بھی کیا۔ میں نے روزے بھی رکھے۔ اور جس قدر ہو سکے گا وہ اپنی نیکیوں کی تعریف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: ٹھہرو۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا ہم اپنے گواہوں کو نہ بلالیں؟ وہ بندہ سوچے گا کہ اس کے خلاف کون گواہی دے گا؟ تو اس کے منہ کو بند کر دیا جائے گا۔ اور اس کی ران سے کہا جائے گا: بولو، تو اس کی ران، اس کی ہڈیاں، اور اس کا گوشت اس کے سب کرتوت بیان کر دے گا۔ یہ اس لیے کیا جائے گا کہ وہ خود کو ہی ملامت کرے۔ یہ انسان منافق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر سخت غصہ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: ہر قوم اس کے پیچھے آجائے جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ تو شیاطین اور صلیبی کے ساتھی ان کے پیچھے پیچھے جہنم میں چلے جائیں گے۔ اور مومنو! باقی ہم ہی رہ جائیں گے۔ مومنو! باقی ہم ہی رہ جائیں گے۔ مومنو! باقی ہم ہی رہ جائیں گے۔ ہمارے پاس ہمارا رب آئے گا۔ اور کہے گا: کس کے انتظار میں ہو؟ ہم کہیں گے: ہم آپ کے مومن بندے ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے، ہم نے اس کے ساتھ معمولی شرک بھی نہیں کیا۔ ہم یہیں کھڑے رہیں گے حتی کہ ہمارا رب ہمارے پاس آجائے، اور ہمیں لے جائے۔ پھر ہم چل پڑیں گے، حتی کہ ایک پل پر آجائیں گے۔ اس پل پر آگ کے کُنڈے ہوں گے، جو لوگوں کو کھینچ لیں گے۔ اس وقت شفاعت کی اجازت مل جائے گی۔ (میں کہوں گا) ہمارے پروردگار! سلامت رکھنا، سلامت رکھنا۔ جب پل کے اوپر سے گزرنے لگیں گے تو جس شخص نے اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں جوڑا

خرچ کیا ہوگا، وہ تو آگ سے بچ جائے گا۔ اور جنت کا ہر دربان اس کو آوز دے گا: اے اللہ کے بندے، اے مسلمان، اے اللہ کے بندے، یہ بہتر (مقام) ہے، ادھر آ جاؤ۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس شخص کو کوئی نقصان تو نہیں ہوگا نا، کہ جو ایک دروازہ چھوڑ کر کسی دوسرے دروازے سے داخل ہو جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ ان لوگوں میں آپ بھی ہوں گے۔ (یعنی جنھیں ہر دروازے سے جنت میں بلایا جائے گا)

شرح الحدیث اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہی نور ہے جسے حالت بیداری یا حالت خواب میں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ البتہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی آنکھوں کو یہ طاقت بخشیں گے کہ وہ اپنے رب کا دیدار کر سکیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ ﴾ [القيامة :23,22]

''اس روز کچھ چہرے ہشاش بشاش ہوں گے انہیں رب کا دیدار نصیب ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اور مخلوق ہونے کے اعتبار سے اس کی بصری طاقت کی ایک حد متعین ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دنیا کی زندگی میں کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا۔ چاہے وہ انسان ولی ہو یا نبی۔ ہاں البتہ روزِ قیامت اور جنت میں اللہ پاک اپنے نیک بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ جیسا کہ زیر نظر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث اور سابقہ سطور میں مذکور آیت مبارکہ سے واضح ہوتا ہے۔

یاد رہے! اللہ تعالیٰ کی ذات مرئی ہے، غیر مرئی نہیں۔ یعنی اللہ کی ذات دیکھی جا سکتی ہے لیکن دنیاوی زندگی میں آنکھ وہ طاقت نہیں رکھتی جو اس کو دیکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ﴾ [الانعام : 103]

''آنکھیں اس (اللہ) کا ادراک نہیں کر سکتیں جبکہ وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: اے اللہ مجھے اپنا دیدار کرا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ﴾ [الاعراف : 143]

''(اے موسیٰ) تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ سلامت رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر (اپنے نور کی) کرن برسائی اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ

کر دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش گر پڑے۔)

اس آیت مبارکہ سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نظر آنے والی (مرئی) ذات ہے، وہ نظر آ سکتا ہے۔ تبھی تو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) فضول اور بے مقصد مطالبہ نہیں کر سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں نظر ہی نہیں آ سکتا یا میں غیر مرئی (نظر نہ آنے والی) ذات ہوں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ کا جوابی فرمان اور موسیٰ علیہ السلام کا بے ہوش گر جانا اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا کی زندگی میں کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی۔ پورے ذخیرہ حدیث میں تلاش کر کے دیکھ لیں، کوئی ایسی روایت نہ ملے گی کہ جس میں کسی ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل حلیہ اور چہرے کا مکمل حسن بیان کیا ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ پر کسی کی نظر ٹکتی ہی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا جلال اور حسن کا کمال اس حد تک تھا کہ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ ہی نہ سکتا تھا۔ اللہ کی ذات تو نور ہی نور ہے اسے دیکھنے کی بساط کس کی ہو سکتی ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ ﴾ [النجم : 14,13]

''اور یقیناً اس نے اسے دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی کے نزدیک دیکھا۔''

کہا جاتا ہے کہ یہاں دیکھنے سے مراد اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں جبریل مراد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے صحابی سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آقا! آپ نے اپنے اللہ کو دیکھا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو نور ہی نور ہے اسے میں کیسے دیکھ سکتا تھا۔ ❶

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو تجھے یہ بیان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا ہے وہ جھوٹا ہے۔ ❷

معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ حقیقت یہی ہے کہ دنیا کی زندگی میں کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی۔ چاہے وہ آنکھ نبی کی کیوں نہ ہو۔ البتہ آخرت میں اللہ پاک اپنے نیک بندوں کو اپنا دیدار

---

❶ صحيح مسلم ، كتاب الايمان ، باب قوله عليه السلام نور أنى أراه ، حديث: 178 .

❷ صحيح البخارى ، كتاب التفسير ، باب سورة النجم ، حديث: 4855 .

کرائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کا دیدار، جنتیوں کے لیے جنت کے حصول سے بڑھ کر انعام ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا، خواب میں تھا، بیداری میں نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے رب کو خوبصورت ترین شکل میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے محمد! میں نے کہا: لبیک یا رب! اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ملاء اعلیٰ کس بات کا جھگڑا کر رہے ہیں........۔ [1]

[1] مکمل روایت اور تفصیل کے لیے دیکھئے: سنن الترمذی، أبواب تفسیر القرآن، سورة ص، حدیث: 3234، سنن الدارمی: 170/2، حدیث: 2149، المعجم الکبیر للطبرانی: 141/20، حدیث: 290.

مصادر ومراجع

1: قرآن مجید .

2: تـفسيـر الـخـازن (لبـاب التـأويـل فى معانى التنزيل): علاء الدين على بن محمد الخازن۔ تحقيق: تصحيح محمد على شاهين۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت

3: تـفسير القرطبى (الجامع لأحكام القرآن): محمد بن أحمد شمس الدين القرطبى۔ تحقيق : أحمد البردونى وإبراهيم أطفيش۔ الناشر : دار الكتب المصرية القاهرة

4: تـفسيـر الطبرى (جامع البيان فى تأويل القرآن): محمد بن جرير أبو جعفر الطبرى۔ تحقيق: أحمد محمد شاكر۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت .

5: أسبـاب نزول القرآن : أبو الحسن على بن أحمد الواحدى۔ تحقيق: كمال بسيونى زغلول۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت .

6: صـحيـح البـخـارى:مـحـمـدبن إسماعيل البخاري۔تحقيق:محمد زهير بن ناصر الناصر۔ ترقيم:محمد فؤاد عبد الباقى۔دارطوق النجاة .

7: صـحيـح مسـلـم: مسـلـم بن الحجاج القشيرى۔ تحقيق: محمد فؤاد عبدالباقى۔ دار إحياء التراث العربى بيروت .

8: سـنـن أبـى داود:أبـو داود سـليـمـان بن الأشعث السِّجِستانى۔تحقيق: محمد محيى الدين عبدالحميد۔المكتبة العصرية صيدا بيروت .

9: سـنـن الـتـرمـذى: ابوعيسىٰ محمد بن عيسى الترمذى۔ تحقيق: أحمد محمد شاكر ، محمد فؤاد عبد الباقى۔ الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى مصر .

10: سـنـن النسائى(المجتبى من السنن):أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائى۔ تحقيق:عبد الفتاح أبو غدة۔مكتب المطبوعات الإسلامية حلب .

11: سـنـن ابـن مـاجة:ابـن مـاجة أبـوعبـداللّـه مـحـمدبن يزيدالقزوينى۔ تحقيق: محمد فؤاد عبدالباقى۔دارإحياء الكتب العربية فيصل عيسى البابى الحلبى .

12: مـوطـأ الإمام مالك: الامام مالك بن أنس المدنى۔ تخريج و تعليق: محمد فؤاد عبد الباقى۔ الناشر: دار إحياء التراث العربى بيروت .

13: صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان: محمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم البُستى۔ تحقيق: شعيب الأرنؤوط۔الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت .

14: موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان: نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى۔ تحقيق: محمد عبدالرزاق حمزة۔الناشر: دار الكتب العلمية .

15: صحيح ابن خزيمة : أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة النيسابورى۔ تحقيق: دكتور محمد مصطفى الأعظمى۔ الناشر: المكتب الإسلامى بيروت

16: مسند الإمام أحمد بن حنبل:أبو عبد اللّٰه أحمد بن حنبل۔ تحقيق: شعيب الأرنؤوط و عادل مرشد وآخرون۔مؤسسة الرسالة بيروت .

17: مسند ابن الجعد: على بن الجَعد البغدادى۔ تحقيق: عامر أحمد حيدر۔ الناشر: مؤسسة نادر بيروت .

18: مسند البزار (البحر الزخار) : أبو بكر أحمد بن عمرو العتكى المعروف بالبزار۔ تحقيق: محفوظ الرحمن زين الله وغيره۔ الناشر: مكتبة العلوم والحكم المدينة المنورة .

19: مسند أبى داود الطيالسى: أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسى۔ تحقيق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركى۔ الناشر: دار هجر مصر .

20: مسند أبى يعلى: أبو يعلى أحمد بن على الموصلى۔ تحقيق: حسين سليم أسد۔ الناشر: دار المأمون للتراث دمشق .

21: مسند إسحاق بن راهويه : أبو يعقوب إسحاق بن إبراهيم المعروف بابن راهويه۔ تحقيق: دكتور عبد الغفور البلوشى۔ الناشر: مكتبة الإيمان المدينة المنورة

22: مسند الحميدى: أبو بكر عبد الله بن الزبير الحميدى۔ تحقيق: حسن سليم أسد الدَّارَانىّ۔دارالسقا دمشق سوريا .

23: مسند الشاميين : سليمان بن أحمد أبو القاسم الطبرانى۔ تحقيق: حمدى بن عبدالمجيد السلفى۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت .

24: مسند الإمام الشافعى : أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعى۔ الترتيب الفقهى: محمد عابد السندى۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت .

25: مسند السراج : أبو العباس محمد بن إسحاق الخراسانى المعروف بالسَّرَّاج۔ تحقيق: الأستاذ إرشاد الحق الأثرى۔ الناشر: إدارة العلوم الأثرية فيصل آباد باكستان

26: المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم : أبو نعيم أحمد بن عبد اللّٰه الأصبهانى۔

تحقیق: محمد حسن محمد ـ الناشر: دار الکتب العلمیة بیروت .
27: السنن الکبری : أبو عبد الرحمن أحمد بن شعیب النسائی ـ تحقیق: حسن عبد المنعم شلبی ـ الناشر: مؤسسة الرسالة بیروت
28: السنن الکبری: أحمد بن الحسین أبو بکر البیهقی ـ تحقیق: محمد عبد القادر عطا ـ الناشر: دار الکتب العلمیة بیروت .
29: السنن الصغیر : أحمد بن الحسین أبو بکر البیهقی ـ المحقق: عبد المعطی أمین قلعجی ـ الناشر: جامعة الدراسات الإسلامیة کراتشی باکستان .
30: سنن الدارقطنی ، أبو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی ـ تحقیق: شعیب الارنؤوط ـ الناشر: مؤسسة الرسالة بیروت .
31: المنتقی من السنن المسندة : أبو محمد عبد اللّٰه بن علی بن الجارود النیسابوری ـ تحقیق: عبد اللّٰه عمر البارودی ـ الناشر : مؤسسة الکتاب الثقافیة بیروت .
32: المعجم الکبیر: سلیمان بن أحمد أبو القاسم الطبرانی ـ تحقیق: حمدی بن عبد المجید السلفی ـ الناشر: مکتبة ابن تیمیة القاهرة .
33: المعجم الأوسط: سلیمان بن أحمد أبو القاسم الطبرانی ـ تحقیق: طارق بن عوض الله بن محمد ، عبد المحسن بن إبراهیم الحسینی ـ الناشر: دار الحرمین القاهرة .
34: معجم ابن الأعرابی : أبو سعید بن الأعرابی البصری الصوفی ـ تحقیق: عبد المحسن بن إبراهیم ـ الناشر: دار ابن الجوزی المملکة العربیة السعودیة
35: مصنف ابن ابی شیبة (المصنف فی الأحادیث والآثار): أبو بکر بن أبی شیبة ـ تحقیق: کمال یوسف الحوت ـ مکتبة الرشد الریاض .
36: مصنف عبدالرزاق :عبد الرزاق بن همام الصنعانی ـ تحقیق: حبیب الرحمن الأعظمی ـ الناشر: المکتب الإسلامی بیروت .
37: جامع معمر بن راشد : معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی ـ تحقیق : حبیب الرحمن الأعظمی ـ الناشر: المکتب الإسلامی ببیروت .
38: شعب الإیمان : أحمد بن الحسین أبو بکر البیهقی ـ تحقیق: الدکتور عبد العلی عبد الحمید حامد ـ الناشر: مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض .
39: مستدرک حاکم (المستدرک علی الصحیحین) : محمد بن عبد اللّٰه أبو عبد اللّٰه الحاکم النیسابوری ـ تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا ـ الناشر: دار الکتب العلمیة بیروت

40: حلية الأولياء وطبقات الأصفياء : أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهانى۔ الناشر: السعادة بجوار محافظة مصر .
41: شرح معانى الآثار: أبو جعفر أحمد بن محمد المعروف بالطحاوى۔ تحقيق: محمد زهرى النجار۔ الناشر: عالم الكتب .
42: شرح مشكل الآثار : أبو جعفر أحمد بن محمد المصرى المعروف بالطحاوى۔ تحقيق: شعيب الأرنؤوط۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت .
43: الزهد والرقائق لابن المبارك: أبو عبد الرحمن عبد الله بن المبارك المروزى۔ تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمى۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت
44: الأدب المفرد : محمد بن إسماعيل البخارى۔ تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقى۔ الناشر: دار البشائر الإسلامية بيروت .
45: الأدب لابن أبى شيبة : أبو بكر بن أبى شيبة العبسى۔ تحقيق: دكتور محمد رضا القهوجى۔ الناشر: دار البشائر الإسلامية بيروت .
46: كتاب السنة : أبو بكر بن أبى عاصم الشيبانى۔ تخريج: ناصر الدين الألبانى۔ الناشر: المكتب الإسلامى
47: حديث على بن حجر السعدى: إسماعيل بن جعفر الأنصارى الزرقى۔ تحقيق: عمر بن رفود بن رفيد السّفيانى۔ الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع الرياض .
48: الآحاد والمثانى : أبو بكر بن أبى عاصم الشيبانى۔ تحقيق: دكتور باسم فيصل أحمد الجوابرة۔ الناشر: دار الراية الرياض .
49: عمل اليوم والليلة : أحمد بن محمد المعروف بابن السُّنِّى۔ تحقيق: كوثر البرنى۔ الناشر: دار القبلة للثقافة الإسلامية جدة .
50: الدعوات الكبير : أحمد بن الحسين أبو بكر البيهقى۔ تحقيق: بدر بن عبد الله البدر۔ الناشر: غراس للنشر والتوزيع الكويت .
51: الدعاء : سليمان بن أحمد أبو القاسم الطبرانى۔ تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت .
52: رؤية اللّٰه : أبو الحسن على بن عمر الدارقطنى۔ تحقيق: إبراهيم محمد العلى أحمد فخرى الرفاعى۔ الناشر: مكتبة المنار الزرقاء الأردن .
53: كتاب الفتن : أبو عبد اللّٰه نعيم بن حماد المروزى۔ تحقيق: سمير أمين الزهيرى۔ الناشر:

مكتبة التوحيد القاهرة .

54: الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك : أبو حفص عمر بن أحمد البغدادي المعروف بابن شاهين۔ تحقيق: محمد حسن ۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت .

55: مكارم الأخلاق ومعاليها ومحمود طرائقها : أبو بكر محمد بن جعفر الخرائطي۔ تحقيق: أيمن عبد الجابر البحيري۔ الناشر: دار الآفاق العربية القاهرة .

56: مختصر قيام الليل : أبو عبد اللّٰه محمد بن نصر بن الحجاج المَروَزِي۔ اختصار: العلامة أحمد بن علي المقريزي۔ الناشر: حديث أكادمي فيصل اباد باكستان .

57: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي۔ تحقيق: حسام الدين القدسي۔ الناشر: مكتبة القدسي القاهرة .

58: جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزّوائد : محمد بن محمد المغربي المالكي۔ تحقيق: أبو علي سليمان بن دريع۔ الناشر: مكتبة ابن كثير الكويت .

59: السنة : أحمد بن حنبل الشيباني۔ تحقيق: دكتور محمد سعيد سالم القحطاني۔ الناشر: دار ابن القيم الدمام .

60: الإيمان لابن منده : أبو عبد اللّٰه محمد بن إسحاقابن مَندَه العبدي ۔ تحقيق: دكتور علي بن محمد بن ناصر الفقيهي۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت .

61: مساوئ الأخلاق ومذمومها: محمد بن جعفر الخرائطي۔ تحقيق: مصطفى بن أبو النصر الشلبي۔ الناشر: مكتبة السوادي للتوزيع جدة .

62: المحلى بالآثار : علي بن أحمد ابن حزم الأندلسي الظاهري۔ الناشر: دار الفكر بيروت

63: التخويف من النار والتعريف بحال دار البوار: عبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلي۔ تحقيق:د۔ يوسف عبدالحميد المرشدي۔ مكتبة العلوم والحكم قاهرة .

64: صفة النار : أبو بكر عبد اللّٰه بن محمد المعروف بابن أبي الدنيا۔ تحقيق: محمد خير رمضان يوسف۔ الناشر: دار ابن حزم بيروت .

65: شرح النووي على صحيح مسلم (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج): محيي الدين يحيى بن شرف النووي۔ الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت .

66: الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج : جلال الدين السيوطي۔ تحقيق: أبو اسحق الحويني الأثري۔ الناشر: دار ابن عفان المملكة العربية السعودية .

67: عون المعبود شرح سنن أبي داود : شمس الحق العظيم آبادي۔ الناشر: دار الكتب العلمية

بيروت .

68: تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى : أبو العلا محمد عبد الرحمن المباركفورى۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت .

69: مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : على بن سلطان محمد أبو الحسن نور الدين الملا القارى۔ الناشر: دار الفكر بيروت .

70: الاستيعاب فى معرفة الأصحاب : أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر القرطبى۔ تحقيق: على محمد البجاوى۔ الناشر: دار الجيل بيروت

71: معرفة الصحابة : أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهانى۔ تحقيق: عادل بن يوسف العزازى۔ الناشر: دار الوطن للنشر الرياض .

72: تذكرة الحفاظ : شمس الدين أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد الذهبى۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت .

73: طبقات الحفاظ : عبد الرحمن بن أبى بكر جلال الدين السيوطى۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت .

74: مختصر تاريخ دمشق : محمد بن مكرم ابن منظور الانصارى الإفريقى ۔ تحقيق: روحية النحاس رياض۔ الناشر: دار الفكر للطباعة والتوزيع والنشر دمشق

75: الضعفاء الكبير : أبو جعفر محمد بن عمرو العقيلى۔ تحقيق: عبد المعطى أمين قلعجى۔ الناشر: دار المكتبة العلمية بيروت .

76: المحبر : محمد بن حبيب أبو جعفر البغدادى۔ تحقيق: إيلزة ليختن شتيتر۔ الناشر: دار الآفاق الجديدة بيروت .

77: البداية والنهاية : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشى الدمشقى ۔ الناشر: دار الفكر بيروت .

78: شذرات الذهب فى أخبار من ذهب : عبد الحى بن أحمد أبو الفلاح الحنبلى۔تحقيق: محمود الأرناؤوط۔ الناشر: دار ابن كثير دمشق .

79: المغنى لابن قدامة : أبو محمد موفق الدين عبد اللّٰه بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسى الحنبلى۔ الناشر: مكتبة القاهرة .

80: فقه السنة : سيد سابق ۔ الناشر: دار الكتاب العربى بيروت .

81: مراتب الإجماع فى العبادات والمعاملات والاعتقادات : على بن أحمد ابن حزم الأندلسى

الظاهری۔ الناشر : دارالكتب العلمية بيروت .

82: المغنى عن حمل الأسفار فی الأسفار: أبو الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقی۔ الناشر: دار ابن حزم بيروت .

83: ثبت مسموعات، الإمام الحافظ ضياء الدين المقدسی۔ تحقيق: الدكتور محمد مطيع الحافظ۔ الناشر: دارالبشائر الإسلامية بيروت .

84: المعجم المفهرس: أبو الفضل أحمد بن علی ابن حجر العسقلانی۔ تحقيق: محمد شكور الميادينی۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت .

85: كشف الظنون عن أسامی الكتب والفنون: مصطفی بن عبد اللّٰه كاتب جلبی القسطنطينی المشهور باسم حاجی خليفة۔ الناشر: مكتبة المثنى بغداد

86: الطب النبوی : أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهانی۔ تحقيق: مصطفی خضر دونمز التركی۔ الناشر: دار ابن حزم بيروت .

یادداشت